جملہ حقوق محفوظ.

اُذْکُرُوا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ

دفتر ثانی

مآثر الکرام

موسوم بہ

سرو آزاد

مُصَنّفۂ

حسّان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفّٰی سنہ ۱۲۰۰ھ

کہ در سنہ ۱۱۶۶ھ ہزار و یکصد و شصت و شش ہجری تصنیف شد

و محتوی است بر احوال شعرائے متاخرین کہ بعد از ہزار ہجری تا زمانہ تصنیف کتاب موجود بودند

و منقسم است بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر یکصد و چہل و سہ (۱۴۳) شعرائے فارسی

فصل دوم - در ذکر ہشت (۸) شعرائے ہندی

بسعی و تصحیح و تحشی عبد اللہ خان و باہتمام مولوی عبد الحق صاحب

در مطبع دخانی رفاہ عام لاہور دار السلطنت پنجاب مطبوع شدہ

و از طرف مصحّح از کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن شائع گردید

سنہ ۱۹۱۳ء

طبع اول

مولوی چراغ علی صاحب مرحوم المخاطب نواب اعظم یار جنگ بہادر کی

لاجواب کتاب

"کریٹیکل اکسپوزیشن آف دی پاپیولر جہاد" کے اردو ترجمہ

تحقیق الجہاد

مترجمہ مولانا غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم "فلسفہ تعلیم" ہربرٹ اسپینسر پر

حکیم سید شمس اللہ قادری۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ ایف۔ آر۔ ایچ۔ ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

عیسائی مصنفین اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ "مذہب اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"۔ اسلامی تاریخ میں جو واقعات غزوات۔ سرایا۔ اور بعوث کے نام سے مشہور ہیں اُن کو یہ لوگ کچھ ایسی رنگ آمیزی و ملمع سازی سے بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بانی اسلام اور ان کے اتباع نے "ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مذہب اسلام کی اشاعت کی"۔

مسئلہ جہاد کے ساتھ غلامی۔ تسری وغیرہ پر بھی عیسائی دنیا کی طرف سے اعتراضات ہوا کرتے ہیں جن کی تردید ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ ہندوستان کی مسلمہ مشترکہ زبان اردو میں بھی اس موضوع پر متعدد اصحاب تصنیف و تالیف کر چکے ہیں مثلاً مولوی رحمت اللہ مرحوم۔ مولوی آل حسن مرحوم مولوی عنایت رسول مرحوم ہندوستان میں مشہور مناظر گزرے ہیں۔ فخر قوم سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے نہایت عالمانہ اور محققانہ جوابات دئیے ہیں۔ اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے بھی مذہب اسلام کی حمایت میں ہمیشہ بے مثل کتب و رسائل تالیف کیے ہیں۔ ان مصنفین کی کتابیں بجائے خود نہایت عمدہ اور بہت قدر کے قابل ہیں مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی تحریر میں ایک تو یہ خصوصیت ہے کہ طرز ادا نہایت سادہ اور طریق استدلال نہایت مستحکم ہوتا ہے۔ دوسرے ان سے پہلے بظاہر کسی مصنف نے مسئلہ جہاد پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔ سر سید مرحوم کی تفسیر القرآن جلد چہارم میں اگرچہ غزوات کا ذکر بہت کچھ ہے مگر محض وہ نوٹ ہیں جو تفسیر کی جلدوں میں محسوب اور شامل ہیں۔ ۱۸۸۵ء میں مولوی چراغ علی صاحب نے خاص اسی موضوع پر بعنوان مندرجہ مستقل کتاب تصنیف کی۔ اس کے تین حصے ہیں۔

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی۔ ایس۔ آئی مشیر خاص نواب مدار المہام سرکار عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بےنظیر مناسبت ہے۔ اس لحاظ سے میں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد ہے عز و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمات کی انجام دہی۔ دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسر نہیں آسکتا۔ لہٰذا تمام ملک کی دلی خواہش اور دعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے اور آپ کے مفید کاموں کو کامل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے۔

خاکسار عبد اللہ خاں

کتب خانہ آصفیہ
حیدرآباد دکن

۱۴ ۔ اگست ۱۹۱۳ء
۱۱ رمضان ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ

خلاصہ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب
(۲) فہرست دیباچہ کتاب
(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب
(۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشاں ضمناً وارد شد

فہرست تراجم ماثر الکرام

دفتر ثانی

موسوم بہ سرو آزاد

مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر شعرائے فارسی مشتمل بر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) تراجم از صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۳۵۱ +

فصل دوم در ذکر شعرائے ہندی مشتمل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعرائے فارسی

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعرائے ہندی بھاشا

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر شان ضمناً وارد شدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے کہ ارواح معانی را بانوالب الفاظ آمیخت وسبعۂ معلّقۂ افلاک را از در قدرت آویخت وجواہر صلوات نثار اُمّی کہ نقش کلام معجز بر صفحۂ روزگار نشاند ومحضر دعوائے زبان آوران را بہ مہر سکوت رساند واولاد والا نژاد کہ مبادی فن ولایت واصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد پا شکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر غلام علی متخلص بہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادۂ زلف سخن، ومخلص معنی طرازانِ نو وکہن پیش ازین بخدمت موزونانِ سلف وخلف پرداختہ وتذکرۃ الشعرائے مسمّی بہ ید بیضا محرر ساختہ امّا آن نسخہ نقش انگارہ[1] وتصویر تنگارہ بود لہٰذا بعد فراہم رسیدن بعضے از مواد رنگ اصلاح ریختہ شد ونقش ثانی بہ از اوّل برانگیختہ وچون سخن رسا تر از نشۂ شراب وسریع تر از پرتو آفتاب است ہر دو ید بیضا دستگاہ شہرت بہم رساند وجا بجا پرتو رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقہ سنج نسخۂ ثانی را ہم نمے تواند پسندید ودر میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوہ معذور است وشیشۂ بوقلمون در تلون مجبور کہ چندانکہ ملکات می افزاید۔ ساختۂ وپرداختۂ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید وہر گاہ احکام عَالِمُ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ بہ اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند وخزانِ نسخ بہم

[1] یعنی نقش ناتمام ۱۲

می رساند کہ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرورفتگانِ اَسۡفَلَ السّٰافِلِيۡنَ نقصان بہ طریق اولی قابلِ تبدیل و نیاز مند تعدیل توانند شد ہر چند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلۡحَقّ تاکہ مصنف نشۂ زندگی در سر و لباس عنصری در بر دارد کتاب بانجام نمے تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند بپیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ھلم جرًا انقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگ مصنف گیرد و از لب بستنی کار رسالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکن قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراخت و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ "قَدۡ وَقَعَ لِيۡ شَيۡءٌ وَّمَا اَدۡرِيۡ اَوَقَعَ لَكَ اَمۡ لَا وَهُوَ اَنَّ الۡاِنۡسَانَ لَا يَكۡتُبُ كِتَابًا فِيۡ يَوۡمِهٖ اِلَّا يَقُوۡلُ فِيۡ غَدِهٖ لَوۡ غُيِّرَ هٰذَا لَكَانَ اَحۡسَنَ وَلَوۡ تُرِكَ ذٰلِكَ لَكَانَ اَوۡلٰى وَهٰذَا عِبۡرَةٌ عَظِيۡمَةٌ وَّحُجَّةٌ مُّسۡتَقِيۡمَةٌ عَلٰى اسۡتِيۡلَاءِ صِفَةِ النُّقۡصَانِ عَلٰى طَبِيۡعَةِ الۡاِنۡسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوان نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ :۔

"و با آنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"
"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعث سرعت خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"
"حیات فانی گرہی است بر باد چشم بقا از و نتوان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"
"بر آب۔ کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

ف البقرہ ۲۔ آیت ۱۰۰۔

"بیت پرتو عمر چراغے است کہ در بزم وجود — بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیفِ ید بیضا بخاطر رسید و سرپنجۂ حب الوطن دامن دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالانِ بلگرام صَانَہُ اللّٰہُ عَنْ طَوَارِقِ الْاَیَّامِ بہ تحریر درآید۔ و آثاریکہ در نقاب خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ نختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ وطاؤسان معانی را بگلدام عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ و شاہدے کہ گرد خیال می گشت برکرسی نشست نخست قرعۂ وحدت انداختم۔ و فصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ وگروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ و بجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی و نکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ وہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ و فصلین فقرا و فضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند و کلام شاعرے بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلّی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ و تفصیلیانِ دفتر اوّل را درین دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر درآوردم۔

نام دفتر اوّل **مآثر الکرام تاریخ بلگرام** است مشتمل بر دو فصلِ فقرا و فضلا نَوَّرَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

و نام این دفتر **سرو آزاد** است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

و برائے شعراء عربی انموذجے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم و فصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم۔ کہ فارسی دانان بسیط مطالعۂ اشعار عربی را وا می گزارند۔ و کاتبان عجم زبان عرب را بہ تحریفات از صورت نوعے بر می آرند۔

و بہ تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خوانده ام و قوافل سخن را از کجا تا بکجا رسانده۔ لمؤلفہ

این تازه سواد سرمۂ دیدار است | سرمایۂ بینش اُولی الابصار است
هر چند تکلفے ندارد امّا | چون نقش فرنگ ساده و پرکار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم۔ و نظر ها را بہ نهال سیرابی نضارت می افزایم ؎

خوشا مشاطۂ کلک هنرمند | بہ رخسار ورق مالیده غازه
شنو از قمریان غیب تاریخ | نشاند آزاد سرو سبز تازه

اُمید از حکماء این فن و حرکت شناسان نبض سخن آنکه اگر خدمت نیازمند پسند اُفتد۔ نوشدار وے دعا مرحمت نمایند۔ و اگر سقمے ملاحظہ شود۔ بہ معجون لطف معالجہ فرمایند۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَهُمُ اللّٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

نخستین خامۂ زمزمہ سنج شرافت کلام موزون و اصالت این دُرّ مکنون بیان می سازد و سامعۂ سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد۔

ارباب سیر اتفاق دارند کہ در محفل اقدس رسالت پناهی و رسانندۂ نفائس وحی الٰهی عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوٰتِ وَ اَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید و غنچۂ لعل مبارک با تبسم آشنا می گردید و هرگاه خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن می کشود مخاطب را بہ خواندن شعر دیگر بهیم اشاره می فرمود۔

و موزونان پائے تخت رسالت را بہ هجو مشرکان مامور می ساخت و طائفۂ

معنی طرازان را به انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[۱] اُهْجُوا الْکُفَّارَ فَاِنَّهَا اَشَدُّ عَلَیْهِمْ مِّنْ رَشْقِ النَّبْلِ[۱] و نصب[۲] منبر برائے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ودعا[۳] اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وحدیث[۴] هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰی وَاسْتَشْفٰی وعطائے[۵] شیرین نام جاریہ به حسان رضی اللہ عنہ در وجہ صلۂ شعر و انعام[۶] برد مبارک به کعب بن زہیر در جائزۂ قصیدۂ بانت سعاد مشہور است و در کتب معتبرہ مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آوردہ قال کعب (ابْنُ مَالِكٍ) ؎

جَاءَتْ سَخِیْنَةُ کَیْ تُغَالِبَ رَبَّهَا ۔۔۔ وَلَیُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَكَ اللّٰهُ یَا کَعْبُ فِیْ قَوْلِكَ هٰذَا"

و در روایتے آمدہ کہ حضرت فرمود اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ یعنی بدرستی اللہ تعالے فراموش نکند ایں شعرے کہ تراست[۷]۔

حواشی

مراد از سخینۃ[۳] بخائے معجمہ بروزن سفینہ قریش اند و دراصل سخینہ طعام است کہ از آرد و روغن ترتیب دہند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجہ قریش را طعنہ می زدند تا بحدیکہ نام ایشان سخینہ اُفتاد ولیغلبن صیغۂ مجہول است و مغالب صیغۂ اسم فاعل و غلاب صیغۂ مبالغہ یعنی آمدند قریش تا غالب شوند پروردگار خود را و ہر آئینہ مغلوب می شود غلبہ جوینده بر کسے کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہ و تعالے۔

---

[۱] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۵۰ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ * [۲] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر۔
[۳] مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ دہلی ۱۲۷۱ ہجری۔

وشیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت مے کند کہ نابغہ جعدی شعرے در حضور پُر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خواند فرمود اَجَدْتَ لَا یُفْضِضُ اللّٰہُ فَاکَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالے دندان ترا۔

عمر نابغہ یکصد و چند سال شد دندانے نہ ریخت[1]۔ و در روایتے ہر گاہ دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگری می روئید۔

و بیہقی در دلائل[2] بابے مستقل عقد کردہ و گفتہ بَابُ اِخْتِیَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ و حدیثے طویل آوردہ از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم آمد و گفت یا رسول اللہ پدر من می خواہد کہ مالٔ بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔ چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد کہ بپرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات و قرابات او۔ آیا صرف نکنم آن را بر نفس خود و عیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام و گفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیدہ یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پرسید آیا گفتی در نفس خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِكَ بَصِیْرَۃً وَّیَقِیْنًا یعنی ہمیشہ افزون کنا د مارا اللہ تعالٰی بتو بصیرت و یقین را۔ و ہفت عدد

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ و خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدر آباد دکن۔

[2] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن تفحص نمودہ شد۔ اما این باب و حدیث مذکور بنظر نیامدہ۔ آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۲۰ منقول است و صرف ابیات در شرح حماسہ تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ء ہم موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

- غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّعُلْتُكَ يَافِعًا ۔ تُعَلُّ بِمَا اُجْنِيْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخَذَ تَلَابِيْبَ اِبْنِهٖ وَقَالَ لَهٗ اِذْهَبْ فَاَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو و مال تو پدر ترا ست"۔

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت ہمیں حدیث ثابت شدہ۔

و در حدیث شریف آمدہ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)

و ابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ اِلَّا كَلَامٌ لَّا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ اِلَّا فِي الْقَوَافِيْ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ"۔

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم و نثر مساوی است۔ و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برای تحسین کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با سُعاد و تشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِيْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ ۔ كَاَنَّهٗ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ[1]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکارے نفرمود[2]

و ازین زیادہ تر آنکہ واصف حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم در حدیث کَانَ

---

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۳۲ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء

[2] کتاب الموشّی صفحہ ۰۵ مطبوعہ یورپ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنقہٗ جِیدُ دُمیَۃٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را بہ گردن تمثال عاج تشبیہ دادہ و آن را مضایقہ ندانستہ۔

و قفال و صیدلانی کہ از اکابر علما اند گفتہ اند کہ کذب شعر کذب نیست زیرا کہ تصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وا می نماید و قصد شاعر محض تحسین کلام است"

ازینجا ثابت شد کہ تخیلات موزونان برای تزئین اشعار و تحلیۂ بنات افکار جائز باشد و لِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ ؎

مُحَتْ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوْبَ کَعْبٍ وَ اَعْلٰی کَعْبَہٗ فِیْ کُلِّ نَادٍ

وحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم گاہے مثل می زد بمصراعے و می فرمود راست ترین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ و احیانا تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَ یَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

وہر جا در کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی ذم شعر و شعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژخایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ از برائی آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ تکلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارتِ ربّانی

و این نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ ایں صناعت

معہذا احیانا از ان مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلّم کلام موزون سر بر می زد۔ از انجملہ است ؎

---

[1] سورۂ یٰس ۳۶۔ آیت ۶۹۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

وگاہے اصلاح شعرے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ در بعض رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر در بیت

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ   مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٌ

سُیُوْفِ الْھِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُیُوْفِ اللّٰہِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چہ مہند تیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قال الجوہری اَلْمُھَنَّدُ السَّیْفُ الْمَطْبُوْعُ مِنْ حَدِیْدِ الْھِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ عَلٰی مُنَوِّرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ نکتۂ در فضیلت کلام موزون بر ضمیر این فقیر وارد گردیدہ و آن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ بر ضمائر حکمت پناہان و طبائع دقت دستگاہان ہویدا است کہ بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است و مقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود و مقدم در ذکر باشد و حق عبارت این کہ گفتہ شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر و افادۂ حصر و اسلوب معنوی را قلب کرد و حکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضے از شعر است و لازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد و مندرج در ان کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است و خبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادۂ حصر بتقدیم خبر و ایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزودہ

ل شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۹۷ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء۔

و مدارج تفضیل شعر را تا بجاطے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد کہ ہر آئینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلی اللہ علیہ وسلم باید دریافت کہ مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آوردہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ وقتیکہ مصلحتے شرعی مقتضی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ در بیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا مے گوید کہ من تبعیضیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است و حق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجہت مبالغہ۔

و ابن ماجہ روایت می کند اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُمَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوارتر است بہ اخذ آن۔ وقیل ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ

و در کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید بعبارت عربی حاصلش اینکہ کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است او را در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمۂ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلا طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بحمل مومن بر فرد کامل انتہے و کلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجہت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْهَرِیُّ اَلْکَلِمَۃُ الْقَصِیْدَۃُ بِطُوْلِهَا۔

اکنون باید دانست کہ در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَةٌ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بَعْضُ الشِّعْرِ کَلِمَةٌ حِکْمَةٍ وَ الْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشِّعْرِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ ۔ لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شدہ زیرا کہ شعر حکمت قولی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[1] روایت می کند کہ "گفت شرید صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ردیف شدم رسول اللہ را صلی اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست با تو از شعر امیہ بن الصلت چیزے ۔ گفتم ہست ۔ فرمود بیار ۔ پس خواندم بیتے را کہ خوش آمد حضرت را صلّی اللہ علیہ وسلّم و فرمود زیادت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر ۔ و استحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ امیہ بن الصلت کافر بود ۔ و حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] سر امتیاز بآسمان می سودند ۔ و ہمچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سربستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند و نفائس معانی را باسلوب شعرا دا نمودہ رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰے ۔

و اول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید و این تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بہ قلمرو شہود رسانید آدم علیہ السلام است چون قابیل ہابیل را شربت شہادت

---

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر و تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ ۔

[2] الشعراء ۲۶ ۔ آیت ۲۲۷ ۔

چشانید۔ مرثیۂ فرزند شہید در سلک نظم کشید ازانست ؎

تَغَیَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَیْهَا — وَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِیْحٌ
تَغَیَّرَ کُلُّ ذِیْ طَعْمٍ وَلَوْنٍ — وَقَلَّ بَشَاشَۃُ الْوَجْهِ الْمَلِیْحِ
فَوَا اَسَفِیْ عَلٰی هَابِیْلَ اِبْنِیْ — قَتِیْلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِیْحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کردہ اند و جمعے دیگر انکار نمودہ اند کہ انبیا عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند۔

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کردہ کہ آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود کہ ہمیشہ متوارث شوند و برین مصیبت عظمی رقت نمایند۔ چون بہ یعرب بن قحطان رسید۔ از زبان سریانی بلسان عربی ترجمہ کرد و موزون گردانید۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم — دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

و مرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود — طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آوردہ اند کہ اول کسیکہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزے بشکار رفتہ بود۔ شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع برزبانش گزشت ؎ منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ

دلارام چنگی کہ محبوبۂ او بود و ہر سخن کہ از بہرام سر برمی زد مناسب آن جواب بہم می رسانید۔ در مقابل گفت ؎ نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ[2]

---

[1] تفسیر المائدہ - ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ۱ مطبوعہ بمبئی و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت۔
[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹۔

وبعضے نوشتہ اندکہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ؎

ہژیر ا بگیہان انوشہ بزی   جہان را نگہبان و نوشہ بزی

ہژیر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب ونیکو وصاحب فرہنگ[۱] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ۔ وازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمان اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ در مدح او پرداخت وصلۂ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین   گسترانیدہ بجود وفضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث وتسعین ومأئۃ (۱۹۳) بودہ است۔

وبعضے قلمی نمودہ اندکہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی وخمسین ومأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوزمی باخت ہفت جوز بہ گو افتاد ویکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور برزبان پسر گذشت ؎ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو[۲]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد وبا فضلا درمیان آورد۔ بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند ومصراعے وبیتے دیگر ضم ساختہ دوبیتی نام کردند ورفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دوبیتی نام دارد۔

وبرخے آوردہ اندکہ ابتداءً شعر فارسی در اسلام ابوحفص سغدی گفت و

---

[۱] فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۴۰۳ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۲ء۔

[۲] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یورپ۔

او در حدود سنہ ثلث مائۃ (۳۰۰) بودہ و شعرے کہ با او نسبت دہند اینست

آہوے کوہے در دشت چگونہ دودا　　یار ندارد بے یار چگونہ رودا

بالجملہ تا حدود ثلث مائۃ (۳۰۰) ہجری نفرذمہ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رودکی ظہور کردہ دیوان شعر ترتیب داد و بمرور دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راسم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجانِ متاخرین را کہ ابتداء ظہور یا انتہاء وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است بر صدر بیان مے نشاند و بعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصۂ سخن را دستگاہے بہم رسد و نظر تماشائیان را جولانگاہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست افتادہ بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران را گرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضۂ انوار در ارشاد حقائق و معارف بے نظیر افتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ دادہ مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و دران فرصت قدم از روضۂ علیہ بیرون نگذاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقے قناعت کردہ ہم دران بقعۂ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فنائے صوری را با فنائے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست کہ بگذرد۔ پایش فرو رفت۔ باخود گفت این معنی از تعلق است و مرا بہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت و چون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگذشت۔

ہفتاد ہزار رباعی گفتہ بود از انجملہ قریب بیست ہزار کہ در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَنْفَاسِہِ النَّفِیْسَةِ ؎

باذات بہر صفت گرایند خوش است | نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست | در خلد ز ہر در کہ درآیند خوش است

عالم چہ کنی و عالم آرائی را | ہمراز نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد | درمان نکنند درد تنہائی را

ہر خود در مدح و ذم سخنے باید زد | بیرون از حد قدم نمے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن ازلی است | مے باید دید دم نمے باید زد

آنانکہ باصل کار نیکو بینند | کار این سو برای آن سو بینند
زانگونہ کہ روی جامہ را خیاطان | این رو دو زند و حسن آن رو بینند

(۳) فیضی و فیاضی شیخ ابو الفیض اکبرآبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء درگاہ اکبری۔ در طبقۂ سلاطین تیموریہ ہند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی بتحصیل مباہات نمود غزالی مشہدی است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ و بعد مردن او از صحرا فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت و در عہد جہانگیر بادشاہ طالب آملی و در زمان صاحبقران شاہ جہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ ابو طالب

کلیم ہمدانی باین خطاب سکۂ تفاخر در آفاق زدند۔

و بر متتبعان اخبار موزونان روزگار ہویداست کہ از شعراء ولایت ایران و توران کسانیکہ بمداحی سلاطین و امراء ہند پرداختند دو قسم اند قسم اوّل جمعے کہ از اوطان خود بکلگشت ہند شتافتہ اند۔ و صحبت ممدوحان دریافتہ مثل حکیم روحانی سمرقندی صاحب تاریخ صبح صادق گوئید کہ سلطان شمس الدین ایلتمش والی دہلی در سنہ ثلث و عشرین و ستمائۃ (۶۲۳) قصد رنتھنبھور کرد و گرفت پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانید وصلۂ جزیل یافت مطلعش این است ؎

خبر بہ اہل سما برد جبرئیل امین　　　ز فتحنامۂ سلطانِ عصر شمس الدین

و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید و مشمول فراوان عنایت و رعایت سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور است۔ طور خاصے دارد و تشبیہ کنایت اکثر بکار می برد و مثل شیخ آذری اسفرائنی کہ بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفہما اللہ تعالیٰ بسیر ہند شتافت و با سلطان محمد نبیرۂ رایات اعلیٰ خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد و از انجا رو بدکن آورد سلطان احمد شاہ بہمنی باعزاز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان دران ایام شہر بیدر بنیاد می کرد و دار الامارۃ درکمال شکوہ طرح انداخت شعراء پائے تخت کتابۂ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت۔ از انجملہ است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشیدیکہ ز فرطِ عظمت　　　آسمان پایۂ از سدۂ این درگاہ است

ف۱ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ بمبئی۔

آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است   قصر سلطانِ جہان احمدِ بہمن شاہ آست

سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لا تحمل عطایاکم الا مطایاکم۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال و اثقال بخراسان عطف عنان نمود[1]۔ مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ فرشتہ گوید[2] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست و ثلثین و تسعمائۃ (۹۳۶) قلعہ بیدر مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت برروئے خلائق باز کرد۔ مولانا شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است درآن مدت از خطۂ گجرات آمدہ بود۔ و بواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات متوجہ این درگاہ می شدم دو چندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز کہ آن توانائی عود نماید برین خدمت روح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدہ کہ گفتہ است در تاخیر و طالب را زیان دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت و ہمیانہاے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام بر ارباب ادراک واضح و روشن است

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۰۰۴ مطبوعہ یورپ۔

[2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۴ مطبوعہ بمبئی۔

کہ ہم جانب خوش طبعی منظور است و ہم جانب ہمت۔ قسم ثانی۔ جمعے کہ قدم سعی باین دیار نفرسودہ اند۔ و غائبانہ تحفہ گرانمایۂ مدح ارسال نمودہ۔ مثل[۱] خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ کہ بدرگاہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ غزلے فرستاد۔ این دو بیت ازان است ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند — زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین — غافل مشو کہ کار تو از نالہ مے رود

و مثل عارف[۲] جامی قدس سرہٗ کہ او را با ملک التجار خواجہ محمود گاوان امیر الامراء سلطان محمد شاہ بہمنی والی دکن ارتباط خاص بود و ارمغان مدائح ارسال می فرمود۔ از انجملہ قصیدہ ایست کہ یک بیتش این است ؎

ہم جہان را خواجہ و ہم فقر را دیباچہ است — سر الفقر است لیکن تحت استار الغنا

و در خاتمۂ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف — بودش از حسن ادا لطف معانی تارش

ہمرہ قافلۂ ہند روان کن کہ رسد — شرف مہر قبول از ملک التجارش

اما در عہد اکبر بادشاہ عدد ہر دو قسم بحد کثرت رسید۔ و بازار ہر دو گروہ نہایت گرم گردید۔ طائفہ اولی عیان اند۔ و مستغنی از اطالتِ بیان۔ و طائفۂ ثانی را شیخ ابو الفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :۔

"و آنانکہ سعادت بار نیافتند و از دور دستہا گیتی خداوند را ثنا گزارند بس انبوہ چون قاسم[۱] گونابادی۔ ضمیری[۲] سپاہانی۔ وحشی[۳] بافقی۔ محتشم[۴] کاشی۔ ملک[۵] قمی۔ ظہوری[۶] ترشیزی۔ رشکی[۷] ہمدانی۔ ولی[۸] دشت بیاضی۔ نیکی[۹]۔ نظیری[۱۰]۔ صبری[۱۱] اردستانی۔ فکاری[۱۲] اسفرائنی۔ میر حضوری[۱۳] قمی۔ قاضی نوری[۱۴] سپاہانی۔ صافی[۱۵] بمبئی۔ طوفی[۱۶] تبریزی[۳] انتہی "

---

[۱] ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء۔
[۲] فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ بمبئی۔ [۳] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ کشوری لکھنؤ سنہ ۱۸۸۲ء۔

و از جمله ثانی شیخ علی نقی کمره قصیدهٔ سی و پنج بیت در ستایش شیخ فیضی پرداخته و از صفاهان بهندروان ساخته از آن است

مرا فگند بر نظم امورم پرتو فیضی — ابوالفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیر من

ظهیر قدوهٔ پیشینیان حتی ظهیر الدین — امیر زبدهٔ اهل زمان حتی امیر من

اگر هستم مجیر اندر سخن او هست خاقانی — و گر من سنجرم آستان او مجیر من

کیم با او رسد در شاعری دعوای همچشمی — که در این خانقاهم من مرید اوست پیر من

زمین هند با قرب درش نعم النعیم دل — هوای خلد دور از حضرتش بئس المصیر من

و شیخ فیضی را وقت سفارت برهان شاه والی احمدنگر با ملا ملک قمی و ملا ظهوری ترشیزی ملاقات واقع شد و صحبت کبری اتفاد - بعد معاودت از جانبین ابواب محبت نامها مفتوح بود

ملا ظهوری نثر لطیفے در مدح شیخ فیضی بقلم آورده - حکیم عین الملک شیرازی مکتوبات شیخ جمع نموده و در خاتمهٔ مکتوبات نثر مذکور مندرج ساخته -

مرزا صائب علیه الرحمه او را بخوبی یاد می کند و می فرماید

این آن غزل که فیضی شیرین کلام گفت — در دیده ام خلیده و در دل نشسته

احوال شیخ فیضی تفصیلا در فصل ثانی از دفتر اول پیرایهٔ بیان پوشیده اینجا آنچه مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد -

نامش ابوالفیض است - سالها فیضی تخلص کرد - آخر فیاضی قرار داد و اشعار باین معنی می نماید

زین پیش که سکه ام سخن بود — فیضی رقم نگین من بود

اکنون که شدم به عشق مرتاض — فیاضیم از محیط فیاض

پادشاه او را بنظم خمسه مامور ساخت - در مدت پنج ماه کتاب نلدمن چهار هزار

دو بیت بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیها از نظر پادشاه گذرانید۔ درجۂ استحسان یافت۔ حکم شُد کہ نسخۂ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ ونقیب خان درحضور می خواندہ باشد۔ ازان کتاب است ؎

بانگِ قلمم درین شبِ تار　　بس معنی خفتہ کرد بیدار

و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سواد را بعد وفات از شیخ ابوالفضل بہ بیاض رسانید

و در پہلوی شیرین خسرو سلیمان بلقیس و در ازاءِ سکندر نامہ اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید

از مقطعات اوست ؎

منم فیضی کہ در میدانِ معنی　　چو من چابک سوارے تیز تگ نیست
بجلد شعر من از پوست تا مغز　　ہجاے مردم ناپاک رگ نیست
بدان ہی ماند این پاکیزہ گفتار　　کہ در دیوانِ حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی درکتاب اعلام الانام گوید۔ صاحب قطعہ را این بیت بنظر نرسیدہ ؎

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی　　چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے

راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق واقع شدہ و مقطع چنین است ؎

مزاج دہر تبہ شد درین بلا حافظ　　کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے

از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد موجود است و ازین لفظ مبر است۔

دیوان شیخ فیضی بنظر درآمد متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلیات

او فرا گرفته شد ؎

نماند گریهٔ شبِ وصل بیقراران را　　سهیل طلعتِ آن ماه بُرد باران را
خبر برید شبِ عید پیر مصطبه را　　که راست می کنم امشب قصهٔ رسی شب را
اگر سرے بکشم سوی بیخودی چه کنم　　مرا ز همدمے خود ملال مے گیرد
شدیم خاک و لیکن ز بوی تربتِ ما　　توان شناخت کزین خاک مرد می خیزد
مژگان بپوش چون قدم از دیده میکنی　　مردانِ ره برهنه نهادند پائے را
آنچه به فیضی نظرِ دوست کرد　　مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

بر ما چه زیان اگر صفِ اعدا زد　　مشتے خاشاک لطمه بر دریا زد
ما تیغ برهنه ایم در دستِ قضا　　شد کشته کسے که خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکته سنج یگانه است و انیس معانی بیگانه - از ایران دیار به سیر هند خرامید و مدتها در ظلِ عاطفت خانخانان آرمید - وفاتش در برهان پور در سنهٔ ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظمِ قصّهٔ محمود و ایاز شروع کرده بود - هادم اللذّات قطعِ سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت - از انست در وصفِ چشمه ؎

بحدے سرد کز بیم فسردن　　نیارد عکس در وے غوطه خوردن
به بیم ما غم تو هر نفس بخانهٔ خویش　　چنانکه مرغ برد خس بآشیانهٔ خویش
یادگار از ما درین عالم بسیار ماند　　رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند
خبرِ گل مرسانید به مرغانِ قفس　　کس چرا مژدهٔ نوروز بزندان آرد

قاصد ادای نامہ نتواند نہ حرفِ شوق　　　حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ و رشحۂ اقلامش بقیمت لآلی۔ مرزا صائب گل دعای بر تربت او مے افشاند و می فرماید ے

این جوابِ مصرعِ نوعی کہ خاکش سبز باد　　　سایۂ ابر بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادۂ دانیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او شنقار شد دامنِ دولت خانخانان گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پرداخت و بکرات و مرات جوائز گرانمند اندوخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ و زنجیر فیل و اسپ عراقی صلۂ شعر گرفت۔ ملا رسمی درین باب گوید ے

زنعمتِ تو بہ نوعی رسید آن مایہ　　　کہ یافت میر معزی ز دولتِ سنجر

زگلبنِ املش صد چمن گلِ اُمّید　　　شگفت تا کہ بمدح تو شد زبان آور

درعہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شب طوی خود را اکبرآباد از بازار مسقف میگذشت قضارا سقف فرود آمد۔ نوجوان بر خاک ہلاک اُفتاد۔ عروس نامراد کہ در نہائت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ درحضور خود طلبیدہ ہر چند منع نمود۔ و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن بپا مردی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را بر آتش زد۔ ازینجا ست کہ شعراء زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہندو ہمین یک شوہر می کند۔ و او را سرمایۂ زندگی می شمارد و بعد مُردن شوہر خود را با مُردہ شوہر می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید ے

خسروا در عشق بازی کم ز ہندو زن مباش　　　کز برای مردہ سوزد زندہ جانِ خویش را

و از غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصۂ عشق زن بر مرد واقع شده یعنی قصۂ یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ و السّلام۔

مُلّا نوعی حسب الامر شاہزادہ دانیال در واقعہ مذکور مثنوی سوز و گداز بنظم آورد۔ از انست ؎

جمالِ نازرا پیرایہ نو کرد — عبارت را تبسّم پیشرو کرد

و از ساقی نامۂ اوست ؎

بدہ ساقی آن ارغوانی نبید — کہ روز خرابان بپایان رسید

بگردان زرہ عمر برگشتہ را — چو شاہ نجف روز شب گشتہ را

وفات **نوعی** در **برہان پور** سنہ تسعۃ عشر و الف (۱۰۱۹) اتفاق افتاد۔

دیوانش بمطالعہ در آمد و این ابیات حاصل شد ؎

زاں پیش کہ صبح از شبِ امید بر آید — بکشا دہنِ شیشہ کہ خورشید بر آید

دست فرسود تمنا دلِ شیدائی نیست — این گل طور بود لالۂ صحرائی نیست

بادہ می خواہم بہ سیر ماہتابم کار نیست — ہیچ بادہ چارہ چون ساغرِ سرشار نیست

شراب و مطرب و دلدار در مقابلہ بود — میانِ دیدہ و دیدار شرم فاصلہ بود

ما بے سواد علم معاشِ زمانہ ایم — مفلس شریک مایۂ این کارخانہ ایم

ما عاشق و جز خانہ خرابی فنِ ما نیست — خصم است بخود ہر کہ بجان دشمن ما نیست

یکروز صبا بوی گلے برد بہ یعقوب — بگریست کہ این نکہت پیراہنِ ما نیست

نسیم مصر بجاروب گل دماغم رفت — اگر غلط نکنم بوے یار مے آید

سبوی بادہ سلامت کہ زینت دوش است — سرے کہ مایۂ درد است گو بدوش مباش

نوروی آئینہ و ما قفاے آینہ ایم — چنانکہ از تو بد از ما نکو نمے آید

چو جام بادہ مسخر شود بدعوت صبح — چہ لازم است کہ تسخیر آفتاب کنند

ہر ذرہ ز اجزای جہان تابعِ رنگے است ‌ ‌ ‌ ‌ در بادہ گر ت حصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سرسبزش نظیر فیروزۂ نیشاپور است از انش نظیری خوانند - و دیوان رنگینش رشکِ نگار خانۂ فغفور است از انش بے نظیر دانند -

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہمچو نظیری ‌ ‌ ‌ ‌ عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** را بر **عرفی** و بر خود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوش نوائے نیشاپور ‌ ‌ ‌ ‌ نجل از طبع بے نظیر من است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور بر آمدہ در ہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے بر آورد و قصائد غرا در مدحتِ **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود - وصلات گرانمایہ اندوخت - بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بربست و بعد احراز این سعادت کبریٰ رخت عود بہ **ہندوستان** کشید - و در **گجرات - احمد آباد** رنگ توطن ریخت -

وقتے جہانگیر پادشاہ کتابۂ عمارتے امر فرمود - مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سرگشتہ سران را ‌ ‌ ‌ ‌ با دافرہ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ درجائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود -

شیخ محمد مندوہی متخلص بغوثی در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید :-

" مولانا نظیری نیشاپوری ہماجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت - مہذب الاخلاق بود

« در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
« ساخته نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندهٔ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
« دوازده سال که تتمهٔ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
« حدیث از خدمت مولانا حسین جوهری داره نمود و در هزار و بیست و سه (۱۰۲۳) بعالم
« قدس خرامید انتهیٰ -

قبرش در تاج پورهٔ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند بیت از دیوانش انتخاب اُفتادے

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را — تا چپ نکنی راست نخواند نگین را

بے عشق عقل راهبرے در دماغ نیست — بد سوزد آن فتیله که از شعله داغ نیست

شرم می آید ز قاصد طفلِ محجوب را — بر سرِ راهش بنید از ید مکتوب مرا

مبین بعیب و قبولم که در پناه توام — اگر بدِ دو جهانم که نیک خواه توام

وگر خدا بردای دل سرِ کجا داری — که یکدور روز شد آتش بزیرپا داری

جرم من است پیش تو گر قدر من کم است — خود کرده ام پسند خریدار خویش را

می گریم و از گریه چو طفلم خبرے نیست — در دل هوسے هست ندانم که کدام است

به مهربانی او اعتماد نتوان کرد — که تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است

این رسمهاے تازه ز حرمانِ عهدِ ماست — عنقا بروزگار کسے نامه بر نشد

توان ز نامهٔ من یافت اشتیاق مرا — عیارِ شوق باندازهٔ سخن باشد

به بیع عشوه برم جان که مست نازِ مرا — اهانت است که خود بر سرِ متاع آید

دولتے بود که مردیم بهنگام وداع — آن قدر زنده نماندیم که محمل بردد

یک توجه از تو در کار است و صد عالم مراد — غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود

تو کار خود به غمزهٔ معشوق واگزار — بیطاقتی مکن که نکو یان نکو کنند

مسافرانِ چمن نارسیده درکوچ اند | شگوفه می رود و شاخ بار می آرد
کمر درخدمت عمریست می بندم چه شد قدرم | برہمن می شدم گراین قدر زنّار می بستم
بوی یار من ازین سست وفا می آید | گلم از دست بگیرید که از کار شدم
نازم باین شرف که غلام محبتم | لافِ نسب زنسبتِ آدم نمے زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش ہموار است و گہرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان درآمد۔ غزل و قصیدہ و مثنوی یک رتبہ دارد۔

درسلک ملازمان اکبر بادشاہ انتظام داشت و قصائد فراوان در ثناطرازی بادشاہ و شاہزادہ ہا و امراء اکبری بنظم آوردہ و بامیرزا جانی والی تتہ نیز مربوط بود و زبان بمداحی **میرزا جانی** و **میرزا غازی** وقاری کشود۔

دراواخر عہد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد۔ و درظل عنایت **ابراہیم عادل شاہ** قرار گرفت۔ عادل شاہ در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمرد بیش بہا عطا فرمود۔ وشکستہ حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرۂ ممدوحان خود از **ابراہیم عادل شاہ** اظہار رضا می کند و در مدح او می گوید ؎

دو شاہ شاعر پرور بلند نام شدند | نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن
رسد بعہد تو شاعر بہ پایۂ ملکی | زہے نوازش شاہ و زہے ظہور سخن

اشارہ بملا **ملک قمی** و ملا **ظہوری ترشیزی** ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی

در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاہ عباس ماضی باخلعت فاخرہ بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و این صورت

در سنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) روداد۔ مصرع "افگند پادشاه سخن چتر سنجری"
تاریخ است۔ مؤرخ دو عدد زائد را به حسن تعمیه افگند۔ ۱۰۲۳ / ۲ / ۱۰۲۱

این چند بیت از غزلیات سنجر به انتخاب در آمد

شهر حسن است بر جانب بازار مرا | تو نخواهی دگرے هست خریدار مرا
نه تابِ دیدن و نے طاقتِ شکیبائی است | تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است
محققان که ز دریای علم در جوش اند | چو کوه تا نکنی شان سوال خاموش اند
آتشِ خرمنِ منی شبنمِ کشتِ دیگران | دوزخِ من چرا شدی ای تو بهشتِ دیگران
ای بخت صبحِ عشرت تا کے بخواب بینی | بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی
راہے نبرد گوش به رازِ نهانِ ما | در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما
ناخوانده گرچه آمده ام زود می روم | طبعِ ترا زیاده مکدر نمی کنم
الماس بدل پاشم و منت کشم از خود | من لذتِ این زخم بسوزن نه پسندم
اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بیتابی | به پاے ناقه افتادم به گرد ساربان گشتم
ما عجز وشیم حریفان زبون طلب | ای خونِ ما به گردنِ طبعِ غیورِ ما
ای غمِ هجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم | پا بگذر ازین سرا یا بنما قباله را
امشب ای همسایه و مهمان من از خود رفته ام | گر کسے احوالِ من پرسد بگو در خانه نیست
مهر آمد به تماشای تو با تیغ و ترنج | گو بیا گر هوسِ دست بریدن دارد
هر که سینه زمینِ نمک فروشان است | داغ سوزی مرهم به داغِ من غلط است
نیست او را سرِ آزادی این مرغِ اسیر | ور نه صد مرتبه گرداند بگردِ سرِ خویش
این زمان بے نسبتم سنجر و گرنه پیش ازین | دستِ من در زلفِ او گستاخ تر از شانه بود

(۷) زمانی - ملا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست که مذهب تناسخ داشت - وخود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت وابن خام خیال را در عالم قال می آرد - که ؎

درگنجه فرو شدم پے دید | از یزد بر آمدم چو خورشید
هرکس که چو مہر برسر آید | ہر چند فرو رود بر آید

داو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - ودم ہم صفیری بلبل شیراز زد و دیوان خود را نزد شاه عباس ماضی برد وعرض کرد که دیوان خواجه را جواب گفته ام - شاه فرمود خدا را چه جواب خواهی گفت - کلیات او ده ہزار بیت است مؤلف صبح صادق سال وفات او در سنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشته و ناظم تبریزی در تذکرهٔ خود گوید "وفات او در سنه ہزار و ہفده (۱۰۱۷) واقع شد" غنچهٔ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید | باین فسانه مگر عمرِ ما دراز کنید
ہلاک شیشهٔ درخون نشستهٔ خویشم | که آخرین نفسش عذرخواهی سنگ است
زبانِ حال خموشان کسے نمی داند | وگرنه سوسنِ آزاد در فسانهٔ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

درسخنوری شانے بلند دارد - ومکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مدح او قطعهٔ طویل الذیلے می پردازد - ودرعنوانِ آن می طرازد ؎

صبا بگوی دل آشفتگانِ عشق گره | زمین ببوس اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردمکِ دیدهٔ ہنر شانی | که ای ضمیر تو چون چشمِ عقل سایهٔ نور

نوآن مسیح مقالی کہ ملک معنی راست — بیاض جبہۂ کلک تو صبحگاہِ نشور

و او از شناطرازان پایۂ سریر شاہ عباس ماضی است۔ و بنظر التفات شاہ اختصاص داشت۔ و در صلۂ این بیت ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست — بطاقِ ابروی مستانۂ اوست

شاہ او را بزر کشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

ثنائی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ و از سرکار شاہی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎

چہ خوش است با دو زلفت سر شکوہ باز کردن — گلہ ہائے روز ہجران بشب دراز کردن

لذت آزار گر این است پیکان ترا — ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدانِ ترا

ہر قاصدِ آہے کہ بسوی تو فرستم — ہمچون نفسِ بازپسین باز نیامد

چون مرغ گرفتار بہ امید رہائی — ہرچند کہ پرواز کنم در قفس افتم

نیست ممکن کہ گریزیم ز غزالانِ خیال — ورنہ مجنونِ تو تنہا تر ازین می بایست

(۹) شکیبی۔ محمد رضا ابن خواجہ عبد اللہ صفاہانی

از نژاد خواجہ عبد اللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ و او فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب او را یاد می کند و می فرماید ؎

بر ندی شہرہ شد حافظ میان چندین ہمہ ربع لیکن — چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

شکیبی در سنہ اربع و ستین و تسعمائۃ (۹۶۴) متولد شد بر تحصیل علوم در شیراز نہ و لختے

در صفاهان تحصیل کرد- و به ارادهٔ سیر هند در کشتی نشسته خود را به ساحل بندر چیول کشید و از انجا به قصدِ ادراک خانخانان که دران ایام در گجرات بود- عازم گجرات شد اتفاقاً خانخانان دران فرصت به آگره رفته بود شکیبی از گجرات به آگره شتافت- و خانخانان را دریافت- و با او سیر سنده و دکن کرد- در سنه ست والف (۱۰۰۶) از خانخانان جدائی ورزید- و در سرونج از توابع مالوا رسیده بیماری صعب کشید- و نذر کرد اگر شفا حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند- از برکات این نیت شفا دست بهم داد- و در سنه اثنا عشر والف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست- و این سعادت عظمی را حاصل نمود- و بعد سه سال از راه بندر سورت برگشت- و در برهان پور با خانخانان برخورد و در سنه ثمانیه عشر والف (۱۰۱۸) التماس گوشه نشینی کرد خانخانان برای او سیورغال و صدارت دهلی از درگاه جهانگیری برگرفت- و باین تقریب در دارالخلافه دهلی بدل جمعی فروکش کرد- تا آنکه در سنه ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) محمل سفر بعالم دیگر بست

شاعر خوش طبیعت صاف فکر است- ساقی نامه برای خانخانان در سلک نظم کشید و بصله ده هزار روپیه جیب و دامن آرزو پُر کرد- ازان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بده — ز سرچشمهٔ خان خانان بده
سکندر طلب کرد لیکن نیافت — که در هند بود او بظلمت شتافت

ای خدا جنسِ مرا از غیب بازارے بده — می فروشم دل بدیدارے خریدارے بده
شکسته دل نشویم ار ترا سر جنگ است — که آبگینهٔ ما هم طبیعت سنگ است
تو غنچهٔ سحر و من چراغ صبحدمم — تو خنده برلب و من جان در آستین دارم
پروانه نیک رفت که در پیش شمع سوخت — آگه نشد که سوختن غائبانه چیست

رباعی

تردلیست جهان که بردنش باختن است — نرادیِ او ششدرِ دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است　　　　بر داشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستادِ فن و نقادِ سخن بود - سیر ہندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع و عشرین والف (۱۰۲۴) جادۂ فنا پیمود "آہ از رضی" ۱۰۲۴ ھ تاریخ است۔
نقش سخن باین آئین می بندد ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است　　　　کہ سرخروی گُل از طپانچۂ باد است
در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم　　　　کہ چو فانوس بہ تحریک نفس می گردد
نخواہم زیست چندانیکہ باز آرد پیامش را　　　　وصیت نامۂ بر بال مرغِ نامہ بر بستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشہور سخن سرایان است - و معروف نکتہ پیرایان - مرزا صائب سخن او را مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید ملک　　　　چشم بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری

و در صغر سن بمشق شاعری اُفتاد - و از قم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجہ قزوین شد - و قریب چہار سال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید۔
و در رمضان سنہ سبع و ثمانین و تسعمأتہ (۹۸۷) از قزوین بر آمدہ سر بدیار دکن کشید - و از مرتضی نظام شاہ دیوانہ والی احمد نگر و بعد او از برہان شاہ اکرام و انعام فراوان یافت۔
و در بیجاپور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ - اند۔

مقربان بساط عزت گشت۔ وثمرہا از نہال برومند دولتش برچید۔ وچون جوہر قابلیت ملا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید۔ ودختر خود را درحبالہ نکاح او درآورد۔

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید:۔

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری نثر سہ نثری کتاب نورس را کہ نہ ہزار بیت است"
"بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ فیضی وقتیکہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمد نگر مامور شد۔ در عریضۂ خود[1] از احمد نگر بہ اکبر بادشاہ می نویسد کہ:۔

"در احمد نگر دو شاعر خاکی نہاد۔ صافی مشرب اند۔ ودر شعر رتبۂ عالی دارند یکے ملا"
"ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند۔ وہمیشہ مزۂ ترے دارد۔ دیگر ملا ظہوری کہ بغایت"
"رنگین کلام است۔ ودر مکارم اخلاق تمام۔ عزیمت آستان بوس دارد"

ناظم تبریزی گوید:۔

"در سنہ ہزار و بست وچہار ملا ملک فوت شد و ملا ظہوری یک سال بعد ازو"

وابو طالب کلیم گوید:۔

ملک آن پادشاہِ ملک معنی — کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی — کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزار جنت رفت آخر — کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام — بگفتا۔ او سر اہل سخن بود

۲۵ ۱۰ھ

امّا این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد۔

پیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم۔ در وقت تحریر دیوان غزل

---

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۴۱۷ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء

مختصرے از و بنظر در آمد - خوش لفظ است - اما معانی تازه کم دارد - وتشبیه که رکن رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شده - واشعار چیدهٔ او ازین قبیل است که به تحریر می آید ؎

دلم ز داغِ غمت صد ہزار جا ریش است | کسی که دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرنج که بیداد کارِ محبوب است | اگر وفا نه نماید ستیزه هم خوب است
اگرچه مجلسِ مستان تهی ز غوغا نیست | ولیک صحبت نشان خالی از تماشا نیست
مده رخصت که ریزد خونِ مردم چشمِ فتانت | که ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت
اگر با مدعی عهدِ وفا بستی نمی رنجم | که می دانم ندارد اعتبارے عهد و پیمانت
بروزِ حشر شهیدان چو خون بها طلبند | تبسّمے کن و خاموش کن زبانِ همه
باحتیاطِ می عافیت به ساغرِ ریز | که سنگِ تفرقه خصمِ پیاله داران است
پیامم سست عهدان داشت سقمے | که قاصد دست بر نبضِ خبر داشت
صلح کردیم من و غیر و دین بود صلاح | زانکه جنگِ من و او - باعثِ رسوائی تست
مرغِ شب کور که در سایهٔ پروانه گداخت | بهتر آنست که تقلیدِ سمندر نکند
صد ستم دیدی ملالت یکبار سر کن شکوهٔ | نیستی شرمندهٔ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بهوس گر سر کارے می داشت | چادر حرم چون تو نگارے می داشت
ای کاش ملالت بوالهوسی می آموخت | تا در نظرِ تو اعتبارے می داشت

(۱۲) ظهوری - ملا ظهوری ترشیزی

ظهور دولت سخن در عهد او بمعارج علیا رسیده و نهالِ کلامِ موزون از زمین تربیت او سر به طارم اخضر کشیده -

مرزا صائب او را با ادب یاد می کند و می گوید ے

صائب نداشتیم سر و برگ این غزل　　　این فیض از کلام ظهوری بما رسید

ظهوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان فقیر را خوش آمد ے

با خنجر کشیده تغافل رسانده بود　　　خود را به پیش من که نگاه از قفا رسید

ساقی نامۂ ظهوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و به نازک اداییها دل از دست می برد۔ کتابۂ[1] این میخانه بنام **برهان شاه** والی **احمد نگر** است۔

نثر ملا هم طرز خاص دارد۔ امّا غزلش باین رتبه نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات محمل سیاحت بر بست۔ و به سیر **عراق و فارس** پرداخته عازم گلگشت **دکن** گشت و از خوان احسان **ابراهیم عادل شاه** فراوان نعمت اندوخت۔ و کام و زبان را بحلاوت شیرین ساخت۔

ملا **ملک قمی** او را بزیور کمالات محلی دیده طرح الفت ریخت۔ و صبیۂ خود را در عقد ازدواج مولانا کشید۔

و این هر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند که تالیفها بمشارکت فکر به تحریر آوردند۔ چنانچه **ملا ظهوری** در دیباچه **"خوان خلیل"** می طرازد که "ظهوری قبل ازین در پیرایش **"گلزار ابراهیم"** و اکنون در گستردن **"خوان خلیل"** سهیم عدیل ملک الکلام است"۔

وفات **ملا ظهوری** در **دکن** سنه خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد۔

سی سال پیش ازین کلیات سیر صفحات از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند انتخاب افتاد ے

شب از مژگان تر رفتم غبار آستانش را　　　پشیمانم که کارے یاد دادم پاسبانش را

[1] مراد از کتابه در اینجا ڈیڈی کیشن است۔

تغافل پیشهٔ صیاد افگن این سرزمین باشد — که دائم بهر تقریب نگاهی در کمین باشد

نیفتادم چنان کز کوشش افلاک برخیزم — مگر گرد تو گردد گرد من کز خاک برخیزم

همچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم — کوچه گردی است بجا گرچه زمینگیر شدیم

ازین چه باک که رسم وفا نمی دانی — بلاست اینکه طریق جفا نمی دانی

مدار خویش منه جمله بر سخن دانم — گذشت کار ز طفلی چرا نمی دانی

سعادت است به عشق تو هر نفس مردن — وکیل خضر منم عمر جاودان نذر است

تصرف عجبی کرد در مزاجش غیر — عجیب نیست که غیرت مزاج گو[1] شده است

نیاز مود که زور غرور تا چند است — اگر حریف ضرور است عجز ما اینجاست

که دیداست این چنین صیاد قدردان مروان را — که زخم فربه از نخچیر لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور میکن — نیستم مرد عداوت بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاهی تیز بینان قاصدی خواهم — نشستن بر سر راه صبا از من نمی آید

بتمکین گاه عرض حال کوه آهنی بودم — چه دانستم حیا در عشوهٔ سیما بکم اندازد

خموشی نقشها از روی سخن پرداز می داند — نشستن اینکه ساکت هیچگه ملزم نمی گردد

اگرچه یاد مرا رخصت نشستن نیست — همین بس است که بر خاطرش گذر دارد

ز حد برد است چشم اشکبارم فرد غلطانی — نمی دانم شکیبم از سفر کی باز می آید

سعی فرمای که سیماب شوی از تف شوق — که اگر کشته شوی قدر تو افزون گردد

بردباران کوه را از کاه کمتر می نهند — ناتوانان اند لیکن در سخن بر داشتن

ذوقی است پادشاهی اقلیم دوستی — خواهم که یک دو روز تو باشی بجای من

تیغ تو نمی داشت اگر آب مروت — خون چو منی را که رساندی به بهائی

فلک گویا تلاش منصب مشاطگی دارد — وگرنه چیست از خورشید و مه آئینه گردانی

[1] مزاج گو کسی که موافق مزاج کسی سخن گوید (فرهنگ رشیدی جلد دوم صفحه ۲۳۳ مطبوعه کلکته ۱۸۷۲ء)۔

کدام جورِ تو از لطف دلنشین تر نیست | چه احتیاج کہ تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضۂ[لے] خود از احمد نگر بہ اکبر بادشاہ بر می نگارد کہ :-

"مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزے در باغ یکے از شرفاء مکّہ معظمہ مجمعے بود۔ اقسام"
"مردم بر کنار حوض نشستہ صحبتے مے داشتند۔ بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراء النہر گفت"
"کہ فردا چہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد محمود صباغ"
"نیشاپوری برخاستہ گفت۔ نامعقول مگو عید حوض کوثر مدوّر است وساقیش علی مرتضیٰ"
"دگر ہیچ نیست"۔

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد۔ رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ در کتاب "البدور السافرہ" می آرد اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا عَلَی الْحَوْضِ اَنْظُرُ مَنْ یَرِدُ عَلَیَّ وَالْحَوْضُ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَّزَوَایَاہُ عَلَی السَّوِیَّۃِ یَعْنِیْ عَرْضُہٗ مِثْلُ طُوْلِہٖ

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود۔ وگوئے غزل گوئی از اقران می ربود۔ قوت مدرکہ بلند داشت۔ و با مُلّا شکوہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند۔ میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید "وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد۔

و او ساز سخن باین قانون می نوازد ؎

شمکشانِ محبّت دم از فغان بستند | گرہ ز جبہہ کشادند و بر زبان بستند

لے دربار اکبری صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء۔

ترا به نکهتِ پیراهنے مضایقه نیست — دلے به طالعِ ما راه کاروان بستند

گر دل از عرض تمنا بمرادے نرسید — این قدر شد که ترا بر سرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی - ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد - کاشانی المنشأ - از قافیه سنجان عهد شاه عباس ماضی بود - و گوی سخن از همداستانان می ربود -

واو قطعهٔ بنظم آورده پیش صادقی بیگ نقاش به اصفهان فرستاد - والتماس تخلص کرد - صادقی بیگ قطعهٔ در جواب نوشت - و چهار تخلص تجویز نمود - از انها فرقتی پسندش افتاد - از ان چهار تخلص یکے کلیم بود - گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی - گفت نخواهم که ظرفا کلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنه ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق افتاد نهال کلکش این نوع ثمر می افشاند

مجنونِ ترا عار ز عریانی تن نیست — پروانهٔ پر سوخته محتاجِ کفن نیست

چه شد اگر مژه بر هم نمی توانم زد — که لب بلب نرسیداست هیچ دریا را

خون تراوش می کند از چاکهای سینه ام — طفلِ اشکم باز گم کرد است راهِ خانه را

چو جادوئے که از بهرِ فسون لبها بجنباند — به افسونم زند چشمت بهم هر لحظه مژگان را

(۱۵) فغفور - محمد حسین

از سادات لاهیجان - و در فن طبابت و شعر و خوشنویسی ممتازِ زمان بود - در ایران رسمی تخلص می کرد - و بعد وصول هند فغفور تخلص برگزید - بلے شاه مصوّران کشور فصاحت است - و خسروِ نقش طرازانِ قلمرو کتابت -

دراواخر ایام زندگانی ملازم شہزادۂ پرویز بن جہانگیر بادشاہ شُد واشعر
خود را بمدحت او موشح ساخت۔

و در بلدۂ الہ آباد سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) جبینِ حیاتش بر
سنگ فنا افتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر
می کشد ۔

فلک امشب بکامِ رندِ دُردآشام می گردد | عسس گو خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد
درعشق چو ستارۂ تسبیح شماران | صد عقدہ بہ پیش آمد و از راہ نگشتم
سر شوریدہ بسامان نتوان باز آورد | این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندد
این قوم خودنما کہ نہ بینند عیب خویش | آئینہ کاش در گرہ تو تیا کنند
می رسد نازت ازان چشم کہ چون غنچۂ گل | سپہر مژگان تو از طرف کلہ می گزرد
ملاحت تو گواہ است و شور بختی من | کہ بے نمک نسرشتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ و نظام قلمرو نکتہ پردازی۔ در عمر سی سالگی دنیائی
پنج روزہ را وداع کرد۔ و این سانحہ در سنہ تسع وعشرین والف (۱۰۲۹) واقع
شد۔ خوابگاہش حافظیۂ شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ۔

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پر کارش | چو آن مرغے کہ گرداند کسے برگرد بیمارش
زدنیا یکسر موعم نباشد اہل دنیا را | کہ دلگیری نباشد در قفس مرغان دیبا را
گر فلک با من ہم آغوشش نماید وجہ زیبنت | باغبان بر چوب بندد گلبن نوخیز را

چشم چون بر عشوہ کردا دل کیسو خویش دید باده خود خورد ساقی ساغر لبریز را
دل کہ افسردہ شد از سینہ بدر باید کرد مردہ ہر چند عزیز است نگہ نتوان داشت
من آن مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد۔ مُلّا مرشد یزدجردی

مرشد سالکان جادہ سخن است۔ و صاحب تلقینِ مرتاضان این والا فن از وطن خود رہگرائے ہندشُد۔ چون بقندھار رسید۔ جاذبۂ التفاتِ میرزا غازی وقاری عقال پائے او گردید و دران عتبہ کرسی نشینِ عزت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت میرزا غازی خود را بہ ہند کشید۔
پوشیدہ نماند کہ وارد شدن مرشد از ولایت و بقندھار و رحل اقامت افگندن در سایۂ عاطفت میرزا غازی ہفدہ سال پیش ازین ہنگامے کہ تحریر ید بیضا درمیان بود۔ و در تذکرۂ مشاہدہ اُفتاد۔ تعیین تذکرہ از خزانۂ حافظ بر آمد۔
و میر تقی اوحدی صفاہانی صاحب تذکرۂ عرفات گوید ملخص کلامش اینکہ

”مرشد وقتیکہ از یزدجرد بہ صفاہان آمد بندہ بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ از انجا“
”بشیراز رفتہ۔ مدتے سیر کرد۔ چون بملک سندھ اُفتاد بہ صحبت او با میرزا غازی بر آمد“
”و ترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعہ شہادت چشید۔“
”ارادۂ درگاہ جہانگیر بادشاہ نمود۔ در اثنائے تحریر این مقالات بہ آگرہ آمد۔ چند روز اُو“
”دریافتم۔ پس در اجمیر رفتہ بہ اردوے جہانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف“
”گردید و الحال با مہابت خان می باشد“

و ہمچنین میر تقی در ترجمہ طالب آملی کہ با او ہم ملاقاتہا داردمی نویسد کہ:۔
”وقتیکہ از ایران عزم ہند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود“

بر خال و خط شناسان چهرهٔ تاریخ هویداست که میرزا جانی والی ٹھٹھہ پدر میرزا غازی در سنه احدی و الف (۱۰۰۱) ناصیهٔ بخت بملازمت اکبر پادشاه برافروخت۔ و میرزا غازی در ٹھٹھہ ماند۔ اکبر پادشاه ٹھٹھہ را به میرزا جانی ارزانی داشت۔ و نیابت به میرزا غازی عنایت شد و چون میرزا جانی در برهان پور در سنه ثمان و الف (۱۰۰۸) جان بجهان آفرین سپرد۔ پادشاه میرزا غازی را مشمول عواطف داشته ولایت سندھ را باز بازگذاشت۔ و در سنه احدی عشر و الف (۱۰۱۱) سعید خان چغتا بانتزاع سندھ مامور شد میرزا غازی حلقهٔ انقیاد در گوش کشید۔ وتا بھکر رسم باستقبال بجا آورده سعید خان را دریافت۔ و بهمراهی او خود را بدرگاه اکبری رسانید۔ همت خسروانی برحمت بحالی ملک سندھ رنگ رفتهٔ او را بحالت اصلی آورد۔ و در عهد جهانگیری صوبه ملتان در اقطاع او اضافه شد۔ آخر بصوبه داری قندهار سرمایهٔ افتخار اندوخت۔ و همانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنه احدی و عشرین و الف (۱۰۲۱) پیمانهٔ حیات او لبریز گردید۔

میرزا غازی بعد از آنکه از سندھ بهند خرامید۔ باز به سندھ نرفت۔ پس ملاقات مرشد و طالب با میرزا غازی در سندھ بقول میر تقی در عهد اکبری بوده باشد۔ و الله اعلم

مخفی نماند که تذکرهٔ میر تقی صفاهانی بعد تبییض این جریده بنظر رسید اسامی شعرا بترتیب حروف تہجی مے کرد۔ عجب صلاے عامے درداده۔ و به ادنی موزونے که پے برده چه قدیم چه جدید در مهمان خانهٔ خود تکلیف نموده و به از تذکرهٔ میر تقی کاشی است۔ تذکرهٔ صفاهانی نسخهٔ ناقص از حرف الضاد تا

له مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۳۴۵۔

حرف الباء بدست آمد و چند جا ضرورتاً بعضے مطالب الحاق نموده شد۔

مرشد در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از میخانہ فکرش سر داده مطلعش این است ؎

بہار است و دل مست و من در خمار — خوشا جام مے خاصہ از دست یار

گیرم کہ روز حشر سر از خاک بر کنم — آن دیده کو کہ جانب قاتل نظر کنم

من آن مرغم کہ گر یاری نماید بخت ناسازم — بود تا گوشۂ بام قفس معراج پروازم

طرۂ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن — چشم عاشق نیستم تا چند حیران زیستن

کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر — تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن

بسیار زحد می گذرد گرمی مجلس — دلسوختۂ در پس دیوار نباشد

بے سبب مرشد ز طورین شکایت میکند — اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام

جوان ز بسکہ شد از فیض ابر عالم پیر — شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخچیر

ہمان برنگ گل افتد بخاک سایۂ گل — ز بسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر

ہوا چنان برطوبت کہ از زبان تا گوش — ہزار جا بزند ریشہ نالۂ شبگیر

چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز — کہ شعلہ چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راہے پیشم بسے نشیب است و فراز — کز انجامش خبر ندارد آغاز

چون نالۂ عاشقان پست و بلند — چون وعدۂ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتاده و با یجاد سبعۂ

سیّارهٔ سپهر بلند خیالی را رونقے دیگر داده۔

عمدهٔ مثنویات او "محمود و ایاز" است که مصنف اکثر اوقات خود را صرفِ این کتاب ساخته۔ سال آغازش که احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید

در استفتاح این منشور نامی | بجو تاریخ نظمش از نظامی

و تاریخ اختتامش که سنه اربع و عشرین و الف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افاده میکند[1]

الٰهی عاقبت محمود باشد

اما ترتیب ناداده ورق حیات گردانید۔ شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمره در هندوستان نسخ متعدده فراهم آورده به تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجمله ربطے داد۔ و ملا طغرائی مشهدی دیباچهٔ نثر به تحریر آورد۔

و فوت زلالی در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع "از جهان رفت زلالی بجنان" تاریخ یافته اند۔

از محمود و ایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد | غم از یک جرعه شادی مرگ گردد
جنون یک قطره از لائے خم او | سرِ بیهوشی و پائے خم او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورهٔ کمره و مروّج نقود سره است۔ در آغاز سن وقوف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران مستثنے بر آمد و اکثر ناوک فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ قصائد

[1] ازین مصرع تاریخ مطلوب بر نمے آید۔

غرا دارد - و بیشتر ثنا گستر حاتم بیگ اعتماد الدوله است - و در صلهٔ قصیده دالیه که در مدح اعتماد الدوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید - و بعد فوت شیخ هم چند سال آن وجه به متعلقانِ شیخ می رسید مطلع قصیده مذکور این است ؎

اهل صورت که بجمعیت صوری شادند　　فارغ از تفرقهٔ معنوی اضدادند

رحلت شیخ در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) اتفاق افتاد - این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ؎

چندان دلم بپرسشِ چشمِ تو شاد نیست　　دانم که بر تو اضعِ مست اعتماد نیست

کشد چو سوی چمن بی قدرت ملال مرا　　گزد چو مار سیه سایهٔ نهال مرا

کم کُن شرابِ لطف که پر شد ایاغ ما　　روغن چنان مریز که میرد چراغ ما

کردی سفید چشمِ نقی را ز انتظار　　این بود پنبهٔ که نهادی بداغ ما

بهنگامِ وداعش می کنم نو عهد دیرین را　　چو بیمارے که وقتِ مرگ ایمان تازه میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند　　کوهکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نقی در گریه آورد اضطرابِ عشق جانان را　　که زورِ آتشِ سوزنده آب از چوب تر گیرد

من کشتهٔ آن چشم که در عین تکبّر　　با هیچ کسے در صددِ ناز در آید

رفتی و خموشم که در آغاز مصیبت　　ماتم زده یکچند بشیون نبرد راه

نقد دل دزدی و آنگاه بتقریب حیا　　سر به پیش افگنی و چشم به بالا نکنی

نیست در عشق دلِ شاد شنیدی که چه بُد　　پادشاهی ز غلامی بدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر　　عوضِ روز قیامت شب تنهائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خاله زادهٔ حکیم رکنا کاشی بود - جوهای معانی بلند است و غواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید ۔

بطرز تازہ قسم یاد می کنم صائب　　　که جائے طالب آمل در اصفہان پیداست

در ریعانِ شباب از ولایت خود برآمدہ بہ نزہتکدۂ ہند خرامید چون میرزا غازی وقاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید ونقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد ۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید ۔ و بہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد ۔ و دران قصیدۂ رفتنِ خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان می نماید ۔ از انجاست این بیت ۔

عنایاتِ شوق تو شُد ورنہ کے دِل　　　زدے فال رجعت زہندوستانم

و بعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت و ایامے با عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر بُرد ۔ آخر با عتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸ھ) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندوخت و درہمین سال ابوطالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود ۔ طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نورجہان بیگم قصائد غرا دارد ۔

وستی النسا خانم ہمشیرۂ طالباست ستی النسا خانم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود ۔ وشوہرش نصیرا برادر حکیم رُکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست ۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت ۔ کلان را بعقد ازدواج عاقل خان وخورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاءالدین مخاطب بہ رحمت خان کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکناست در آورد ۔

ستی النسا خانم در ذی الحجه سنه ست وخمسین والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی در نوردید۔

طالبا در اوائل مُهرداری اعتماد الدوله بود آخر مستعفی شد و قطعهٔ اعتذاری بنظم آورده۔ ازانست ؎

دو صنف اند اهلِ طبیعت که هرگز | ندارند باهم سرِ سازگاری
یکے را فرومایگی کرده شاعر | یکے را بزرگی و عالی وتباری
من آن شاعرم شکر لِلّٰه که دارم | ز بختِ بلندِ تو امیدواری
که گر دهر یاقوت یکدانه گردد | در و بینم از چشم نا اعتباری
به گلزارِ معنی هزارِ فصیحم | بمنصب چه شد نیستم گر هزاری
چو مهرِ تو دارم چه حاجت بمُهرم | مرا مهرداری به از مُهرداری

طالبا در مدح قلیج خان ناظم لاهور قصیدهٔ هشتاد و چهار بیت در یک شب فکر کرده و بآن می نازد و می گوید ؎

منم که نیست چو من شاعرے ز اهلِ سخن | منم که نیست چو من قائلے ز اهلِ کلام
گواه این دو سه معنی همین قصیده بس است | که یافت از سرِ شب تا سپیده دم اتمام

اما میرزا صائب اشهب فکر از طالبا تیزتر راند۔ وهنگام ورود برهان پور قصیدهٔ شصت و یک بیت در یک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آورده و دراینجا مے فرماید ؎

هزار حیف که عرفی و نوعی و سنجر | نیند جمع بدار العیار برهان پور
که قوتِ سخن و لطفِ طبع مے دیدند | نمی شدند بطبع بلند خود مغرور
همین قصیده که یک چاشت روی داد مرا | ز اهلِ نظم گرفت است در سنین و شهور

اگرچه طالبا را بیست و سه بیت افزون است۔ اما افزونی ابیاتِ طالبا با وسعت

وقت کم است۔ و کمی ابیات مرزا بانتنگی فرصت افزون۔ و این معنی از تقسیم ابیات برساعات واضح می شود۔

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا صائب بے ادبی نمی توان کرد۔ امّا این ہمہ تفاخر از طالب آملی نامنظور است۔ چہ شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در مدح میرزا اسعد الدین در عرض چہار ساعت نجومی انشا نمود۔ و مطلقاً لب باظہار کمال نکشود۔ مطلع قصیدہ این است ؎

بسکہ جوشد شعلۂ حل کردہ از مینائے من — شیشہ را فوارۂ آتش کند صہبائے من

و در آخر قصیدہ می گوید ؎

شب کہ گرد یدم ہم آغوش پریزاد خیال — چہار ساعت در گذار شام دیو آسای من

این ہمہ اطفال معنی را کہ افکار من اند — زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبا در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی برآمد و این واقعہ در سنہ ست و ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر بادشاہ بیک سال رو داد۔

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبا در وقت تحریر۔ بدست آمد فرصت وفا نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود۔ گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گر من بجائے جوہر آئینہ بودمے — نے رو نما نترا ابنوکے می نمودمے

من کیم کز شرم قتل من سر انداز د بہ پیش — ہیکل خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانہ ز ارباب کرم مے گذرم — چون سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشان گذرد

ملایمت کن و فارغ شو از ملامت خلق — کہ نخل موم ز آسیب تیشہ آزاد است

دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب — ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم

سبک چنین کہ بگلگون می سوار شدم — امید ہست کہ رنگ پریدہ را گیرم

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلاح — در عمارتگری گنبد دستار خود اند

مزهٔ در جهان نمے بینم دہر گوئی دہانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفہانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود۔ مشارٌ الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ وحکمت نظری را بشیتر ورزید۔ ومدتے مشق طبابت کرد۔ قرابادین او مشہور است۔ وعمرہا در نسخہ نویسی شعر اُفتادہ بمعاجین افکار دماغہا را تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید ے

دراصفہان کہ بدردِ سخن رسد صائب کنون کہ نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاہ عباس ماضی بافزونی قرب ومنزلت امتیاز داشت تا بحدے کہ روزے درعرض راہ شاہ را برخورد۔ شاہ خواست کہ از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت " شاعری فضیلت شفائی را پوشید۔ وہجا شعرا ورا پنہان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم بتوبہ موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع وثلثین والف (۱۰۳۷) اتفاق اُفتاد۔

زادۂ طبعش دیوان جدو ہزل وچند مثنوی است مثل " دیدۂ بیدار " و " نمکدان حقیقت " و " مہر ومحبت " این ابیات از دیوانش ماخوذ شدے

در دل در آ تفرجِ گلہای داغ کن ازخانہ چون ملول شوی سیر باغ کن

خویش را بر قلب غم آخر دلِ بیتاب زد این کتانِ پارہ کوس ہمچشمی مہتاب زد

حاکمے تو کو کہ بر درگاہ او دادی کنیم مشتِ خونے در جبینِ عالم وفریادے کنیم

از زبانِ خنجر کین پرسشِ دلہا مکن عاملے را طعمۂ شمشیر استغنا مکن

ای در آغوش ملک پرورده بدخوئی مکن | شکرستان زیر لب داری ترش روئی مکن
بخود ز غم تو نگویم که هم رسوائی است | نهان کنم ز خیالت که یار هرجائی است
به انتقام ابد آشتی میسر نیست | ز بسکه خوی تو بر یک گناه می پیچید
نونهالی که دلی شگفد از پهلوی او | جای آنست که پهلوی خزان بنشیند
دامن دیده نگهدار که در مذهب ما | دل چو شد کشته دیت از مژهٔ تر گیرند
یک لحظه نپرداخت مرا داور محشر | این شکوه بها نسوز بمحشر دگر افتاد
خدا عشق مرا از ننگ رسوائی نگهدارد | که بر بینائی پیراهن این راز می گردد
گر قیمت جان بهای وصالت نمی شود | از قاصد تو ذوق خبر می توان گرفت
آن دل که نامزد به وفای تو کرده ام | کاری مکن که عربده جوی دگر شود
تپ غم دیده را دلسوزی شکر زبان دارد | تبسم را مکن شیرین که می ترسم بجان افتم
ز هر بیدادم به بزم امتحان کم کم مریز | هرچه داری به سرم هم ریز تا یکجا کشم
پی شکستن پیمان همین بس است تلافی | که بهر تازگی عهد داد دست بدستم
مرا قیمت به پنهان دیدنی کردی خوشنودم | که بوی عاشقی می آید از دزدان نگاه کردن

(۲۳) قاسم - قاسم خان جوینی

قاسم مائدهٔ فصاحت است و ناظم جواهر بلاغت منیجه بیگم خواهر اعیانی نورجهان بیگم در حبالهٔ عقد قاسم خان بود. و به علاقهٔ نسبت جهانگیر پادشاه به پایهٔ امارت و رتبهٔ مصاحبت سر برافراخت. و به قاسم خان منیجه مشهور گردید[1] در اواخر عهد جهانگیری بحکومت صوبهٔ اکبرآباد و حراست قلعهٔ آن مصر می پرداخت و در آغاز دولت شاهجهانی به منصب پنجهزاری پنج هزار سوار و ایالت

۱؎ مآثر الامرا جلد ۳ - صفحه ۹۷ مطبوعه کلکته.

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔

ودر سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبعی در گذشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق بود در نماز تہجد تقید داشت۔ و ہر سال دو لک روپیہ بمستحقان می رسانید رایت سخن باین شکوہ می افرازد ؎

نمونۂ جرس بیدلم صدا نکنم | ز بس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم
راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم | خون خوردہ ایم تا لب غماز بستہ ایم

(۲۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ وطراح سخن باحلاوہ۔ میرزا صائب کلام او را تضمین میکند۔ و می گوید ؎

جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت | چو شیشہ از دو طرف می کشند زنجیرم

از ولایت خود بکشور ہند آمدہ و بشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر پادشاہ لازم گرفت۔ و بہ تقصیرے مورد عتاب شدہ در حبس افتاد۔ و بتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مدتے با او بسر برد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

در عشق ہر کجا کہ بلندی است پست ماست | فیروزۂ حباب گردون بدست ماست
نتوان خرید باچشم تو گردن آرے | بتواضع گزرانند زخود مستان را

(۲۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ و حرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ میرزا

صائب سخن او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فتحی گفته است — از فراموشان مبادا آن کس که ما را یاد کرد

فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملایمت و نهایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنه خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوهر سخن چنین در سلک نظم می کشد ؎

هزار نکته بمن گفت چشم غمازش — چو سر بخورده که بیرون نیاید آوازش

بدیده اشک شود رهنمون دل ما را — ستاره شمع بود رهروان دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات هرات۔ و آئینهٔ نقش پذیر حسن صفات بود۔

خوانندهٔ افسون فصاحت۔ نوازندهٔ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکه مست فیض بهاراند چون اسیر — تا جرعهٔ ز جام فصیحی کشیده اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم هرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم محبت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی به هرات اتفاق افتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرهٔ ایشان بمنازعه انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از هرات برآمده فصیحی را هجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد هجو فصیحی در دیوان شفائی بنظر در آمد دل نخواست که زبان قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔ میر تقی اوحدی صفاهانی گوید۔ چند نوبت عزم هند کرد مانع او شد ند چون ماهچه لوائی شاه عباس ماضی در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز هرات گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاه افتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید۔ وہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد۔ از فروغ بیت تربیت گوہر اورا جلائے بخشید"

دیوان فصیحی بنظر درآمد۔ خوش محاورہ است۔ امّا مضمون تازہ بندرت دارد۔ این چند بیت ازو التقاط یافت ؎

زبونِ دردِ پریشان زلفِ یار شدم | نصیبِ دوست کہ صیدِ دلِ فگار شدم
ہر زیست خطِ دوست کہ چون بخت سر آید | آب سیہ از چشمۂ خورشید برآید
تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی | زلف بر خویش میفشان کہ پریشان نشوی
لبے کز ناز کی بارِ تبسم بر نمے تابد | بخونِ عالمے کامروزش بدشنام آشنا کردم
رتبۂ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب | بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است
ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا | بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود
خویش را بر نوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم | آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود
ما زہر فنا تلیم فصیحی نہ شہدِ ناب | مردِ طپانچہ خوردنِ بالِ مگس نئیم
خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند | محرومِ بوستانم و مردودِ آتشم
تو بہار ابشمیمِ گلِ عیشم مفریب | کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم
مختصر دستی کہ مارا بود صرفِ جام شد | گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم
خاکِ آن کوی فصیحی ز جبین رنجہ مکن | از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادرِ حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدرِ اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد۔ قصائد دلفریب و اردو غزلہاے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ؎ ۔

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است   که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر درآمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت
می دهد چون قاعدهٔ اغلب این جریدهٔ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد

به شوخی تو سوارے بصد رزین نشست   تو تا سوار شدی فتنه بر زمین نشست

گرچه در حاشیهٔ بزم تو داخل باشم   رو خراشیده تر از صفحهٔ باطل باشم

نه گلی چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم   دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در ره یارے گرو ممنونِ باری نیستم   گرچه خوار گشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سر تیار دلِ ریش ندارم   تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسهٔ چینی خداے را   انگشت بر بهم نزنی کز فغان پر است

قدِ من پست از بلندیها استغنای اوست   ورنه دیوارِ من از دیوار کس کوتاه نیست

ما و نگاه دور که رندانِ پاکباز   بر سر نے زنند گلے را که بو کنند

سینه بر خنجر او زن که شهادت اینجا   ناقص است ار مددِ کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پے رفعِ کدورت گریه می آید   اگر بر خاطرِ بادِ صبا بینم غبارِ خود

میرود رقص کنان بردم تیغے شاپور   دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو صبا بهر تلافی بسرِ کشتهٔ خویش   به که این صلح بر نجیدنِ پای نکشد

هر تیر که چون نیشکر از دست تو خوردم   تا آهنِ پیکان همگی جزو بدن شد

هیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر   عشق معذور است گر منصور را بردار کرد

عیب پوشِ خود نباشم عیب جوی کس نیم   دردمندم در شکستِ دردمندان نیستم

نعم البدلِ وعدهٔ صد سال وصال است   آن بوسه که نقد از لبِ پیغام گرفتم

کفن غبارم و عریانی ست کسوتِ من   نیم حبیب که خود را به پیرهن مالم

روشن نشد ز آتشِ ما چشمِ خانهٔ   همچون چراغ گور بویرانه سوختیم

فرصت عرض تمنا کو که در ایام وصل | با رستغنی و من مستغرق نظاره ام
زین سر که فروشان نتوان باده خریدن | صفرای می از بادهٔ خوناب شکستیم
ورق هستیم از هم بدر انید که من | دیده ام آنقدر اصلاح که باطل شده ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شهرستانی

شاعر ادا بند است و موجد اندازهاے دلپسند۔ ابو طالب کلیم گوید

میرزای ما جلال الدین بسر است | از سخن سنجان طلبگار سخن
راستی طبعش استاد من است | کج نهم بر فرق دستار سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید

خوشا کسے که چو صائب ز صاحبان سخن | تتبع سخن میرزا جلال کند

اسیر اگرچہ تلمیذ فصیحی هروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمۂ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید

با وجود آنکه اُستادم فصیحی بوده است | مصرع صائب تو اند یک کتاب من شود

میرزا از اجلۂ سادات شهرستان صفاهان است و بمصاهرت شاه عباس ممتاز زمان پیوسته سرگرم صحبت ارباب کمال بود۔ و بعلو همّت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خوگر شد که در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنۂ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار هستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نموده شد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازه کم واقع شده این چند رشحه از خمستانش می چکد

گرچه آن قیمت ندارد دل که پامالت شود | صرف آتشبازی طفلان همسالت شود
رخصت کشتنم بده نرگس کم نگاه را | یا مکن آشنای دل گرمی گاه گاه را

بامید کسے نگذاشت بیدادش دل ما را　　خدا اجرے دہد در کشتن ما قاتل ما را

بلب ہر دم زشادی شکر این سودا نمی گنجد　　کہ در دام تغافل غیر صید ما نمی گنجد

پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد　　شہید زخم شمشیر تغافل اجرہا دارد

خط یار گرچہ سر زد نگہ ستمگرش ہست　　چہ غم خمار دارد می ناز در سرش ہست

بکدام جان بنازد بکدام سر نہ بخشد　　چہ کند کسے بیکدل کہ ہزار دلبرش ہست

جولان دل شکاریش از کار بردہ است　　مستانہ می رود جلوے نتوان گرفت

غیرت روا نداشت کہ تنہا گذارمش　　عمر عزیز در قدم نامہ بر گذشت

نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم　　کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخاب من است

گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا　　چشم خوبان را نگاہ عذرخواہی لازم است

در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا　　سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد

صبح خندان می شود بر روے تیغ آفتاب　　کاملے باید کہ از تقصیر جاہل بگذرد

بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم　　نسیم را خبر از سرگذشت من مکنید

بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم　　عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام

گفتم نہ ہی دل نشنیدی سخنم را　　از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی

دستے کہ بر نگیرد از پا فتادۂ را　　چون آستین خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیر دنیا کردن　　در مملکت وجود سودا کردن

چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان　　از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی میر محمد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد۔ و اندازہائے مرغوب۔ در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد هند کشید و در سنه ثلثین و الف (۱۰۳۰) وارد دکن شد۔ و دران الکه مراحل زندگانی بپایان رسانید۔

سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی تو روزیکه رهم بر چمن اُفتد دیوار به از سایه که بر روی من اُفتد

یک دل آزاد درین دامگهِ فانی نیست یوسفے نیست درین مصر که زندانی نیست

چاشنی گیر زهر کاسهٔ این خوان گشتم خوش نمک تر ز سر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بهادِ نو بهاران ماند این عیش ببیل کوهساران ماند

زنهار چنان بزی که بعد از مردن انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعید نقشبند یزدی

نقشبند کارگاه خوش تلاشی است۔ وصورتاً آفرین هیولاے خوش تماشی میرزا صائب اورا بزبان ادب یاد می کند و می گوید ؎

این خوش غزل ز فیض سعیدای نقشبند صائب ز بحر دل بتاأمل رسیده است

سعید ادر صفاهان اقامت داشت۔ ونزد اکابر وقت معزز و محترم می زیست نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست که خارم ز دلِ ریش برارد این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیر مشهدی

نظیر عندلیب بهار است۔ و عدیلِ طوطی شیرین گفتار۔ در سنه ثلثین و الف (۱۰۳۰) احرام بیت الله بست و بعد از ادراک این سعادت متوجه هند گشت۔ و

دراثناء راه شدائد بسیار کشید و کشتی او شکست - بعد محنتِ تمام به شهر بیجاپور رسید - و در سلک مقربان عادل شاه انخراط یافت -

اول نظیری تخلص می کرد - باستدعای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد - گویند نظیری عوض حرف یا ده هزار روپیه به نظیر تسلیم کرد - و این سوال و جواب ظاهرا غلط شده باشد - زیرا که نظیر بعد فوت نظیری به هندوستان رسید و الله اعلم

نظیر آهوانِ معانی را باین قسم شکار می کند ؎

نگذاشت ز سامانِ تنم ضُعفِ جُدائی — چندانکه نگاه شوم و از مژه خیزم
در سلسلهٔ بال فشانانِ هوائی — خم ناشده از نامهٔ من بال و پر نیست

(۳۱) نادم لاهیجانی

سرخروئی معرکهٔ شُعراست - اما از شکستِ نفس نادم تخلص می گزیند - و صدر آرای مجلس فُصَحاست - لیکن از فروتنی دَر صفِ آخر می نشیند - الکن طلق اللسان بود - و قصب السبق از رائضانِ مضمار زبان آوری می ربود - از دیار خود بممالک دکن اُفتاد - و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانه داشت - بعد چندے بصوب بنگاله خرامید - و از انجا به عظیم آباد پٹنه حرکت کرد - آخر به اصفهان معاودت نمود و همانجا مرحلهٔ آخرت پیمود -

ریحانِ کلامش در سرزمینِ ورق سبز می شود ؎

در کعبه اگر دل بسوے یار نباشد — احرام کم از بستنِ زُنّار نباشد
هرگز این طفل مزاجی نرود از یادم — گر بتابوت روم شوخی گهواره کنم
باعث جلوهٔ گل دیدهٔ بیدار من است — بلبلان شور برآرید که خوابم نبرد
هنوزش رنگ طفلی هست گل چیدن نمی آید — بدامن آشیانِ بلبل از گلزار می آید

(۳۲) سروری کابلی

عالم بیگ نام دارد. نکات رنگینش گلدستۂ سروری است. و خیالات دلنشینش سرمایۂ حضوری. در اُردوی جهانگیری بسر می برد. و در زمرۂ خوش خیالان می زیست نهال فکرش باین رعنائی می بالد ؎

لطف و دشنام تو تسکین دل بیهوش ماست — آتش از آب چه گرم و چه خنک خاموش ماست

در رقص دست و پا زدن اختراع ماست — چون نبض زیر پوست تپیدن سماع ماست

چوگان صفت بطلب خود پشت پا زدیم — پیوند ما بمطلب انقطاع ماست

عُذر دست تهی است خُلق کریم — میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصراع او را تضمین می کند و می فرماید ؎

جواب آن غزل است اینکه گفته است مطیع — کلید کعبه و بتخانه در بغل دارم

مطیع تجارت پیشه بود۔ از دیار خود بسیر هند خرامید۔ روزگارے مهمنا داشت طرۂ اشعارش پیرایۂ عارض ورق می شود ؎

آهے که مرا از دل پُر درد بر آید — چون شاهسواری است که از گرد بر آید

چو وسعت عدم در خیال می آید — ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفه اوجے دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخن

اور تضمین می کند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ اوجی کہ وقتی گفتہ است | پادشاہی عالمِ طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوہرِ شعرِ مرا بہ من | تیغِ برہنہ ام کہ جگر دار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم ہرات بسر می برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعہ در آمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلی است کہ در باغ خودنمائی نیست | کریم ساختہ بودن کم از گدائی نیست

گر شامگہ شیب و گر صبح شباب است | پوشیدن چشم از دو جہان یکسرہ خواب است

ساغر بغیر داد ز رشکم خراب ساخت | آتش بدیگری زد و ما را کباب ساخت

تنگ گرم عنانم صفِ دیدار کجاست | بوسۂ بی ادبم کنج لب یار کجاست

رطلِ گران بقیمتِ جان می توان خرید | این آن گوہری کہ گران می توان خرید

درین زمانہ پسر با پدر نمی سازد | درین حدیث گواہم شرابِ انگوری است

بہر یک لب خندہ نتوان منتِ شادی کشید | منصبِ گل گر دہند غنچہ تصویر باش

ما حریف این قدر بار تعلق نیستیم | می نہد این رنگ را بر چہرۂ ما بستہ است

خاطرِ جمعی ندارم از تو آخر دیدہ ام | ہمچو دستارِ پریشانم ز سر وا کردۂ

کی بآرایشِ ویرانۂ ما می آید | آنکہ در آئینہ یک جلوہ بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بی غم تسلی ساختم | خاطرِ غم را باین معنی تسلی چون کنم

با آن کہ قتلِ ما بتغافل حوالہ کرد | چندان امان نداد کہ خاکی بسر کنم

صفای روی عرقناک یار را نازم | کہ صلح داد بہم آفتاب و شبنم را

از بادہ نمی توان بریدن | زین آب گذر نمی توان کرد

او حجی این قطرهٔ خونی کہ اجل خواہد ریخت	صرفہ آنست کہ در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقِ فراوان انوار چندے در خراسان باحسن خان شاملو گزرانید۔ آخر باصفہان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت	از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ در آمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محرر اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعرا نگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند	الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند
دوستان بوی می از خرقۂ ما مے آید	نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید
ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم	عالمے در تہِ یک آبلۂ پا دارم
پرتوِ شمع رخے افتاد در کاشانہ ام	سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام
دل را بشمیم گل داغے نرسانیدیم	پروانۂ خود را بچراغے نرسانیدیم
چو عندلیب مدارم بآہ و نالہ گزشت	چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت
باغبان چون غنچۂ نرگس مراد رخواب دید	تا بحسرت در کمین بزم چشمے وا کنم
زکعبہ آیم و رشک آیدم بخون نابے	کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کارِ دوبارہ چلیش بتاراج دادن است | می رازخم بجام کن و در سبو مکن
مطلب ز اضطراب بمقصد رسیدن است | از شیشہ تا بلب نرسد می رسیدہ نیست
نہ در بہار نشاطے نہ در خزان المے | فلک مرا بچہ امید در قفس دارد
نہ زخم خار کشیدم نہ بوی گل دیدم | زعندلیب شنیدم کہ نوبہاری ہست
آب حیات تیغت جان داد مشرقی را | ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۳۶) منیر ابو البرکات لاہوری بن ملا عبد المجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید "من بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و سخنے کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسر می برد ابن سیف خان داماد میرزا ابو الحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خورد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از خوان احسان او زلہ برداشت۔

و ہفتم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبر آباد رخت حیات بربست۔ نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند ؎

قدم برون ننہد ما و من ز منزلِ خویش | بود چو صورت آئینہ زیب محفلِ خویش
سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند | چو نخلِ شمع دوانند ریشہ در گلِ خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشهدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادتِ زیارتِ حرمین شریفین اندوخت - و بگلگشت هند خرامش نمود - و در شهر ربیع الآخر سنه ثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبهٔ صاحبقران ثانی مفتنے برلب گذاشت روز اول قصیدهٔ بعرض رسانید که مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال از شادی و بکشا زبان　　در ثنائے قبلهٔ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو هزار روپیه کامیاب گشت - و در ذیل ثنا طرازان انخراط یافت - و بیومیهٔ بیش قدرے موظف گردید - و بارها بجوائز کام دل اندوخت

شیخ عبدالحمید صاحب شاهجهان نامه در وقائع جشن نوروز سال هزار وچهل و پنج هجری می نگارد که :-

"روز پنجشنبه دوازدهم شوال سریر آرای آسمان چهارم پرتو اعتدال بر ساحت حمل"
"انداخت و افسرده طبعان نباتات را باهتزاز در آورد - شانزدهم ماه مذکور -"
"حاجی محمد جان قدسی در جلدوی قصیدهٔ که بمدح پادشاهی محلی ساخته بود بر زبر"
"کشیده مبلغ وزن راکه پنج هزار و پانصد روپیه شد باو مرحمت گردید و در اواسط شهر"
"ربیع الاول سنه تسع واربعین والف (۱۰۴۹) بعنوان صلهٔ شعر صد مهر عنایت"
"شد - و در جشن شفا یافتنِ جهان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش"
"در اوائل شوال سنه اربع و خمسین والف بعنایت خلعت و دو هزار روپیه تمتع"
"برگرفت" -

شیرخاں در مرآة الخیال می نویسد که :-

"حاجی محمد جان قصیدهٔ رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفته بعرض رسانید پادشاه"

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش از ان پر کردند انتہی"[۵]

اما مؤلفین شاہجہان نامہا مثل ملا عبدالحمید لاہوری و ملا علاء الملک تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پر کردن دہان قدسی بجواہر بہ زبان قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ۔ چون نام عبداللہ خان فیروز جنگ در وزن پادشاہنامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان ادا کردہ

نہنگے کہ از غایتِ احتشام — نگنجد بجز از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدن نام دو تعلیل آورد۔ از غایت احتشام[۱] و از بزرگی[۲]۔ احدہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد

نہنگے ست از غایتِ احتشام — نگنجد بجز از بزرگیش نام

و طورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست و خمسین و الف (۱۰۵۶) اتفاق افتاد۔ کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور از ان بلبل قدسی چمنم زندان شد (۱۰۵۶)

شیخ عبدالحمید می گوید کہ "قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور در گزشت" و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ

عمرہا در یاد او زیر زمین — خاک بر سر کرد قدسی و سلیم

عاقبت از اشتیاق یکدگر — گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم

---

۵ تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاهر منطوق عبارت همین است که هر سه دریکجا مدفون اند و این وقتی تواند شد که جسد قدسی را بکشمیر نقل کرده باشند۔

و میر طاهر نصیر آبادی می نویسد که " استخوان او را بمشهد مقدس رسانیدند"

دیوان قدسی بنظر تصفح در آمد و این چند بیت اختیار افتاد ؎

زودیه کردم من بی‌صبر داغ خویش را　　اول شب می کشد مفلس چراغ خویش را

در جلوه گری مثل تو کس یاد ندارد　　نادر بود آن پیشه که استاد ندارد

در مجلسی که یاران شرب مدام کردند　　نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند

اینجا غم محبت - آنجا جزای عصیان　　آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند

در چنین فصلی که بلبل مست گلشن پر گل است　　گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست

هر چه با زلف تو می ماند دل از من برد　　روز عمرم در تمنای شب یلدا گذشت

غم هجوم آورد و من در فکر بی سامانیم　　میزبان خجلت کشد هر چند مهمان آشناست

عیش این باغ باندازهٔ یک تنگدل است　　کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید

گر دست شام هجران گیرد گلوی شب را　　مشکل که تا قیامت از صبح دم برآید

عشق چون قسمت ارباب معیشت میکرد　　لاله داغی ز میان برد که نه انجم دارد

تاب هجران شرابم نیست تا وقت صبوح　　پیشتر از صبح می خندد گل پیمانه ام

نگذاشت بخواب عدمم شیون بلبل　　گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طهرانی

از طبقهٔ اتراک و نکته سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم۔ در سلامت عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز۔ ابتدای حال با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاہیجان انشا کرد۔

آخر الامر در عہد شاہجہانی سرے بہند کشید و مثنوی مسطور را تغیر دادہ بنام کشمیر ساخت۔ ازان است در صعوبت راہ کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد کہ این راہ — رہِ موران بود بر خرمنِ ماہ
زبس رہرو درو سنگین خرامد — زپا بش رشتۂ پنداری برامد
ہمانا کافراست این کوہ خونخوار — کہ دارد برکمر زین راہ زُنّار
مغلطان سنگ ازو تا مے توانی — کہ باشد بد بلائے آسمانی
بسامان رفتنِ این رہ زشت است — مجرّد شو کہ این راہ بہشت است

بعد ورود ہندوستان ندیم میر عبد السلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت۔ میر عبد السلام از عمدۂ امرا شاہجہانی است در عہد شاہزادگی بمنصب شایستہ و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد۔ پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگالہ۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباہی گشت و چون نوبت وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود و ہم در زمانِ حکومت دکن سنہ سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد۔

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر مے برد۔ و در سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست۔ و در دامن کوہے کہ مشہور بہ "تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوت نشینِ خاک گردید۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوقِ سلیم عرض می شود ؎

مگذار ز دستم که گلِ باغ وفایم
بر دستِ تو شایسته‌تر از رنگ حنایم

تا چند دیر و کعبه بخوان این فسانه را
همچون کمانِ حلقه یکی کن دو خانه را

بدست آینه از عکس رخش گلدسته را ماند
ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگ تو داغ ما
از روغنِ کمانِ تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا
بهتر از سرو بود سایهٔ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است
در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت
خونبهای شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنرور همه جا همراه است
جامهٔ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است
چون رگِ لعل ز دانا رگِ گردن عیب است

هما نصیب نوازِ من چنانکه خواهی نیست
که استخوانِ مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که ز بختم بسوی بزم تو راه است
چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل جان آتش است
ناوکِ او را مگر چون شمع پیکان آتش است

ساقیِ گلفام صحنِ باغ را میخانه ساخت
از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسی ز شیوهٔ آن کجکلاه نیست
چون صورتِ فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل که فصلِ گل بگلشن آشیان گیرم
دهم صد گل که همچون شمع یک برگِ خزان گیرم

چو بلبل باعثِ شوریده گفتاری نمی دانم
چو گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم

با وجودِ صد هنر لافم ز شعرِ دلکش است
خامه در دستم هنرور تیر روی ترکش است

روزیِ کس را خورد کس دیگری زان چه پروا
آب نتواند فرو بردن که رزقِ آتش است

بهر کدام نمک لطف می کنی خوب است
که داغهای دلم را ز هم جدائی نیست

راحتِ مردان هم از سرپنجهٔ مردانگی است
شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکاست

ذوقی از دیدنِ معشوق بدلگیری نیست
غنچه در چاکِ قفس قفلِ درِ زندان است

نگردد گریهٔ مستانه ام کم　　که این باران شب سینه گرفت است

نتوان نمود نقش ترا آنچنانکه هست　　آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است

خنده بر سرو مکن این همه در محفل خویش　　جامهٔ کوتهٔ اش اولی است که خدمتگار راست

سلیم از میهٔ نو حال آسمان پیدا است　　نشان مرکب طفلان رکاب کوتاه است

چون تند روی کاشیان تبدیل ساز میشود　　تا لب مجنون تهی لیلی چو در محمل نشست

به بزم باده مرو بے صحیفهٔ غزلے　　سفینه بطلب تا توان در آب نشست

مهمان بخانه دیر چو ماند عزیز نیست　　کوتاهی زمانه ز عمر درازهٔ ماست

گر سرو بود بجگله و بر زده دامان　　منعش نتوان کرد از ینها که جوان است

هیچ کس حال سر ما را نمی داند که چیست　　عالمے را چشم همچون صبح بر دستار ماست

شاهان چرا سلیم بر ور شکسے برند　　ملک سخن چو بیش ز یک گوشواره نیست

دل درون سینه ام می رقصد از حرف و سخن　　هیچ سازے ماهیان را چون صدای آب نیست

تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص　　راه پل دور است می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست آهنگ شکوه کردن　　چون دف بحلقهٔ ما دیوار گوش دارد

در مقام عشق دل را از تعلق پاک کن　　با نمد آئینه را نتوان بدست شاه داد

سلیم گفت که دارم بطره اش سخنے　　بخنده گفت که هندو زبان چه می داند

یوسف من چشم طفلان نیست تنها بر رهت　　شوق مکتوب تو پیران را کبوتر باز کرد

هیچ کس پروردهٔ خود را نمی خواهد زبون　　آب آتش را خصومت بر سر خاشاک شد

اعتبارے دولت جمشید را پیدا نشد　　تاک تا از دودمان خود باو دختر نداد

نسبتے در عاشقی ما را به تیغ بسمل است　　تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال　　تا نیامد سوی هندستان حنا رنگین نشد

باخبر باش از زبان خود که انایان راز　　از خموشی حلقه در گوش سخن چین کرده اند

جهانِ سفله اگر داد جرعهٔ آبے   همان نفس چو نیِ آن را بروی من آورد

از عذر نیست هرگز دلگیر وعدهٔ او   کاہل همیشه خواهد همراهِ لنگ باشد

نشانه می آید بکار زلف از آشفتگی   آشنایان را در ایام پریشانی بپرس

چو تند باد حوادث مشو غبار انگیز   پناه مردم بے دست و پا چو مژگان باش

بسکه دارم ذوقِ جستن از فضاے روزگار   درمیانِ خانه همچون تیرِ صیادان می کنم

سفرِ اوّلِ شوق است بکوی تو مارا   صید ما زود توان کرد که نو پروازیم

حیف باشد که زبے مهریِ او شکوه کنیم   ما که معشوق پران همچو کبوتر بازیم

چنان قناعتِ فقر است سازگار مرا   که چون حباب شوم فربه از هوا خوردن

عهد کردم که گر این بار بکوی تو رسم   سرمهٔ دیده کنم سایهٔ دیوار ترا

مخفی نماند که در تتبع فقیر اول کسیکه تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم است - می گوید

سلیم امشب بیادِ تربتِ حافظ قدح نوش است   اِلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْهَا

ومے گوید

گفت حافظ دید چون کلک سیاه فام را سلیم   بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت

زبان زدِ خلق است که او معانیِ بیگانه را با خود آشنا می ساخت - چنانچه ملّا وارسته گوید

دخلے که نکردی بکلام الله است   بینے که نبردهٔ تو بیت الله است

طرفه اینکه سلیم از دستِ دیگران می نالد و می گوید

دیوانِ خود بدستِ حریفان مده سلیم   غافل مشو که غارتِ باغِ تو می کنند

ونیز می گوید

دیوانِ کیست از سخنانم تهی سلیم   تنها نه برمن این ستم از دستِ آشنا

نام میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است - حاشا که باخذ و جر بپردازد - و متاع بیگانہ را دستمایهٔ خود سازد - مضایقه که از سلیم و صائب همسایه یکدیگر واقع شده و بنظر تتبع این نارسا رسیده در اینجا ثبت می نماید - و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر سلیم مذکور می شود -

سلیم ؎ مشاطه را جمال تو دیوانه می کند　　کآئینه را خیال پریخانه می کند

صائب ؎ دل را نگاه گرم تو دیوانه می کند　　آئینه را رخ تو پریخانه می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که ؎

هر کس که دید روی تو دیوانه می شود　　آئینه از رخ تو پریخانه می شود

سلیم ؎ چشم تو ام ز هوش تهیدست می کند　　یک سرمه دان شراب مرا مست می کند

صائب ؎ از چشم نیم مست تو با یکجهان شراب　　ما صلح کرده ایم بیک سرمه دان شراب

سلیم ؎ صدا چگونه بر آید کزین سیه چشمان　　بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ ما را

صائب ؎ نماند نالهٔ دل در درون شیشهٔ ما را　　بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ ما را

ملا طاهر غنی نیز این مضمون بسته است ؎

ز بیم آنکه مبادا صدا بلند شود　　ز سنگ سرمه شکستیم آبگینهٔ خویش

سلیم ؎ ز آشفتگی طرهٔ مقصود خبر داد　　هر فال که از شانهٔ شمشاد گرفتیم

صائب ؎ خواهد فتاد دامن زلفش بدست من　　این فال را ز شانهٔ شمشاد دیده ایم

سلیم ؎ زینت ارباب معنی جوهر ذاتی بس است　　لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباش

صائب ؎ شمع بر خاک شهیدان گر نباشد گو مباش　　لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباش

سلیم ؎ اگر بچشم حقیقت نظر کنی دانی　　که طوق فاخته بر پای سرو خلخال است

صائب ؎ حسن بالادست را آرایشے چون عشق نیست　　طوق قمری سرو را بهتر ز خلخال زر است

سلیم ؎ سلیم هندِ جگرخوار خورد خونِ مرا — چه روز بود که راهم باین خراب فتاد

صائب ؎ صائب از هند جگرخوار برون می آیم — دستگیرِ من اگر شاهِ نجف خواهد شد

آما ملا نوعی خبوشانی پیش از هردو می گوید ؎

گداخت هند جگرخوارم ای اجل پسند — که استخوانِ همائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز هند را باین صفت یاد می کند و می گوید ؎

دلم در آرزوے هند خون شد — که خون باد دلِ هندِ جگرخوار

مقتضای حُسن ظن آنکه اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند و تا که محمل حسنی داشته باشد چرا در پے محمل دیگر روند۔

علامهٔ[1] تفتازانی در مطول نقل می کند ملخص کلامش اینکه :-

"حکم سرقه وقتیکه کرده میشود که اخذ ثانی از اول یقینی باشد و الا احکام سرقه مترتب نمی تواند"
"شد و از قبیل توارد خواهد بود۔ و در صورتے که اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"
"در گفت که فلان شاعر چنین گفته است و دیگرے سبقت برده چنین یافته۔ و باین حسن"
"تعبیر متعلم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم بغیب و نسبت"
"نقص بغیر انتهی"

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظه کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چه احاطهٔ جمیع معلومات خاصهٔ حضرت علم الٰهی است تعالی شانہ۔ خامهٔ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چه داند که صید وارسته است یا بال و پر بسته ابوطالب کلیم خوب گفته و گوهرِ انصاف سُفته ؎

منم کلیم بطورِ بلندیِ همت — ره استفادهٔ معنی جز از خدا نکنم
بخوانِ فیضِ الٰهی چو دسترس دارم — نظر بکاسهٔ دریوزهٔ گدا نکنم

[1] مطول جلد ۲ صفحه ۲۴۰ بحث سرقه مطبوعه

دے علاج توارد نمی توانم کرد — مگر زبان بسخن گفتن آشنا نہ کنم

فقیر جزوے از اشعار توارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تواردات سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشہاد عرض می شود

امیر خسرو — بستم دل اسیران یکجا گریزد از تو — بحوالی دو چشمت چشم بلا نشستہ
صائب — بحوالی دو چشمت چشم بلا نشستہ — چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ
بنائی — قضا کہ بر لب او خط عنبرین دارد — برای کشتن من زہر در نگین دارد
صائب — امید جان شیرین داشتم از لعل سیرابش — ندانستم کہ از خط زہر در زیر نگین دارد
میر نجم — دم واپسین زلیخا بہمین ترانہ تن زد — کہ بہ جذبۂ محبت پسر از پدر گرفتم
نقی — چہ غم از فریب دشمن کہ محبت زلیخا — بکشاکش نہانی پسر از پدر برآرد
سلیم — شوق رویش ہمہ کس را بغریبی دارد — سبب این است جلاے وطن آئینہ را
کلیم — چند در خانہ اش آتش فتد از پرتو تو — زین ستم آینہ در فکر جلائے وطن است
سلیم — چون کشم بار گران غم دوری کز ضعف — نگہ خود نتوانم ز رخت بردارم
کلیم — ز ناتوانی خود اینقدر خبر دارم — کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم
اسیر — نیست جوہر بہ تیغ یار اسیر — بہر قتلم نوشتہ دارد
میر صیدی — نیست جوہر کہ بشمشیر تو تصویر شدہ است — رقم قتل جہانے است کہ تحریر شدہ است
ملا غنی — قضا جدا ز تو خونم چرا نمی ریزد — مگر ز دست قضا این قدر نمی آید
اسیر — یار ہرگز ببر نمی آید — از قضا این قدر نمی آید
سلیم — مگر از صبح محشر روزن من روشنی یابد — کہ شبہاے سیاہم ابروی پیوستہ را ماند
واعظ — چون دو ابروی سیہ کہ بہم پیوستہ است — بے تو شبہائے درازم ہمہ برہم بستہ است
حزنی — مرا بر سادہ لوحیہاے حزنی خندہ می آید — کہ دارد چشم لطف از دلبر نامہربان من
فطرت — مرا بر سادہ لوحیہاے فطرت خندہ می آید — کہ عاشق گشتہ و چشم وفا از یار ہم دارد

تسلیم — آنکه پیغام برد از ما بسوی او دل است | نامهٔ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

فطرت — می توان از دل تپیدن یافت احوال مرا | نامهٔ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

صائب — سرچشمهٔ حیات لبِ میچکانِ اوست | عمرِ دوباره سایهٔ سروِ روانِ اوست

فطرت — عیشِ ابد بکامِ دلِ دردمندِ تست | عمرِ دوباره سایهٔ سروِ بلندِ تست

صائب — صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد | آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ

علی — آب چون در روغن افتد ناله خیزد از چراغ | صحبتِ ناجنس را باشد ثمر آزارها

مشرقی — برگِ حنائیم و بامیدِ رنگ و بو | در دستِ دیگرے است خزان و بهارِ ما

خالص — ما را خبر ز شادی و غم نیست چون حنا | در دستِ دیگرے است بهار و خزانِ ما

واعظ — مدعا از دل برون کن تا برآید مدعا | شد نگین با نام تا افگند از خود نام را

وحید — دور فگن نام را که نام فگندن | صاحبِ نام و نشان نمود نگین را

ناظم در معراج — چنان بگذشت زین سقفِ مینا | که سیلابِ نگه از عینکِ صاف

وحید — ز چشمم مه سوے بالا سفر کرد | چو نورِ دیده از عینک گذر کرد

فیاض — بباغ بسکه ز شرمِ رخت گل آب شود | غلافِ غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود

وحید — بگلشنے که رخِ دوست بے نقاب شود | ز شرم غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود

دانش — لب تشنهٔ تیغیم بگو قاتلِ ما را | کو آب که شیرینی جان زد دلِ ما را

قاسم دیوانه — دمِ آبے ز تیغت نستدم | دلم می سوزد از شیرینی جان

صائب — همیشه صاحبِ طولِ امل غمین باشد | که چین بقدرِ بلندی در آستین باشد

بیدل — دستگاه هست هر قدر بیش است کلفت بیشتر | در خورِ طول است چینهائے که دارد آستین

وحید — بالِ مرا شکستگی پربسته است | پرواز ما چو رنگ به بالِ شکسته است

بیدل — بالافشانیست از مددِ عجز من نیم | پرواز ما چو رنگ به بالِ شکسته است

حنا گلشن آرا — عدم آئینه عالم عکس انسان | چو چشم عکس در وے شخص پنهان

جہان انسان شد و انسان جہانے   ازین پاکیزہ تر نبود بیانے

انسان ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش   عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش
انسان بمثل چو چشم عکس است درو   آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

این مضمون توضیحے میخواہد لہذا بشرح رباعی پرداختہ می آید۔

شرح

ہستی را کہ در اصطلاح صوفیہ صافیہ عبارت از حقیقتِ حق است تعالیٰ شانہٗ تشبیہ می دہد بشخصے کہ خود را در آئینہ مشاہدہ می کند۔ جہت جامع آنکہ ہر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی باعتبار اعضاء و در ذات حق عزّ شانہٗ بحسب شیونات ذاتیہ چنانچہ می فرماید کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا۔ و ہر دو خواہانِ ظہور اند آن تناسب اعضا می بیند و این کمال اسمائی و صفاتی جلوہ می دہد چنانچہ می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

و عدم را کہ در اصطلاح این طائفہ علیہ عبارت از علم حق است جل برہانہٗ تشبیہ می دہد بہ آئینہ۔ بعلاقۂ آنکہ ہر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ وجہ تشبیہ آنکہ حقائقِ عالم کہ نزد صوفیہ صور علمیہ است در مرتبۂ علم متجلی می گردد چنانچہ عکوس در مرآت منطبع مے شود و بر ارباب بینش ہویدا است کہ چنانچہ در آئینہ عکس جمیع اعضا می اُفتد عکس چشم نیز می اُفتد۔ و در عکس چشم عکس آن شخص بتمامہ نمودار می گردد۔ پس حقیقتِ انسان را کہ از جملہ حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظہریت اتم است تشبیہ می دہد بعکس چشم کہ آن ہم ممتاز است از عکوس سائر اعضا کہ آئینہ داری آن شخص می کند و او را باو باز می نماید بخلاف عکوس دیگر و ھٰذَا مَعْنیٰ کَلَامِ الشَّیْخِ الْاَکْبَرِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَکَانَ اٰدَمُ ھِیَ الْمِرْاٰۃُ الْمَجْلُوَّۃُ۔

واشتراک اسم مشبه ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلص شاعر کہ انسان است این لطف را دو بالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است در مرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود و عالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔

ومعنی بے خویش و بخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ ازین رو کہ موجود علیحدہ می نماید و بوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیرا کہ آن شخص درحقیقت خود بر خود مشہود می گردد و عکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ وازین رو کہ عکس درحقیقت خود اوست کہ بر خود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقت انسان از جملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق در وے جلوہ فرمود با جمیع مراتبے کہ در عالم متجلی است۔

ومعنی پاک از کم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالی در حقیقت انسان وظہور او در تمام عالم باہم متضاد و متناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان وتفصیل در عالم۔ چنانچہ صورت آن شخص در آئینہ ودر چشم عکس تفاوتے ندارد الا باعتبار کبر در مرآت و صغر در چشم عکس۔ وبنظر ہمین انسان را عالم صغیر می نامند و عالم را انسان کبیر۔

این معنی برطبق اصطلاح مشہور است واگر بر مکشوف حضرت مجدد قدس سرہ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الٰہیہ بشرطے آنکہ وجود حق جل شانہ و وجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ و وجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ و ہر یک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم۔

شیخ غلام مصطفی انسان

درین مقام دو کلمه ترجمه صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفی است واصلش از کنبو و مولد و منشأ او مراد آباد از توابع شاهجهان آباد۔ انسانِ کامل بود و در احاطهٔ علوم عقلی و نقلی ممتاز اماثل تحصیل معقولات بیشتر از مُلّا قطب الدّین شهید سهالوی نمود و نبذے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکهنوی تلمذ کرده و سلسلهٔ سند حدیث به شیخ عبد الحق دهلوی رحمة الله تعالی رسانید۔ و رسمِ ارادت در طریقهٔ قادریه بجناب شیخ جان محمد شاهجهان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد

شیخ جان محمد از کملاءِ عصر بود و در عزلت و استقامت یگانهٔ وقت می زیست۔ شاه کلیم الله چشتی دهلوی می فرمود کسیکه دریافت صحبتِ اسلاف تمنّا داشته باشد۔ صحبتِ شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفی در فنون دیگر سوای علوم درسی نیز دستگاه عالی داشت مثل طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم نشانه بینی و علوم هندی بحیثیتے که اکثر براهمه حل غوامض از خدمتِ شیخ می کردند و شعر هندی نیز خوب می گفت۔ صنادید شعراء هندی در حضور او سر فرود می آوردند۔ و اصلاح کبت و دوهه می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینه محفوظ بود۔ و کراسی از کتب در ملک نداشت۔ و استعاره هم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلهٔ متمتع ذکر می کرد که هرگاه این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعه را از فوائد مکتوبه زیاده می یافت و هر کس از ارباب فنون بخدمتِ شیخ می رسید بهر فنے که مناسبِ آن کس می دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گذرانید۔ در عهد عالمگیر پادشاه به علاقهٔ منصبداری از هند بدیار دکن خرامید۔ و مدتے درین دیار بسر برد آخرها ترک نوکر پیشگی کرده در بلدهٔ ایلچپور پائے اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبۂ از قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدین را گذرے بران قصبہ اُفتاد و از مردم استفسار حال بندہ نمود۔ صورت واقعہ بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و او را بیارد مردم گفتند او بآبادی زنہار نمی آید۔ حضرت ملا قلم گرفتہ بر شقۂ نوشت اَطْرِقْ کَرَا اَطْرِقْ کَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِی الْقُرٰی

این کلام افسونِ عرب است کہ بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت ملا کہ اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدنِ شقہ سَمْعًا وَطَاعَةً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم

شیخ پیش از انتقال بسہ سال لباس را تغییر داد و لبس قمیص اختیار کرد۔ شب اول در خواب دید کہ گویندۂ می گوید رَجُلٌ خَیْرٌ یَعْمَلُ خَیْرًا

انتقالِ او در سنہ ثنتین و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن ایلچپور

اکنون گلگون قلم بر جادۂ مدعای اصلی می خرامد۔

بقیہ بحث توارُد

گر گفتیم کہ شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطہ کرد دواوین زبان دیگر را چہ علاج می تواند کرد۔ و جامع السنۂ مختلفہ بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامۂ چلپی متخلص بفارغ گوید ؎

جرم از طرفِ غیر و ملامت ہمہ بر من　　گوئی سرِ انگشتِ ملامت زدگانم

این مضمون بعینہ در شعر ابن شرف قیروانی واقع شدہ کہ می گوید ؎

غَیْرِیْ جَنٰی وَاَنَا الْمُعَاقَبُ فِیْکُمْ　　فَکَاَنَّنِیْ سَبَّابَةُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن رشیق خواند و پرسید کہ مثل این مضمون شنیدۂ۔

؎ تاج العروس جلد ۶ صفحہ ۱۳۱۴ مطبوعہ مصر شرح ملا جامی صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کانپور سنہ ۱۲۹۳ھ۔

گفت بلی شنیده ام و بیت نابغهٔ ذبیانی برخواند ؎

فَكَلَّفْتَنِي ذَنْبَ امْرِءٍ وَتَرَكْتَهُ — كَذِي الْعُرِّ يُكْوَى غَيْرُهُ وَهُوَ رَاتِعٌ

عُر بضم عین مهمله مرضے است که در شتر میشود و شتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندن شعر با ابن شرف گفت که تو این مضمون را از بیجا گرفتهٔ و فاسد ساختهٔ زیرا که معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو هر دو یکے است و در بیت نابغه جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نه شخص با شخص مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید پس می بایست که زبان را تعذیب می کرد۔ و همچنین چشم نادیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ و شاعر را این اعتبارات کفایه می کند و ملّا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید ؎

نگاه گوشهٔ چشمی سوی ما می توان کردن — نماز وقت بیماری باشارہ می توان کردن

و برهان الدّین قیراطی در همزیهٔ خود گوید ؎

كَمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْهَا عَلَيْنَا — كَصَلوٰةِ الْعَلِيْلِ بِالْاِيْمَاءِ

و شوکت بخاری گوید ؎

تا کیم مژگان چشم داغ باشد تیر او — دیدهٔ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباته مصری گوید ؎

خَلَقْنَا بِاَطْرَافِ الْقَنَا فِي ظُهُوْرِهِمْ — عُيُوْنًا لَهَا وَقْعُ السُّيُوْفِ حَوَاجِبُ

طرفه آنکه شاعرے پیش از ابن نباته این مضمون را یافته۔ چنانچه علامهٔ تفتازانی در خاتمهٔ فن ثالث از مطول بیان کرده۔

و سید حسین خالص گوید ؎

خونے ز دم تیغ تو ای شوخ چکیده است — آن خال که بر گوشهٔ ابروے تو پیدا است

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ؎

لَبِسَتْ مِنَ الْمِسْكِ خِلَاتُ بُوجْنَتِهِ ‌ ‌ ‌ ‌ دُمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صِمْصَامِ لَحْظَتِهِ

وعلماء گفته اند که اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم۔ واگر مساوی باشد فضیلت اول راست وثانی بعید از ذم است۔ بشرطیکه آثار سرقه هویدا نباشد۔

عارف جامی قدس سره در بهارستان تحت ترجمهٔ سلمان ساوجی میفرماید که۔

وے در سلاست عبارات و دقت اشارات بے نظیر افتاده۔ در جواب استادان قصائد دارد۔ بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر۔ وی را معانی خاصه بسیار است و اکثرے از معانی استادان به تخصیص کمال اسمٰعیل در اشعار خود آورد چون ثانی در صورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ؎

معنی نیک بود شاهد پاکیزه بدن ‌ ‌ ‌ ‌ که بهر چند درو جامه دگرگون پوشند

کسوت عاریه و باز پسین خلعتِ او ‌ ‌ ‌ ‌ گرنه در خوبیش از پیشتر افزون پوشند

هنر است این که کهن خرقهٔ پشمین ز برش ‌ ‌ ‌ ‌ بدر آرند و در اطلس و اکسون پوشند

ومضمون این قطعه را محرر کلمات در بیتے آورده و بر منطوق قطعه شاهدے گذرانیده۔

بیت این است ؎

شاهدِ معنی که باشد جامهٔ لفظش کهن ‌ ‌ ‌ ‌ نکته دانے گر جدید تازه پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابوطالب

همدانی المولد کاشانی الموطن۔ عارج طور معانی است ومقتبس نور سخندانی۔ بیضهٔ سخنش ید بیضا است و خامهٔ سحر شکنش همدست عصا۔ در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و همه جا داد سخنوری می دهد ولهذا جمعے اورا خلاق المعانی ثانی گفته اند

دوبار بسیر ہند شتافت کرت اولی در عہد جہانگیری رسید و با شاہ نواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" (۱۰۲۸) تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آنجا نہ استاد۔ و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتعے بر داشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامنِ دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سرحلقگی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت وچتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت درآمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند۔ و مورخان روزگار برخے ازان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع و اربعین و الف (۱۰۴۴) مقرر شد۔ و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرۂ شوال این سال نیر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید۔ و معانقۂ عید و نوروز نشئۂ سرور جہانیان را دوبالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابوطالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کردہ بپایۂ سریر اعلی معروض داشت مطلعش این است ؎

خجستہ مقدمِ نوروز غرۂ شوال فشاندہ اند چہ گلہائے عیش بر سرِ سال

قصیدہ درجۂ قبول یافت۔ وکلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیدہ شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگ برآمد۔ و بآن زبدۂ موزونان انعام شد۔

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی در مقابلۂ قصیدہ بزر سنجیدہ شد۔ وہمین قدر مبلغ ہموزن برآمد چنانچہ در ترجمۂ او گزارش یافت۔

و در سنہ ست و اربعین و الف (۱۰۴۶) باقیا نائینی قصیدۂ تہنیتِ نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیدہ شد۔ ومبلغ پنج ہزار روپیہ مساوی وزن حاصل کرد۔

و بوضوح پیوست کہ قدسی وکلیم بپایۂ سریر شاہی چنانچہ در میزانِ اکرام ہم سنگ بودند در میزانِ انعام ہم رتبۂ مساوات داشتند۔ و چنانچہ این ہر دو از باقیا در موزون معنوی راجح اند در موزونِ صوری نیز رجحان داشتند۔

و در جشن وزن شمسی سنہ ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸) در دار السلطنت لاہور کلیم را ہزار روپیہ بصیغۂ جائزۂ شعر عنایت شد

کلیم در آخرِ ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساختہ رخصت کشمیر حاصل کرد۔ و در آن خطۂ بہشت آئین رنگِ اقامت ریخت و بتقرر سالیانہ از سرکار پادشاہی آسودہ حال می گزرانید۔

چون الویۂ صاحبقران در سنہ خمس و خمسین و الف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت۔ وغرۂ ربیع الاول این سال ظل ورود بر خطۂ کشمیر انداخت۔ ابوطالب کلیم قصیدۂ در تہنیتِ مقدم بسمع پادشاہ رسانید و بمرحمت خلعت و دوبیست اشرفی طلاے احمر بہرہ مند گردید۔

وہچنین روزے کہ موکب سلطانی موافق چہارم شعبان ہمین سال از

گلگشت کشمیر عطف عنان نمود کلیم را در صلۀ قصیده دویست مهر انعام شد۔
فوت کلیم پانزدہم ذی الحجہ سنہ احدی وستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت ودر نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید ؎

گفت تاریخ وفات او غنی — طور معنی بود روشن از کلیم
۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوان کلیم نقل می شود ؎

دل دامن مجاورت چشم تر گرفت — با طفل اشک صحبت دیوانہ درگرفت
زان چشم ندیدم کہ نگاہے بمن افتد — بیمار عجب نیست اگر کم سخن افتد
نہ رحم کرد کہ خون دل خراب نخورد — غرور او ز سفال شکستہ آب نخورد
کے تمنائے تو از خاطر ناشاد رود — داغ عشق تو گلے نیست کہ بر باد رود
دماغ بر فلک و دل بزیر پائے بتان — زمن چہ مے طلبی ۔ دل کجا ۔ دماغ کجا
گر قفس تنگ است از بیرحمی صیاد نیست — صید از ذوق گرفتاری بخود بالیدہ است
دیدۂ امید را کردی سفید از انتظار — دوستداران را نبود این چشم از دلدار نیست
ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت — میان دست و دلم چون صدف جدائی نیست
از جہان بے بہرہ را نبود تمنا عمر خضر — روز کوتاہ از برای روزہ داران بہتر است
تو پادشاہ حسنی ۔ مشمار بوسہ بر ما — زیرا کہ عیب شاہان دانستن حساب است
ہر کہ خود بین و خود آرا ۔ ز ہنر محروم است — ہمچو طاؤس کہ پُر زینت و کم پرواز است
سر بریدن صدف نبود ز انکہ روزگار — یکجا بہیچ کس سروسامان نمی دہد
کباب حسن تو ام قدر خط نکو دانم — ز سایہ ذوق نکرد آنکہ آفتاب نخورد
اغنیا بہرہ ز اندوختۂ خود نبرند — کہ ہمین تشنہ لبی قسمت دریا باشد
مژہ را داد ز کف چشم تو در آخر حسن — ترک مفلس چو شود تیغ ببازار برد
دوستان نازک مزاج و ما بسے نازک دماغ — چون کسے اوقات صرف پاس خاطر ہا کند

بتان زصحبت هم می کنند کسب غرور | ترا بآینه هم آشنا نمی خواهم
دشنام و بوسه هرچه عوض می دهی بده | حاشاکه باتو بهر دل گفتگو کنم
چون رشتهٔ گلدسته بگرد همه خوبان | گردیدم و یک یار وفادار ندیدم
آخر بسان فاختہ ام شد گلو کبود | رہنت زخلق بسکہ بگردن گرفته ام
از ادای خارج هرکس خجالت می کشم | باکمال بے دماغی من وکیل عالمم
نهال سرکش وگل بے وفا و لالہ دورو | درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم
مکشای زبان بہ زخود ے را چو ببینی | زنہار کہ شمع شب مهتاب نباشی

(۴۰) معصوم میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است۔ صاحب ذهن ثاقب۔ و هم طرح ابوطالب کلیم و میرزا صائب بود۔

میرزا صائب غزلے می فرماید۔ و یکرنگی هر سه معنی طراز با هم بیان می نماید ؏

خوش آن گروه کہ مست بیان یکدگرند | زجوش فکر می ارغوان یکدگرند
نمی زنند بسنگ شکست گوهر هم | پے رواج متاع دکان یکدگرند
زنند بہ سر هم گل زمصرع رنگین | زفکر تازه گل بوستان یکدگرند
سخن تراش چوکردند تیغ الماس اند | زنند چو طبع بکندی فسان یکدگرند
بغیر صائب[۱] ومعصوم[۲] نکتہ سنج و کلیم[۳] | دگر کہ ز اہل سخن مهربان یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم هرات بسر برد و در عهد شاہجهانی قصد هند کرد و در نواحی بنگالہ افتاد۔ اعظم خان ناظم بنگالہ میرا با عزاز و احترام پیش آمد۔ و لوازم قدرشناسی بتقدیم رساند۔ اعظم خان جد ارادت خان واضح است۔ احوال او مجملاً در ترجمهٔ واضح سمت وضوح می پذیرد۔

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید۔ وازمواید احسان او کامیاب گردید۔
سکهٔ سخن باین خوش عیاری رواج می دهد ـ

مرا کشایش خاطر نه از گلستان است	کلیدِ قفلِ دلم برّهٔ بیابان است
ای که همراهِ موافق زجهان مے طلبی	آن قدر باش که عنقا زسفر باز آید
خرابِ همتِ خویشم که صبح چون گردون	گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند
نامِ قاصد چون برآمد قالب من شد تهی	مرغ روحِ من جوابِ نامهٔ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد که میر معصوم در سنه اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲)
در هند وفات یافت۔ وقطعهٔ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماهر بنظر در آمد۔ مادهٔ
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر وسنجر قدم نهاد۔
۵۲ ۱۰ ھ

(۴۱) شیدا

مؤلد ومنشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است۔ صاحب ذهن رسا وفکر آسمان پیما بود وشعر را بسرعت تمام میگفت۔ وبچشم زدن جواهر فراوان می سفت طبعش در مسلک سخن طرازی اگرچه راست می رفت اما از جادهٔ حسن خلق انحراف داشت۔

قصیدهٔ اعتراضاتے که در مقابلهٔ قصیده حاجی محمد جان قدسی بنظم آورده شهرت تمام دارد۔ وطالبائے آملی و میر الهی ودیگر مردم راهجو کرد۔ چون شیوهٔ هجا شعار خود ساخته بود۔ خود نیز هدف ناوک حریفان می شد۔ مناظرهٔ شیخ فیروز با شیدا مشهور است۔

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد هزار رسید"

در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود وایامے ملتزم آستانهٔ شهر یار بن جهانگیر پادشاه۔ بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاهجهان۔

اَنَا رَ اللّٰہُ بُرْہَانَہٗ منحرط شد۔ و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید۔ و چون مطلع او کہ ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے　　حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بسمع پادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نباید وصف کرد۔ و حکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند۔ شیدا قطعہ عذری املا نمود۔ و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل مے　　پیش جامی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سرِ عتاب درگزشت ؎

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ وہنے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو موسّسِ قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم۔ و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند۔

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شدہ بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظّف گشت۔

از منظومات اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم　　آمدہ سرچشمۂ فیض عمیم

درین چمن چو گل و لالہ شبنم اندود است　　کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلود است

بیک دل کے توان اندیشۂ دنیا و دین کردن　　کہ نتوان ہر دو دستِ خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لف تو تحصیل حاصل است　　با خضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید　　شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

هوا بست در سرے گنجد کہ ورز بیرِ دم تیغ ست　　چو شمع از جیب خود ہر دم سرِ دیگر برون آرد
شہید حسرتِ آغوشت امی نازک بدن گشتم　　بجائے موے سر در ماتم بند قبا بکشا

(۴۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع ہمدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے از و بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شہرۂ آفاق ازان است ؎

دماغم زمے خانہ بوئے شنید　　حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید
بگیرید زنجیرم اے دوستان　　کہ پیلم کند یادِ ہندوستان

دور ازان در اشک بیتابم بمژگان آشناست　　دست با سر سر بزانو۔ پا بدامان آشناست

ادہم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ ادہم گفتہ است　　گر منش دامن بگیرم خون من خود مردہ بہ

ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ ہندوستان کرد۔ و در عہد شاہجہانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطب بہ تقرب خان کہ از امراء عمدۂ شاہجہانی بود باریاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر بہ نجابت خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن ازبسکہ برندی و بیباکی مجبول بود۔ وسوداے نیز در سر داشت۔ و علانیہ مرتکب مناہی می شد۔ و با اعیان شوخیہا می کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان ہم بے ادائیہا از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بحبس فرستاد۔ تا در سنۃ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاہجہان آباد زندان ہستی را پدرود نمود۔

بہارسخنش چنین جوش مے زند ؎

رسائی بین کہ چون برخیزد از جا قد رعنایش　　فتد گیسوے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الٰہی ۔ میر الٰہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است ۔ کلامش لطافتے و عذوبتے دارد ۔ و ہذا اظہار الذتے خاص می بخشد ۔

در صفاہان بسیار بودہ ۔ و با حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ ۔ آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت ۔ بسیار خوش خلق و درویش مزاج بود ۔ و نزد اکابر معزز و محترم می زیست ۔

فوتش در سنہ اربع و ستین و الف (۱۰۶۴) واقع شد غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت ۔ مصرع بُرد الٰہی زجہان گوی سخن
۱۰۶۴

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ؎

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد　　ز آب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گل باغ مراد　　چون غنچۂ چیدہ خندہ ام رفتہ زیاد
گریان چو پیالۂ پُر م در کف مست　　نالان چو سبوی خالیم در رہ باد

(۴۴) یحییٰ ۔ میر یحییٰ کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش ۔ و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش از ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رہگراے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید ۔

مُلا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید :-

"غرهٔ ذی القعده سنه تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مهر انعام شد انتهی"

وچون قلعه ارک دار الخلافه **شاهجهان آباد** با سائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیه درسنه ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ بر آورد که ع

شد شاهجهان آباد از شاهجهان آباد
۱۰۵۸

دران جشن تاریخ از نظر شاهی گزشت وهزار روپیه صله مرحمت شد[1]

انتقال او در شاهجهان آباد یازدهم محرم سنه اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق افتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد ؎

به بوریا نه نهی پا که از فقیران است   قدم منه به نیستان که جای شیران است

زروی آدمیت پند من ناصح نمی داند   که من با آن پری خو کرده ام آدم نمی خواهم

مده ز دست گریبان گوشه گیری را   که مو میائی پای شکسته دامان است

هر چه یابم تا نیفشانم نمی گیرم قرار   در کف زال فلک پیسه چون پرویز کم

نرمی بسیار خواهد با درشتان ساختن   مغز خوبها خورد تا در استخوان جا کرده است

همچون غلاف گرد موافق یکی شوند   با تیغ شان ز هم نتوان ساختن جدا

حیاتم بس بود چندان که یکشب با گلی باشم   شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواهم

هراسان نی کار زور در ناخن دل کرد بود آخر   برائی فرش ایوان قناعت بوریا کردم

نیم از ناوک صیاد آگه۔ اینقدر دانم   که جائی دام اگر خواهی بجا کم نتوان کردن

دو لب دو ناخن مرد است تا بهم نرسند   گره ز خاطر خود وا نمی توان کردن

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۹۶۹ مطبوعه کلکته سنه ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابوتراب رضوی مشهدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازه یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دلنشینی۔

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاقِ هند گفت ؎

راهِ دور هند پابستِ وطن دارد مرا
چون حنا شب در میان فتن بهندستان خوش است[1]

بعد وصول هندوستان باریاب محفل شاهجهانی گشت۔ و در شعبان سنه خمس و ستین والف (۱۰۶۵) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید۔ و دو هزار روپیه صله عنایت شد۔ بیتے ازان قصیده این است ؎

بخوان بلند که تفسیر آیهٔ کرم است
خطے که از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاهزادهٔ دارا شکوه درآورده به الطاف خاص نوازش یافت۔ شاهزاده را این بیت او که ؎

تاک را سرسبز کن ای ابر نیسان در بهار
قطره تامی میتواند شد چرا گوهر شود[1]

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهائے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد۔ ازانجا رخت سفر به حیدرآباد دکن کشید۔ و نزد عبد الله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید۔

میر ابوتراب والدِ میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و در حیدرآباد در سنه ستین والف (۱۰۶۰) بربستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرهٔ

---

[1] مراۃ الخیال صفحه ۲۵۸ مطبوعه کلکته۔

میر محمد مومن استرآبادی دیده شد. بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر بنظم آورد[1]. رباعی

فطرت بنوروز گار نیرنگی کرد ‌‌ ‌ ‌ نشو اخت بهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمے درو می گنجید ‌ ‌ ‌ اکنون زتردد نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته هم بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز ‌ ‌ ‌ کاید بزمان کم لبسر عمر دراز
گیرم که چو عیسیٰ بفلک بر شدهٔ ‌ ‌ ‌ آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبد اللہ قطب شاہ میر رضی را نائب الزیارۃ خود مقرر نموده در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضهٔ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این خدمت دوازده تومان تبریزی سالیانه از سرکار سلطان باو می رسید نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی که منشی سلطان عبد اللہ بود. بنظر رسید.

انتقال میر رضی در سنه ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد. منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید.

نمک شناس اسیران گر از قفس رستند ‌ ‌ ‌ به نخل خانهٔ صیاد آشیان بستند
روی ماه نو بروی بادهٔ گلگون به بین ‌ ‌ ‌ آب عمر افزا بنوش و حُسن روز افزون بہ بین

---

[1] همین رباعی با دنی تغیر در مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۵۸۸ مطبوعه کلکته در ترجمه علامهٔ فیضی مذکور است و وفات او در سنه یک هزار و چهار اتفاق افتاده میر ابوتراب در سنه یک هزار و شصت رو داده پس از اینجا باید فهمید که حقیقت حال این رباعی چیست.

در بزم کنم سیر که جائے دگرم نیست | از حلقه برون چون قدح می سفرم نیست
بتار ساز درین بزم نسبتے داریم | خوش اند اهل نشاط از ضعیف نالیها
بپرهیز از آفت هم صحبت دیرینه باش | کاش از اول نبودے شیشه با سنگ آشنا
صفحهٔ دشت با مداد رفیقان طی کن | چون قلم بے دوسه یارے بسفر نتوان رفت
گشاده روئی خوبان در آخر حسن است | درین چمن همه جا موسم خزان باز است
متاب رخ نفسے تا بجائے خود باشیم | چو عکس آئینه مازنده از نگاه تو ایم
شب عید است و می بینم قدح در دست رنگینش | شبستان حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسی نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس حاذق طبیعت سخن۔ روح آفرین قوالب کهن۔

میرزا صائب نام او را بتعظیم میگیرد و می گوید ؎

این آن غزل حضرت رکناست که فرمود | پائے ملخے پیش سلیمان چه نماید

در فن طبابت نیز ید طولی داشت۔ و آثار تخلص خود بظهور می رسانید۔

سالها از مصاحبان خاص شاه عباس ماضی بود۔ شاه مکرر منزل او را بپرتو قدوم بر افروخت۔ آخر مزاج شاهی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاه مشاهده کرده از ولایت بر آمد و درین باب گوید ؎

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش | شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

و خود را بدار الامن هند کشید۔ و در آستانهٔ اکبر پادشاه بآسودگی می گزرانید[۱] و در عهد جهانگیری نیز قرین کامرانی و باریاب محفل سلطانی بود تا آنکه بتقریبے جانب

---

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۲۸۳ مطبوعه کلکته۔ ترجمه رحمت خان۔

الہ آباد رفت۔ وچندے دران مصر رحل اقامت افگند۔

آخر بار سفر بصوب حیدرآباد دکن بربست۔ میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کردہ شیشۂ شراب برمیر افشاند۔ میر آزردہ گشت وحکیم غرقِ عرقِ انفعال شدہ راہ بیجاپور گرفت۔ و دراینجا نیز زمانہ موافقت نکرد۔ ناگزیر بہ اردوی جہانگیری معاودت نمود۔ وبا مہابت خان ملازم گشت۔

چون صاحبقران ثانی شاہجہان براورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املاکردہ بعرض رسانید و بانعام دوازدہ ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است

پادشاہِ زمانہ شاہجہان	خرم وشاد وکامران باشد
بہرِ سالِ جلوس اوگفتم	درجہان بادتاجہان باشد

ودرسنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنا برکبرسِن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود۔ وقتِ رخصت بعنایت خلعت وپنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت ودرین رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت وبایران دیار برگشت۔ آوجی نطنزی گوید

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینۂ سخن از ورطہ برکنار آمد	گزر بساحلِ ایران فتاد دریا را
کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او	نویدِ عمرِ طبیعی دہد احبّا را
زمے مباد تہی دستِ ساقئے کہ رساند	بپای بوس صراحی پیالۂ ما را

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ کاشان گردید۔ وایامے توقف کردہ بہ ارادۂ درگاہِ شاہ صفی رو بصفاہان آورد وازشاہ چندان التفات نیافتہ بہ شیراز آمد۔ پس ازچندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید۔

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طرازد کہ:-

"حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در"
"سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و وارد - در اکثر سنوات"
"اور از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند-"

وفاتش در سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) واقع شد این مصرع تاریخ یافتہ اند[1]

رفت بسوی فلک باز مسیح دوم
۱۰۶۶

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است - مجون سخن چنین مرتب می سازد

اگر خواہی کہ سنجی زور فقر و سلطنت باہم | بچینیہای ففغوری بزن کشکول چوبین را
سبزہ پامال است در زیر درختِ میوہ دار | در پناہِ اہل دولت ہست خواری بیشتر
در ہجر یکہ و روز صبورم کہ از فراق | چون شاخِ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بارِ کسے | وین دیدہ ندوخت چشم بر تارِ کسے
صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز | تحت الحنکی بقصد دستارِ کسے

(۴۷) حاذق حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن - میرزا صائب بتضمین مصراع اوسے
پردازد و می فرماید

جوابِ آن غزلِ حاذق است این صائب | بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است[1] و در عہد جہانگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی داشت
وچون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی در زبان اکبری

[1] ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷ -

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شدہ بود۔ صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود و از درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری وخدمت عرض مکرر بعرضِ امتیاز درآمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبرآباد گوشۂ انزوا گرفت و بسالیانہ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ وتا سنہ اربع وخمسین والف (۱۰۵۴) سالیانہ او باضافہای متعدد بچہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع وستین والف (۱۰۶۷) در اکبرآباد شربت فنا چشید۔

از وہم خامہ را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر ومہ شد فاش | بیک کلاہ دو سر مشکل است پوشیدن
ما قدر جوانی چہ شناسیم کز اول | تصویر کشان قامتِ ما پیر کشیدند
بقولِ من نرسید است فعلِ من ہرگز | خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش

در ینجا مجملے احوال سید صدر جہاں[1] کہ در ترجمۂ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامۂ تقریب جو حوالہ می شود

سید صدر جہاں

مولد ومنشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ وطبعے ظریف ونکتہ سنج داشت۔

ابتداء حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملازمت اکبر بادشاہ رسید ومنصبِ افتاء ممالک محروسہ برو قرار گرفت۔

و در سنہ اربع وتسعین وتسعمائہ (۹۹۴) پادشاہ اورا باتفاق حکیم ہمام نزد عبداللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نمودہ

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸۔

درخطۂ کابل پادشاہ را دریافت۔

وپس از چندے بعطاے منصب صدارت کل بر صدر عزت نشست و رفتہ رفتہ بپایۂ امارت و منصب دوہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ در ایام شاہزادگی چہل حدیث در خدمت سید بخواند۔ شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت۔ روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شمارا ادا می کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سید را مختار کرد۔ او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ و صدارت را نیز بحال داشت۔ و **قنوج** را در اقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلق بود۔ در صدارت عہد جہانگیری چندان مدد معاش بمستحقان مقرر نمود کہ **میرزا جعفر آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** در عرض پنجاہ سال بخشید۔ سید در عرض پنج سال بمردم حوالہ کرد۔ صد و بیست (۱۲۰) سال عمر داشت۔ اصلاً در عقل و حواس او فتورے راہ نیافت[1] انتقال او در سنہ سبع و عشرین و الف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ و امراء آنجا سید را در فنون بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی و تیراندازی و شطرنج وغیرہ۔ سید در ہر باب کامل عیار برآمد و مردم آن دیار را در حیرت انداخت

اما ملا قاطعی رسالۂ درباب ایلچی گری **حکیم ہمام** و سید صدر جہان ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ حکیم ہمام نوشتہ اللّٰہ اعلم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ۔ و سید بر علماء آنجا غالب آمدہ۔

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - مُلّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشئہ زود رسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[۱] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است

هیمن ز خاک فرج کامران نشد صائب — کہ فیض ہم بظہور می از ین جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبداللہ قطب شاہ والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید

پری زادان سخن را چنین تسخیر می کند

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند — ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

در ہوای بادۂ گلرنگ بینا بیم ما — سالہا شد کز ہوا داران این آبیم ما

از رہ بیابانگ ہرزہ درایان نمی روم — کہ می دہد فریب صدائی جرس مرا

گر زیر سپہر یم عجب نیست کہ دریا — در زیر حباب آوفزون تر ز حبابست

ہمیشہ می خورم از خود شکست پنداری — کہ نیمہ ز دلم شیشہ نیمہ سنگ است

و از اشعار عربی اوست

لَا غَرْوَ اِنْ لَمْ تُنْصِعِ الْاَيَّامُ بِي — اَلدَّهْرُ اِبْنُ عَطَا وَاِنِّي الرَّاءُ

وَبِذَا اَجْرِي طَبْعُ الزَّمَانِ وَاَهْلِهِ — دَفْنُ الْكَلَامِ وَاَهْلُهُ اَحْيَاءُ

اشارہ است بہ **واصل** ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و عیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدی کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند[۲]

[۱] سلافۃ العصر نسخۂ قلمی ورق ۳۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [۲] ابن خلکان نمبر ۷۶۹ حرف الواو مطبوعہ یورپ و کامل جلد ۸ صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیر ؎

نَعَمْ تَجَنَّبَ لَا یَوْمَ الْعَطَاءِ کَمَا   تَجَنَّبَ ابْنُ عَطَاءٍ لُثْغَةَ الرَّاءِ

و دیگرے گوید ؎

وَجَعَلْتَ وَصْلِي الرَّاءَ لَمْ تَنْطِقْ بِهِ   وَقَطَعْتَنِي حَتّٰی کَاَنَّكَ وَاصِلُ

(۴۹) احسن ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام[1] احسن تخلص بن خواجہ ابو الحسن تربتی۔ خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال و دیوانی دکن اختصاص یافت۔ وچون جہانگیر بادشاہ سریر آرا شد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلی و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت و در سنہ ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید۔

وچون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود۔

و در سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد۔ و نظر بر اتفاق سفالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا نمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصت کشمیر فرمود۔

وچون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد۔ صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافت و منصب سہ ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید۔

---

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۳۷۔

ظفر خان مدتے بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ و ملک تبت را مفتوح ساخت[1]۔ و
پایانِ عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد و در سنہ ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳)
محمل بہ صحرائے فنا کشید

ظفر خان صاحب جوہر و جوہر شناس بود۔ و سرے بصحبت و تربیت ارباب
کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل **میرزا صائب** مادح آستانِ اوست۔

ظفر خان چند جا در مقاطعِ غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرز یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست تازہ گوئیہای او از فیضِ طبعِ صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح **ظفر خان** بنظر در آمدہ میرزا تعریف سخندانی او
بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجا می آرد۔

دیوان مختصرے از **ظفر خان** مطالعہ اُفتاد۔ از انجاست ؎

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید نگاہ دار کہ روزے بکار مے آید

در گوشۂ میخانہ ہمین گفت و شنید است یاران برسانید دماغے شبِ عید است

در بتانِ ہند چون او دلبرِ خودکام نیست رام رامم گرچہ می گوید ولیکن رام نیست

شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من قدرِ دلِ شکستہ چو زلفِ شکستہ است

گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفر خان مذکور۔ در عہد شاہ جہانی
منصب ہزار و پانصدی داشت۔ و احوال سی[؟] سالہ شاہجہان را ملخص بقید
قلم آورد[2]۔

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸ - [2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۲ -

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویۂ عزلت گزید و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت بہ نہانخانۂ عدم کشید۔

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویہائے قصیر متعدد دارد و از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت ازان است ؎

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست | چرا نبض مینا نگیرد بہ دست

این چند بیت از غزلیات او فراگرفتہ شد ؎

الفت میانۂ دو ستمگر نمی شود | دندانِ مار قبضۂ خنجر نمے شود
بسکہ در راہِ فنا با خاک یکسان شد تنم | بینوان ہمچون غبار افشاند از پیراہنم
از حوادث گوہرِ مردانگی کمتر نشد | تیغ اگر در آبِ آتش رفت بے جوہر نشد
ہردم نوید لطف دگر مے دہد مرا | دل مے برد ز دست و جگر می دہد مرا
گر بو نہم چو نافہ کشد آسمان بجاست | مو شد سفید و تیرگی دل ہمان بجاست
کشتئ بیت آورد وقت گشتِ مہتاب است | مدعائے میخواران سیرِ عالم آب است
کدام چیز عزیزان زیگد یگر گیرند | بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند
بیاد روی تو شبہا کنم نظارۂ ماہ | ز رِ سفید بود از برائے روز سیاہ
خلقِ خوشت مرا بہ ثنا خوانی آورد | گل عندلیب را بسخندانی آورد
دولت بوقت تیرگیِ بخت نکبت است | جاروب وقتِ شام پریشانی آورد
تیرہ طبعان بسینہ صاف بد اند | ذوقِ آئینہ نیست بد رو را
ما بزندانِ غمت خو بانشستن کردہ ایم | گاہ گاہے نالۂ برخیزد از زنجیر ما
لقمۂ چرب خوشامد نکند رام مرا | دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تر است
مرد را تن آسانی باعثِ فنا گردد | زود بگسلد از ہم رشتۂ کہ بیتاب است
از بسکہ دستِ من ز تعلق بریدہ است | رنگِ گرفتہ را بہ حنا باز می دہد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد — گل بیشتر دهد چو کنی شاخ را قلم
عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس — دایه پرهیز کند طفل چو بیمار شود
طرزِ آئینه خوشش نه کرد دلم — عیب پوشی به از نمد پوشی است
ز دور ساختن ابرام سفله گردد بیش — که زود رستنِ مو از پئے تراش بود
هر کجا بودم از اشه صفت با خود داشت — هرگزم می نتوانست که بیخود سازد
تا درون پر بود از تفرقه دل وانشود — چون پر آشوب بود شهر دکان نکشایند
چشم بسانِ آئنه در عیب خلق نیست — پیوسته همچو عکس خودم در کمینِ خویش
نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش — دیدۂ نرگس ندارد تابِ سیمای چراغ
چند چون رشتۂ تسبیح شوی سر گردان — نتوان کرد سر رشته ز تقدیر برون

(۵۱) صائب۔ میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است۔ از ان صبحے که آفتاب سخن در عالم شهود پرتو افشانده معنی آفرینی باین اقتدار سپهر دوار بهم نرسانده۔ چنانچه خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

ز صد هزار سخنور که در جهان آید — یکے چو صائب شوریده حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیماے بیانش هویدا۔ فوج فوج مضامین برجسته منقاد جنابش خیل خیل معانی بیگانه بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو بر کردن مسرور و ذهن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نهایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیده۔ معهذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیده۔

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔

قصیده و مثنوی هم دارد اما مشاطۂ فکرش به تزئین عروس غزل بیشتر پرداخته۔ و این غزل رعنا را بطرز تازه و انداز خاص جلوه افروز ساخته۔ چنانچه خود می فرماید ؎

غزل گوئی به صائب ختم شد از نکته پردازان
رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را

ونیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبه هیچگه صائب
نوای عشق در ایام من کمال گرفت

واز جملۂ شرائف اوصاف میرزا است که باوصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین هر کرا در اشعار خود یاد کرده بخوبی یاد کرده و تیغ زبان را باز خم هیچکس آشنا نساخته و خود می فرماید ؎

به مور وقت سخن دست طرح ده صائب
گرت هواست سلیمان این جهان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفهان است میرزا در دار السلطنت اصفهان نشو و نما یافت۔ و به کمتر فرصت در شش جهت عالم کوس سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید۔ چون وارد دار الملک کابل گشت۔ ظفر خان که به نیابت پدر خود خواجه ابو الحسن تربتی ناظم کابل بود میرزا را به کمند حسن خلق صید کرد[1]۔ و لوازم قدر شناسی نوعے که باید به تقدیم رسانید۔ چنانچه شمۂ ازین ابیات میرزا استفاد می شود ؎

کلاه گوشه بخورشید و ماه می شکنم
باین غرور که مدحت گر ظفر خانم

ز نو بهار سخایش چو قطره ریز شوم
قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم

بلند بخت نهالا بهار تربیتا
که از نسیم هوا داریت گلستانم

حقوق تربیت را که در ترقی باد
زبان کجاست که در حضرتت فرو خوانم

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد | گل بیشتر دہد چو کنی شاخ را قلم
عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس | دایہ پرہیز کند طفل چو بیمار شود
طرزِ آئینہ خوشش نہ کرد دلم | عیب پوشی بہ از نمد پوشی است
زدو رساختن ابرام سفلہ گردد بیش | کہ زد درستنِ موا زپے نراش بود
ہر کجا بود مرا نشہ صفت باخود داشت | ہر گزم می نتوانست کہ بیخود سازد
تا درون پر بود از تفرقہ دل وا نشود | چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند
چشم بسانِ آئنہ در عیب خلق نیست | پیوستہ ہمچو عکس خودم در کمینِ خویش
نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش | دیدۂ نرگس ندارد تاب سیمای چراغ
چند چون رشتۂ تسبیح شوی سرگردان | نتوان کرد سر رشتہ ز تقدیر برون

(۵۱) صائب - میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است - ازان صبحے کہ آفتاب سخن در عالم شہود پرتو افشاندہ معنی آفرینی باین اقتدار سپہر دوار بہم نرساندہ - چنانچہ خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید | یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد

حامل لواے فصاحت - منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت - نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیماے بیانش ہویدا - فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش خیل خیل معانی بیگانہ بندۂ حاضر جوابش - ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنوبر کردن مسرور و ذہن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازہ اندوختن مغرور - نکتہ نیر نگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین - زلال تقریرش در کمال روانی - لآلی تعبیرش در نہایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیدہ - معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔

قصیده و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ۔ و این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ۔ چنانچہ خود می فرماید ؎

غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازان
رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را

و نیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائب
نوائے عشق در ایام من کمال گرفت

و از جملہ شرائف اوصاف میرزا ست کہ با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را باز خم ہیچکس آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائب
گرت ہواست سلیمان این جہان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفہان است[۱] میرزا در دار السلطنت اصفہان نشو و نما یافت۔ و بہ کثر فرصت در شش جہت عالم کوس سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجہ ہندوستان گردید۔ چون وارد دار الملک کابل گشت۔ ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود خواجہ ابو الحسن تربتی ناظم کابل بود میرزا را بہ کمند حسن خلق صید کرد۔ و لوازم قدر شناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید۔ چنانچہ شمۂ ازین ابیات میرزا مستفاد می شود ؎

کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم
باین غرور کہ مدحت گر ظفر خانم

ز نوبہار سخایش چو قطرہ ریز شوم
قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم

بلند بخت نہالا بہار تربیتا
کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم

حقوق تربیتت را کہ در ترقی باد
زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

تو پای تخت سخن را بدست من دادی　　تو تاج مدح نهادی بفرق دیوانم
زروی کرم تو چو شبید خونِ معنی من　　کشید جذب تو این لعل از رگ کانم
تو جان زدخل بجا مصرعِ مرادادی　　تو در فصاحتے دادی خطاب سحبانم
ز دقّت تو بمعنی شدم چنان باریک　　که میتوان بدلِ مور کرد پنهانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود　　نداشت طرۂ شیرازه روے دیوانم
تو غنچه ساختی اوراق باد بردۂ من　　وگرنه خارے نماند از گلستانم
تو مشت مشت گهر چون صدف بمن دادی　　چو گل تو زر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت۔ و ظفرخان به ادراک عتبۂ خلافت شتافت میرزا نیز به رفاقت ظفرخان به سیر هند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنه تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹) جانب دکن باهتزاز درآمد۔ میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید از انجا که شهر برهان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شهرے فرماید ؎

توتیا ساز غبارِ اگره و لاهور را　　چشم من تا خاک مالِ گرد برهان پور خورد

و چون سید لشکر محمد عارف از مشاهیر اولیا درین شهر آسوده اند توجیه گرد از خاطر فقیر چنین برخاست ؎

فتاد بسکه گذر لشکرِ محمد را　　غبار خیز بود کوچهائے برهان پور

و در ایام اقامت برهان پور پدر میرزا خود را از ایران به دیار هندوستان رسانید تا او را به وطن مالوف برد۔ چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید۔ قصیدۂ در مدح خواجه ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و در آنجا می گوید ؎

شش سال بیش رفت که از اصفهان بهند　　افتاده است توسن عزم مرا گزار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را | کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبهٔ گستاخ شوق من | از اصفهان به آگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کز آگره بمعمورهٔ دکن | آید عنان گسسته تر از سیل بیقرار
این راه دور را ز سر شوق طے کند | باقامتِ خمیده و با پیکرِ نزار
دارم امید رخصتی از آستانِ تو | ای آستانت کعبهٔ اُمید روزگار
مقصود چون ز آمدنش بردنِ من است | لب را بحرف رخصتِ من کن گهر نثار
با جبههٔ گشاده تر از آفتاب صبح | دستِ دعا بدرقهٔ راه من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنه احدی و اربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود- هژدهم محرم سنه اثنین و اربعین والف (۱۰۴۲) ظفر خان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابو الحسن مفوض گردید- میرزا محمل سفر با ظفر خان بربست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازم ایران دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم و مبجل زیست- و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت-

وفاتش در سنه ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق اُفتاد و در اصفهان مدفون گردید و غزل میرزا که مطلعش این است ؎

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو | عالم پُر است از تو و خالیست جائے تو

بر طبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعهٔ سنگ مرمر است کنده شد

راقم الحروف گوید ؎

عندلیبِ نغمه پرداز فصاحت صائبا | رفت ازین عالم بسوی روضهٔ دار السلام
خامهٔ آزاد انشا کرد سالِ رحلتش | بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام
۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا سی و شش

غزل متفرق بخط خاص بر حواشی آن نسخهٔ قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر۔ چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام می شود؎

زبانِ لاف رسوائی کند ناقص کمالان را — که رو بر خاک مالد پرفشانی بسته بالان را

نه از روی بصیرت سایهٔ بالِ هما اُفتد — سیه مست است دولت تا کجا خیزد کجا اُفتد

از تماشائیِ پریشانِ جهان دلگیر باش — والهِ یک نقش چون آئینهٔ تصویر باش

هیچ همدردی نمی یابم سزائے خویشتن — می نهم چون بید مجنون سر بپایِ خویشتن

رنگین تر از حناست بهار و خزانِ ما — بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما

جلوهٔ برق است در میخانه هشیاری مرا — از پے تعبیر بالین است بیداری مرا

می خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد — در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد

ای که فکرِ چارهٔ بیماریِ دل مے کنی — نسبتِ خود را بچشمِ یار باطل می کنی

عشق سازد ز هوس پاک دلِ آدم را — دزد چون شحنه شود امن کند عالم را

سخت می خواهم که در آغوش تنگ آرم ترا — هر قدر افسردهٔ دل را بیفشارم ترا

از جوانی داغها در سینهٔ ما مانده است — نقشِ پایِ چند زین طاؤس بر جا مانده است

ز پیری حرصِ دنیا نفسِ طامع را دو بالا شد — گدا را کاسهٔ دریوزه از کوژی مثنی شد

پا از گلیمِ خویش نباید دراز کرد — تیغِ ستم ببین چه بزلفِ ایاز کرد

که حالِ دردمندان پیشِ چشمِ یار می گوید — که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید

اهلِ کمال را لبِ اظهار خاموشی است — رمنت پذیر ماه تمام از هلال نیست

ای خوبیِ اُمید باین دستگاهِ حُسن — این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود

رمزی ست ز پاسِ ادبِ عشق که مرغان — شب نوبتِ پرواز به پروانه گذارند

نقشِ پای رفتگان هموار سازد راه را — مرگ را داغِ عزیزان بر من آسان کرده است

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحیها — که تیغِ سنگ فسان را سیاه می سازد

در طلب ما بے زبانان اُمّتِ پروانہ ایم
سوختن از غرض مطلب نزد ما آسان تراست

عقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار
آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را

ز صدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست
چو صبح تیغ جهانگیر ما دو دم دارد

با خبر باش که دل از خم زلفت نبرد
دُرِ گوشِ تو یتیمی است که در عالم نیست

مصرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را
هر که کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود

ما حجاب آلودگان را جُرأتِ پرواز نیست
گرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است

صفای سینہ مرا در حرم کند قندیل
چه شد برون ز فرنگ آمد است شیشہ ما

نیرنگ چرخ بین گلِ رعنا درین چمن
خونِ دل از پیالۂ زر می دهد مرا

صائب ز ملائک مطلب رتبۂ انسان
آئینۂ بے پشت چه دیدار نماید

(۵۲) غنی - مُلّا محمد طاهر اشئوی کشمیری

اشئی قبیله ایست از قبائل معتبر کشمیر- از بدو شعور در حلقۂ درس مُلّا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود- چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایسته بهم رسانید- آخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواهرے که بنقد جان توان خرید بیرون آورد- میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که می گوید غنی
یاد ایامی که دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و با وصف بے دستگاهی بحضور خاطر بسر می برد- ازینجاست که غنی تخلص میکند

مُدّةُ العُمر در شهر خود گزرانید- و در سنہ تسع و سبعین والف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است- چند بیت بنا بر ضابطہ ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت   عالمے را اضطرابِ نبض این بیمار کشت

تونگر را نه زیبد لب بخواهش آشنا کردن   چون نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن

سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانه   چون مُہرۂ شطرنج مرو خانه بخانه

تا توانی عاشقِ معشوق ہر جائی مشو   می کند خورشید سرگردان گلِ خورشید را

سایه گر سایۂ کوه است سبک می باشد   کسبِ تمکین نکند سفله ز اربابِ وقار

با تو نزدیکم ولے دورم ز فیضِ عام تو   موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین

از کشته شدن چہرۂ عاشق نشود زرد   این داغ بہ پیشانیِ سیماب نہادند

در دمِ صبح غنی پیرِ فلک مے گوید   که قضا نان دہد آن وقت که دندان گیرد

نیست چون مُہرۂ نردم ہوسِ قصرِ بلند   خانه ام ساخته از ریختن رنگ بود

خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست   ہر دم آن زلفِ پریشان شانه بینی می کند

رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار   مانند رہروے که رود سوے آفتاب

گر تیغ بر سرم رود از جائے روم   لیکن چو کوه ناله ز زخمِ زبان کنم

غنی چو سایۂ مرغِ پریده در رهِ شوق   اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز

چشمِ کرم مدار ز شاہان که جز نمد   آئینه خلعتے ز سکندر نیافت است

از نزاکت او فتد مضمونِ من   گر بمضمونِ کسے پہلو زند

چراغِ مجلسم نبود مرا تابِ جدل با کس   اگر در پیشِ من دم میزنی خاموش می گردم

ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے ما را   چنان بستیم معنی را که نتواند کسے بُردن

سعی بہرِ راحتِ ہمسایہا کردن خوش است   بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانه را

راقم الحروف را ہم مضمونے مناسبِ مضمونِ غنی بہم رسیده که ؎

محنتِ ہمسایہا بر خود گرفتن خوش نماست   از برای چشم بینی زیر بارِ عینک است

مخفی نماند که چنانچه گوش از استماعِ افسانه افادۂ خوابِ چشم می کند حظ خود ہم

که سمعِ قبول مرغوب باشد مستوفی می گیرد - بخلاف بینی که عینک را حسبةً لله بر می دارد - و برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد -

(۵۳) ناظم هروی

عمدهٔ ناظمان جواهر معانی - و زبدهٔ گهر نبدان عرائس سخندانی است. در خدمت عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت و همت بفیض رسانی مردم می گماشت

برهان استعدادش مثنوی[۱] "یوسف زلیخا" ست که یوسف سخن را از چاه و زندان وارهانده و بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشانده اتمام این کتاب در سنه اثنین و سبعین والف (۱۰۷۲) شده است سنبل شعرش کاکلے می افشاند ــ

تسبیح تا نه یانهٔ گلگون سے کنم	خواهم که رخش بدعمل زهد پے کنم
نه شاخ سنبلے بر سر نه زنجیری است در پایم	زسیر باغ و زندان بر نیاید کام سودایم
سر مینای دل بگشا دماغ دیدهٔ تر کن	کتی تا چند خواب ای مستِ غفلت نالهٔ سر کن
بدستگیری افتادگان ز پا منشین	پیالهٔ می ازین شیوه آبرو دارد
آدم خاکی چه ظرف از عالم ایجاد بست	قطرهٔ آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت
زخم تیغت بر تنم چون ماه نو سیاره شد	بیقراری عضو عضوم را بکام دل رساند
آنچنان سوی تو می آیم که گویا مے روم	بسکه از بے اعتباریهای خود شرمنده ام

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادهٔ ملا فتح الله واعظ قزوینی است - پایهٔ تعریفش ازان رفیع تر که بسلم قلم

[۱] این مثنوی از بسکه نادر الوجود است و در کتب خانهٔ آصفیه حیدرآباد دکن موجود -

توان رسید۔ و نثر نغز توصیفش ازان بلند تر کہ ببال اوراق توان پرید لآلی منظوماتش درکمال خوش جلائی۔ و جواہر منثوراتش درنہایت بیش بہائی۔

حجت کمالش کتاب ابواب الجنان است کہ قماش سخن را درنہایت نازکی بافتہ۔ و باتفاق جمہور کتابے بایں خوش بیانی درباب مواعظ ترتیب نیافتہ۔ اما عمرش باتمام این کتاب وفانکرد۔ فرزندش میرزا محمد شفیع کہ تلمیذ والد خود است مجلد ثانی بہ انجام رسانید۔ این مجلد دربیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی و خوش انشائی نیست

مطالعۂ دیوان واعظ طبع را در اہتزاز آورد۔ این چند غزال ازختن اونخرامش مے آید ؎

اززبان کلک نقاشان شنیدم بارہا — بے زبان نرم کے صورت پذیرد کارہا

این قدر طول امل رہ میدہی دردل چرا — مصحف خودرا باین خط می کنی باطل چرا

آزادہ بہرا ہی کس بند نگردد — خاصیت سرو است کہ پیوند نگردد

بریدن ازجہان سرمایۂ از زندگی باشد — کہ افزون قیمت شمشیر از بُرّندگی باشد

حرفے اگر بعاشق بے تاب مے زند — شرمش طپانچہ برگل سیراب مے زند

سربرون آورد عکس از روزن آئینہ گفت — فیض صحبت می تواند سنگ را آدم کند

نیک خواہان درجہان مکروہ طبع مردم اند — جز ترش روئی نہ بیند شربت از بیمارہا

روزگار آخر ستمگر را ستمکش مے کند — شیشہ می سازد مکافات شکستن سنگ را

اگر خورشید رخسار تو در پیش نظر باشد — چو ماہ نو زپیری می روم سوی جوانیہا

دست برداشتن وقت دعا ایمائیست — کہ شفا عتگر ما پیش خدا دست تہی است

زابنای جنس خود بحذر باش زانکہ آب — باآن سرشت پاک بآئینہ دشمن است

فروتنی بجدا نزود ترکند نزدیک — کہ زود قطع شود راہ چون سراز یر است

فیض پروانگیِ محفلِ ما چون نکند   کہ چراغش زصفائیِ قدم یاران است

غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور   آب تلخی بید را باشد بہ از آب نبات

سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن   سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج

شود از عزل- طبعِ ظالم معزول ظالم تر   کمان رازہ گرفتن بیشتر پر زور می سازد

آزادنیستند بدولت رسیدگان   گردید پاے بند نگین تا سوار شد

گر تہی دستی نہ و آغظ مایۂ دیوانگی است   چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود

گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار   زانکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم مے شود

باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا   زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند

یاد گیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی   گر گذارند ارہ بر فرقِ تو سر بالا مکن

ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است   سرِ حلقۂ کمانہاست چون شد کبادہ

صد حیف کہ ما پیرِ جہان دیدہ نبودیم   روزیکہ رسیدیم بہ ایّام جوانی

ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دِلان   میرد آتش از برائی جامۂ خاکستری

نیست جز خجلت از احباب تہی دستان را   بید را جز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود- اصلش از قزوین است- مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہذا بہ مشہدی شہرت گرفت

بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند- نزد نذر محمد خان والی بلخ رفت- و بمنصب انشا امتیاز یافت-

آخر عازم ہند شد و چہاردہم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) بآستان بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول بخلعت

و انعام سه ہزار روپیہ کامیاب گشت۔ و در سلک بندگان درگاہ در آمد۔ و در جشن وزن شمسی بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ست و ستین والف (۱۰۶۶) مثنوی تہنیت جشن بعرض رسانید۔ و مبلغ ہزار روپیہ بر سبیل جائزہ مرحمت شد۔

و در عہد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مامور گردید۔ انجام کار بعد ز کبر سن از نوکری استعفا نمود و از سرکار پادشاہی وظیفہ تقرر یافت۔ و در دار الخلافہ شاہجہان آباد وظیفہ حیاتش منقطع گردید۔

عندلیب قلم زمزمۂ او می سراید ؎

آنہا کہ خواب راحت بر خود حرام کردند | چون شمع کار خود را یکشب تمام کردند

سہل باشد لذت خاری کہ در پیراہن است | داغم از ماہے کہ او را خارہا جز و تن است

دل منہ بر الفت دشمن کہ تا گرم است | گرچہ می جوشد بآتش لیک با او دشمن است

خار را آتش توان زد تا نگیرد دامنے | من نمیدانم علاج خار دامنگیر چیست

نیم بسمل شدہ فرعی بکف آرم کہ مرا | در خور حالت خود نامہ بری در کار است

بدام زلف تو عالم تمام در بند است | کسی کہ باز بود دیدۂ تماشائی است

قفای آئینہ را بہ ز روی آئینہ دان | کہ رو برو نشود با کسے کہ خود بین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکتہ طراز ممتاز است و مصداق ترانۂ عندلیب شیراز کہ مصرع

"ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است۔ و جرعۂ جام او چشیدنی۔

میرزا صائب مکرر شعر او را تضمین می کند و در مقطعی می فرماید ؎

زین جواب آن غزل صائب کہ ناصح گفتہ است | تا لب ساغر بجون من گواہی می دہد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود۔ وبشیوۂ تجارت اشتغال داشت۔
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ۔ سواد کلامش سرمہ درچشم ورق می کشدے

به سرمه رام نگردد بد چشم جادویش — که از دو میل سیاهی رمید آهویش

در زندگی برگ کشیده است کار ما — خواب گرانِ ماشده سنگِ مزارِ ما

در حقیقت دلِ بیرحم ندارد مغزے — پستهٔ را که نباشد لبِ خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش ز رستی رای خود است — بے قدریش از پستی کالای خود است

بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار — خوش راهی و بدراهیش از پای خود است

(۵۷) سالک محمد ابراہیم قزوینی

سالکِ مسالک خویش بیانی۔ ومخترع عجائب وغرائب معانی است مدتے در صفاہان اقامت داشت۔ وباصاحب کمالانِ آنجا سرگرم صحبت بود۔
آخر عازم ہندوستان گردید وبواسطۂ ربط قدسی وکلیم سرمایۂ جمعیتے اندوخت وبوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشانِ او آنچہ داشت ہمہ را واکشیدند۔
ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید ومدتے اقامت گزید وباز بجاذبۂ وطن بہ قزوین برگشت۔ وہمانجا درگزشت۔
عنبرِ کلامش چنین بو می دہدے

مهر و کین شوخیِ چشمانِ ترا آئین است — این دو بادام یکے تلخ و گر شیرین است

چه ذوق چاشنیِ درد عافیت جو را — که شیر هم شکر آب است طفل بدخو را

عرقِ سعی محال است بجائے نرسد — ابر را آبلهٔ دست گهر می گردد

فرصت به پشیمانیِ قاتل نداده ایم — گلگون دوانده بردم شمشیر خونِ ما

استخوانِ من و مجنون بہ تفاوت بردار — اے ہما چاشنیِ دردِ فراموش مکن
بے برگیِ من فسکر سر انجام ندارد — چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نوردِ قلم و خوش مقالی است و تیزروِ جادۂ باریک خیالی۔

آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ و چندے رحل افگند۔

از انجا بولایت دکن اُفتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدر آباد می گزرانید چون طائفۂ مغلیہ را از انجا برآوردند بدار الخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایتِ بسیار نمود۔ و در سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقرانِ ثانی شاہجہان رسانید۔ و در سلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔

مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب[۱] بہ دانشمند خان در عہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والا مرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) درگزشت۔

سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ؎

درہوائے عشق پروردم دلِ دیوانہ را — چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذّت بود — کوزۂ نو یکدو روز ہے سرد سازد آب را
نوا ہی نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش — تو برق تازیِ این نے سوار در یابا
درخور خیج بود خلل زہیرانِ قضا — نرود تا نفسے کے نفسے می آید

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان توان بنرمی بست ‏ ‏ ‏ ‏ کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی - میر صیدی طہرانی

صید بند وحشیان خیال است و دام نہ فراوان غزال۔ فرع شجرۂ سیادت است و صاحب انواع حیثیت۔

از صفاہان بہ ہند خرامید و پنجم ربیع الاوّل سنہ خمس وستین والف (۱۰۶۵) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان مباہی گشت و قصیدۂ کہ بمدح شاہی پرداختہ بود بعرض رسانید۔ ہزار روپیہ صلۂ قصیدہ مرحمت شد مطلعش این است

زہے جہانِ خدارا سپہر عدل و کرم ‏ ‏ ‏ ‏ بزبر سایۂ قدرِ تو نیّرِ اعظم

سرخوش گوید:۔ روزے جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان بسیر باغ صاحب آباد می رفت۔ میر صیدی از بام سراہ ببانگ بلند مطلعِ خود برخواند

برقع برخ افگندہ برد ناز بباغش ‏ ‏ ‏ ‏ تانکہتِ گل بیختہ آید بہ دماغش

بیگم شنیدہ مسرور گردید۔ و پنجہزار روپیہ صلہ عنایت فرمود۔

دیوان صیدی بمطالعہ درآمد۔ قصاید در مدح صاحبقران شاہ جہان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساختہ در صعوبت راہ کشمیر گوید

زبیمِ جان در و صد جا زیادہ ‏ ‏ ‏ ‏ شود از باد بوی گل پیادہ

توان بہمتِ مردان دو صد سپاہ شکست ‏ ‏ ‏ ‏ بزورِ خود نتوان گوشۂ کلاہ شکست

در عشق ہر کہ ہست مہیای جنگ ماست ‏ ‏ ‏ ‏ بر روی ما کسیکہ نہ استاد رنگ ماست

ما کہ باشیم کہ در بزم تو داخل باشیم ‏ ‏ ‏ ‏ دولتِ ماست کہ حسرت کشِ محفل باشیم

ہر کہ خواہد نظرے بہ جمالِ تو کند ‏ ‏ ‏ ‏ آن قدر عمر نیابد کہ خیالِ تو کند

لہ نتائج الافکار صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

تنها نگشته بی تو زبانم بکام بند | چون رنگِ گل شد است شرابم بجام بند
ما را به برگ سبز کجا یاد می کند | آن گل که منع بوی خود از باد می کند
صیاد ما بنای ستم تازه کرده است | مرغی که پر شکسته شد آزاد می کند
غم زبی مهری او نیست که یکچند نهال | سایۂ مرحمتِ خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیر دل | می کند از خود نهالی را که پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ هم مقام خوش است | تغافلِ نگه آمیز صد ادا دارد
خود را بچشمِ آینه دیدی و سوختیم | با آنکه اضطراب مرا عذرخواه شد
صورتِ دیوار هم در عالمِ خود زنده است | هر کسی را جامۂ هستی برنگی داده اند
مرد بی برگ و نوا را سبک از جائے مگیر | کوزه بیارسته چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچه ء که بگلشن شگفته باشد فرد | زگلرخان بنو دارد نظر بهارِ امروز
نقص عشق است که از خار بنالد بلبل | نسبتِ هرچه به گلزار رسد گل باشد
چشمت هنوز از صفِ مژگان به قتل عام | سان در زمینِ آینه بیند سپاه را
هرچه می گویم از ان نامِ تو مطلب باشد | که مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماهر میرزا محمد علی اکبرآبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز۔ نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایۂ سخن صرف کرد۔ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے که بعد ازین دکان تازه گوئی چیده اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاهزاده دارا شکوه بود و مرید خان خطاب داشت و چندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاه جهانی بسر برد۔

آخر کار همه را دست زده بر پوست تخت درویشی نشست۔ و قلمرو قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ :۔

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہر دو بر حال شما

"مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ ودم

"از فقیری می زنم۔ اگر المحال باز رغبت بہ دنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ با شوہر مردہ برائے

"سوختن رفتہ باشد۔ آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کناسان بچوبہا سرش را شکستہ

"بسوزانند۔ فقر باستقلال داشت و تا زندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔[1]

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب نظام الدّولہ ناصر جنگ شہید

خلف الصّدق نواب آصف جاہ طاب ثراہ ربط عجیبی اتفاق افتادہ بود و موافقتے

کہ بالا تر از ان متصوّر نباشد دست بہم داد۔ چون نواب نظام الدّولہ بعد رحلت

پدر بر مسند ایالت دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبۂ کہ خواہید

میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق

نمی توانم شد۔ دنیا بہر طالوت می ماند غرفۂ ازان حلال است زیادہ حرام۔ و

این شعر فرد خواندہ شد ؎

درین دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند　　غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

وفات ما ہر در سنہ تسع و ثمانین والف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و

مثنوی ہائے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح جہان آرا بیگم دختر صاحبقران

ثانی شاہ جہان گفتہ بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستاد است ؎

بذات و صفات کردگار است　　کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگم را خوش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

---

[1] تتائج الافکار صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

اما در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده۔ در آن مثنوی بیت مذکور ہم ہست۔ توارد اُفتاده باشد۔ ماہر در مثنوی گوید در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم۔

گرچہ آورد پیش ازین عیسےٰ　　مردۂ را دوباره در دُنیا
از رہِ معجز آن جہانِ کرم　　عیسےٰ آرد دوباره در عالم

چشم چگونہ دیدنِ رویت ہوس کند　　نظاره بر چراغِ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہل سخن داغ ز حسن سخن است　　انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۱۱۱) فیاض۔ مُلّا عبد الرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن۔ مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرائے شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بہم رسانده و جلو اندیشہ را بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت۔

دیوانش محتوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامہ و دیگر نوع شعر بنظر رسید۔ قصائد طولانی فراوان در مدح ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی۔ و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استرآبادی۔ و در مدح شاہ صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید۔

حبّذا ہند کعبۂ حاجات　　خاصہ یارانِ عافیت جو را
ہر کہ شد مستطیع فضل و ہنر　　رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفتہ سامانی مرا　　می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

سر او مانع کہ از کوی یار برخیزد　　نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

اثر ندیده دل از حرف مہربانیِ تو　　چو شمع تا بکی این گرمیِ زبانیِ تو

ز شیرین بود خسرو خوشدل و فرہاد زان خوشتر | کہ دارد دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر
سنگ بالین کن و آنگہ مزۂ خواب بہ بین | تا بدانی کہ چہ در زیر سر مردان است
ہزار رنج کند ار باغبان باین نرسد | کہ وقف مشہد بلبل کند گلستان را
قسمت ما زین چمن بارے تعلق بود و بس | سرو را نازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت
دریاب این اشارہ کہ شاہان ناجو | نام بلند خود بہ نگینی سپردہ اند
ہر کس کہ زخم کاری ما را نظارہ کرد | تا حشر دست و بازوی او را دعا کند
بیک زخم دگر جان مرا در اضطراب افگند | نمی دانم چسان معذور دارم قاتل خود را

(۶۲) تجلّی۔ مُلّا علی رضا اردکانی

از کد اخدا زادگان اردکان من اعمال فارس است۔ بعد ازان کہ قدم در مرحلۂ سنّ شعور گزاشت بہ ارادۂ تحصیل علم بہ اصفہان رفت۔ و نزد آقا حسین خوانساری کہ از مشاہیر نحاریر است تلمذ نمود و تحصیل را بپایۂ تکمیل رسانید۔ آنگاہ عازم کشور ہند گردید۔ علی مردان خان ولد گنج علی خاں کہ در سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری و خطاب امیر الامرائی سرمایۂ مباہات اندوخت۔ مقدم او را گرامی داشت و بہ تعلیم فرزند خود ابراہیم خان مقرر نمود۔ و رعایت فراوان بعمل آورد۔ و ہمچنین سائر اُمراء ایران با او مہربانی و گرمجوشی بتقدیم می رسانیدند۔

بعد چندے ہوای وطن اصلی در حرکت آمد۔ و ازین دیار بہ صفاہان معاودت نمود۔ شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت۔ و در شہور سنہ اثنتین وسبعین والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود۔

و در سنہ ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی او را بہ درگاہ

طلب کرد۔ وبحضور مجلس خود اختصاص بخشید۔ از ان وقت در صفاہان مقیم بود۔ وبر جادۂ ذکر علم وتالیف فنون مستقیم۔ تا آنکہ منزلِ خاموشان شتافت۔

شاعرِ خوش خیال معنی یاب وبطالع شہرت کامیاب است۔ دیوان غزل وقصائد دارد۔ ومثنوی معراج الخیال او مشہور است منتخب دیوانش بنظر در آمد و این چند بیت بہ تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازہ فرمای بر و دوشم | لبالب می شود چون ہالہ از مہتاب آغوشم
در رہِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش | تا توانی بوی گل گردید خار و خس مباش
خواہم چو بہلہ با تو دمی ہمرہی کنم | دستے بران میان زدہ قالب تہی کنم
بیا کہ بنگرد بہ چشم نظارہ زندانی است | نگہ بدیدہ چو زنار در سلیمانی است
ہر چہ آید در نظر آئینہ دارِ ناز اوست | کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش آست
نفسِ بد را اگر رسد فیضے نصیب دیگر است | آنچہ باز نبور می ماند ہمین نیش است وبس

(۶۴۳) اشرف مُلّا محمّد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است وصبیہ زادہ مُلّا محمد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود۔ وشاعرِ والاقدرت۔ طبع چالاکش معانی تازہ بہم می رساند۔ و عجائب گلہا در جیب ودامن سامعہ می افشاند۔

در آغاز جلوس خلد مکان بہ ہند رسید۔ وبہ ملازمت سلطانی استسعاد یافت۔ وبہ تعلیم زیب النساء بیگم دختر پادشاہ مفتخر گردید۔ مدتے باین عنوان بسر برد۔ آخر حبُّ الوطن مستولی گشت۔ وقصیدہ در مدح زیب النسا بیگم مشتمل بر درخواست رخصت بنظم آورد۔ در انجامی گوید ؎

یکبارہ از وطن نتوان بر گرفت دِل | در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند — گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چه دهلی چه اصفهان — دل پیشِ تست تن چه به کابل چه قندهار

و در سنه ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳) به اصفهان معاودت نمود۔ و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام او را جانب هند کشید و در عظیم آباد پتنه باشهزادۂ عظیم الشّان بن شاه عالم بن خلد مکان که در آخر عهد جد خود نظم آن صوبه می پرداخت۔ بسر می برد۔ شهزاده خیلی طرف مراعات او نگاه مے داشت۔ و بنا بر کبر سن در مجلسِ خود حکم نشستن کرده بود۔

میرزا محمد علی دانا

ملّا در پایان عمر اراده بیت اللّٰه کرد و خواست که از راهِ بنگاله در جهاز نشسته عازم مقصود شود۔ امّا در شهر مونگیر از نوابع پتنه منزل اجل در رسید۔ و او را بعالم دیگر رسانید۔ قبرِ ملّا در آنجا مشهور است۔

اولاد او در بنگاله می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص پسر ملّا محمد سعید مردے فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمده از انجا فرا گرفته شد ؎

تا سینۂ ما نیست رسا ناوکِ نازت — کوته نظری حیف ز مژگانِ درازت
دل ز من رم کرده در ابروے جانان مانده است — یاد من کے می کند در طاق نسیان مانده است
زان دل از کشمکشِ هند پریشان مانده است — که ز هر روپیه ده ماشه بها خوابانده است
نهمت چو بدر شود با دلم چه خواهد کرد — هلالِ یک شبۂ ابروت کتانم سوخت

دیوان ملّا محمد سعید اشرف بمطالعه در آمد۔ انواع شعر قصیده و غزل و مثنوی و قطعه و غیرها دارد۔ و همه جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النّساء بیگم پرستارے را برائے ملّا فرستاد که در خدمتِ خود نگاه دارد۔ ملّا نا محظوظ شد و قطعه طوبیلے در مذمت پرستار نظم کرده به زیب النساء بیگم

ارسال داشت - اولش این است ؎

قدر دانشور شناسا نور چشم عالما ای که هرگز قدرت هم چشمیت حور انداشت

درین قطعه آیهٔ کریمه قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی راجائے آورده که نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خداداند در جزای این بی ادبی بچه عقوبت گرفتار خواهد گشت - ازینجا ست که حق تعالےٰ می فرماید اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

اشکے که راز عشق بگوید فشاندنی است | طفلے که خوش محاوره افتد نماندنی است
سبحه گردانی به هنگام پریشانی کند | عاقل از بیباکگی دولاب گردانی کند
از غم افلاس او قاتم به بیهوشی گزشت | چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت
در ایران نیست جز هند آرزو بے روزگاران را | تمام روز باشد حسرتِ شب روزه داران را
حیات از صحبتِ افسردگان نابود می گردد | که چون فصلِ زمستان شد نفسها دود می گردد
مهر خود را از تو ای بے مهر کے خواهم برید | تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید
بدنیا چون درآید آدمی بدبخت می گردد | هوا چون در میانِ مشک آید بخت می گردد
بشانِ پلّهٔ میزان نگر که از تمکین | بلند ساخته پا در برابرِ خود را
کشی اگر رهِ باریک آدمیت سر | منه ز کف چو رسن باز لنگرِ خود را
ساقیا ساغر بگردش آر تمکین واگزار | کشتیِ دریاکشان را لنگرے درکار نیست
گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است | حسن لیموی آن آبله رو هم بد نیست
گشت مستغنی ز وصل اشرف بیادِ عارضش | همچون آن حافظ که مصحف را تمام از بر نوشت
کاہلان را جز لگد کوبِ حوادث چاره نیست | می کند مالیدگی سستیِ اعضا را علاج
غافلان را چرک دنیا نیست زینت در لباس | جامهٔ تصویر از روغن مصفا تر شود

در جوانی روشِ حالت پیری دارم | چون گلِ زرد بهارم بخزان می ماند
ہیچو درویشے که شیرینی برِ منعم برد | عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری می‌کنند
جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش آمد | فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود
رفته رفته آبرو را بر طرف سازد غضب | آب را چندانکه جوشانند کمترے شود
جمالِ نازنینِ نوخطم مانند مرقع را | که خطش در کمالِ خوبی و تصویر ہم دارد
نقره چون انگشتری گردید می پیچد بلعل | می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر
مرد را خلقِ نکو کم ز نجابت نبود | موم خوشبو چو شود ہست چو عنبر ممتاز
کار خود کن راست چون فوّاره بے امداد غیر | خود نہالِ خویش و خود آبِ روانِ خویش باش
طفل صاحب حُسن را در خانه بودن بہتر است | اشک رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش
چو برگِ لاله نشینند گر دہم عُشّاق | بحصه کردنِ داغ تو در میانهٔ خویش
چو نور چشمِ ضعیف از نظارهٔ عینک | شود ز ساغرِ مَی خاطرِ پریشان جمع
درد سر بیمار را بسیار دادن خوب نیست | از نگاهِ ناتوانِ او بچشمک ساختم
ہیچو چشمی در دنیا کے کز فروغ آید بہم | کلبه ام تاریک گردد از چراغِ دیگران
کام شیرین نکنم از تیِ زنبورِ عسل | سر بزرگی نتوان کرد ز شانِ دگرے
بوقتِ عرضِ مطلب قفلِ خاموشی بلب دارم | چو آن شخصے که در خمیازه گیرد بر دہان دستے

(۶۴) راقم میرزا اسعدالدین محمد مشہدی

راقم نقوش غریبه و ناظم جواہر عجیبه است۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ع

این جواب آن غزل صائبؔ که راقم گفته است | تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجه غیاثا به ہندوستان تجارت می کرد۔ و میرزا اسعدالدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشہدی شاہ جہانی معزز و محترم بسر می بُرد۔
آخر بدار السلطنت صفاہان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔
شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے با او بسر بُرد
دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوہ می نماید؎

همیشہ بست و کشادِ من از ہنر باشد کلید و قفلِ صدف ہر دو از گہر باشد
گرہ ز ناخنِ تدبیر کی کشادہ شود کہ از کلید غلط بستگی زیادہ شود
بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد مارا نوشئہ رہ قدمے چند کہ برداشتہ ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یاب دقت آفرین۔ و گلدستہ بند خیالات رنگین است۔ از عنفوان شعور زلفِ سخن را شانہ کشید۔ و چہرۂ عرائس معانی را غازۂ تازہ مالید۔
دراصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہمانجا نشو و نما یافت۔ و بنقادی نظر خداداد طلای جیّد در بازار نکتہ سنجے رائج ساخت
وقتے اوزبکے او را رنجانید۔ دکّان را برہم زدہ ترکِ وطن گفت و رخت ہجر بہ مشہد مقدس کشید و ناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویہ منوّر ساخت
وصحبت او با میرزا سعد الدین وزیر ممالک خراسان بر آمد و سالہا با او بسر بُرد۔ و قصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ در یکے از قصائد می گوید؎

ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدین کہ سعد اکبر از و کرد استفادۂ نور

۱؎ نتائج الافکار صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

بیاض شعر و سوادِ خطِ ترا نازم — کہ بہ زشامِ ہرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا سعدالدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت بیدماغ بود۔ جواب داد۔ میرزا آزردہ شد۔ و با محصّلاً گفت یاران بہ بینید۔ من با شوکتا چہ بد کردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فرو خواند۔

منتِ اکسیر ما را زندہ زیرِ خاک کرد — از طلا گشتن پشیمانیم ما را مس کنید

ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و نمد درویشی در بر کرد۔ و سرے بصوب اصفہان کشید و بقیہ عمر در دارالامانِ انزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاق شکستگی بمرتبۂ اتم داشت۔ میر عبدالباقی صفاہانی نقل کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر بخدمت اومی رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ او را بے گریہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با او عمرہا تنہا یار بودند می گفتند کہ تا او را دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔

شوکت اکثر مضامین ادّعائی می بندد۔ و معانی وقوعی کم دارد چنانکہ بر ناقدان عیارِ سخن مبرہن است۔

گلگشتِ دیوانش اتفاق افتاد[1] و این چند بیت در سلک تحریر در آمد۔

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — کہ از وحشت بشامِ دیدۂ آہو حنا بندد

در شامِ غمِ خویش مرا صبحِ امید است — گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است

از برای سرخروی سعی بیش از پیش کن — چون گلِ رعنا خزان را زیرِ دستِ خویش کن

نفس از بدن رہے سوی آن آستانہ یافت — بو کرد خاک را سگ و راہے بخانہ یافت

خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا — نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا

تا نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران — خطر از زنگ می بیرون زد نہانیست مینا را

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن موجود است۔

یکمشت استخوان شدم ازبس گرفته است | چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا
وقت آن شد که سبکروحیم از دست برد | چون حنای سرناخن شده ام پا به رکاب
دیده و دیده بود مایهٔ سرگردانی | گردش دیده مرا سنگ فلاخن کرده است
ماتم وشور جهان دست بهم داده اند | خندهٔ مینا ئے مے گریهٔ مستانه است
هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی | پیش صاحب نظران آینه خشت لحد است
می توان دادن ازان کنج دهن کام مرا | آرزویم گرچه بسیار است ازکم بیش نیست
غنیمت است جوانی که موسفید شدن | بقدر فرصت یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حسن کند تسخیرش | شیشهٔ سرو پری زاد ز قمری دارد
هستی جاوید باشد ماتم خود داشتن | خضر پیراهن برگ خویش آبی می کند
خودآرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم | که دستش سبحه از تخم گل رنگ حنا دارد
بو دکو چک ولے سرمایهٔ عزت بزرگان را | اگر دریا کند گرد آوری خود را گهر باشد
قیمت گوهرم افزون زنگه می گردد | گردش چشم خریدار کند غلطانم
سخن را قطع کن تا قطع راه دل توانی کرد | که من از قرص مهر خامشی زاد سفر دارم
طمع در مذهب آزاد مردان کفر می باشد | چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رتبهٔ نامم | برنگ مردهٔ فیروزه تابوت از نگین دارم

رباعی

دردهر کسی که ارجمندی دارد | عیبش مکن ارچه خودپسندی دارد
ازبس گردی فتاده ایجاد زمین | هرکس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

درعنفوان سن تمیز به اصفهان رفت و به تحصیل علم اشتغال ورزید و در علم

شباب رو به هندوستان آورد- ومدتے درین دیار بسر برد و در دار الخلافت شاهجهان آباد رخت بوادی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظه در آمد- و این چند بیت پیرایهٔ تحریر پوشید ؎

می طپد دل در برم از شوخیِ سیّارهٔ — چشم داغم می پردمی آید آتش پارهٔ

لب خموش و شکوه در دل چارهٔ ما کردنی ست — مانند در منزل کلید و قفل در وا کردنی است

می شود هر چند نیکو یار بدخو می شود — ناز چون برخویش بالد چینِ ابرو می شود

رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد — دو جهان زیر و زبر شد زبر و زیر نشد

خامهٔ بوقلمون در کفِ اندیشه گداخت — رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد

قاتل دو کار درحقِ ما کرد روزِ قتل — دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد

رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را — که مانندِ نگاه از خانهٔ خود فرد بر خیزد

چون نسخهٔ دقیق به نزدیک کم خرد — از دیدن تو آینه را خواب می برد

فسرده دل همه شب داغهای من شمرد — چو مفلسے که زرِ دیگران حساب کند

پاین طراوت اگر بگذری بکوچهٔ نقاش — برائی ماهی تصویر فکر دام نماند

کار مژگانِ تو از گوشهٔ ابرو آید — بر کمانِ تو چرا منتِ ترکش باشد

بے مشقت نبود قطعِ تعلق قاسم — رشته هر چند ضعیف است گسستن دارد

اگر از حق پرستانی بتاب از خلق رویِ دل — که شکل آدمی بت راخدای آدمی سازد

بسکه بے روی تو دشوار نظر باز کنم — مژه موئے ست که از داغ جدا می گردد

طفل بے پروا ست آمیزش نمی داند که چیست — نمی کند کم خانهٔ آئینه تمثالش هنوز

خدا داند که سر از دیده یا از دل برون آرد — ز مژگان شوخ تر خاری که من در پا خود دارم

درین چمن ثمرِ نخلهاے پیوندم — فتاده است به شاخِ دگر رسیدنِ من

باش هموار که آسیب درشتی نه کشی — صافیِ آینه بیکار کند سوهان را

رتبۂ حرفِ سخنور ز سخن سنج بپرس	خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را
رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا واکشید	آب کے بیرون تراود از فشارِ آئینہ را

(۶۷) طغرا - مُلّا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداداست و فروغ پیشانی قابلیت خداداد - طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید - و یکچند در ظل عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید -

و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت - آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ انزوا گرفت و ہمانجا بمقر اصلی شتافت - و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد ؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن	ز بہر دادنِ سرپائے خویش قائم کن
کج نہاید کام دل بے اتفاقِ راستان	تا بلفر یابت شود با تیرے ساز د کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن	بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن
اگر چو آینہ سرتا قدم شوی ہمہ چشم	بسوی دوست نگر سوی خود نگاہ مکن
گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند	نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان رابسوی حجلہ نتوان برد بے سازے	بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن
بباید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت	نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
موی سیہ کافتد ز سر ہرگز نمی گردد سفید	از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان
سایہ می اُفتاد از طغرا در ایام شباب	پیر چون شد می خورد از سایۂ طغرا بر زمین
مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ	چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

در سه فصلِ عمر باید سر بجیبِ غم کشید   تا توانی همچو گل یک فصل خندان زیستن
شاید به بیند آنچه بما کرد آسمان   از دودِ آه سرمهٔ چشمِ ستاره کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطهٔ کاشان است۔ قیاسِ صحیحش منتج مضامین تازه و کلام ملیحش مفید حلاوتِ بے اندازه۔

دیوانِ غزلش بنظر رسید۔ سیر تمامش از تنگیِ فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالة الوقت فرا گرفته شد۔

کرده بیجا دلم از طرّهٔ جانانه جدا   دستِ مشاطه الهی شود از شانه جدا
نظر بنامهٔ این خاکسار نیست ترا   دماغِ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا
چه لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن   نمی باشد سلاحی بهتر از تیغ زبان بستن
چگونه خواجه باسمِ سخا علَم گردد   که چون سوال کنی حاتم اصم گردد
ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم   چون کارِ ما بحرف رسد گریه سر کنیم
این خواریے که بر سرِ کویِ تو می کشیم   هرگز نشد که نقل بجای دگر کنیم
قدرت بیجا نشد مشهور در عالم به رعنائی   تخلص بیشتر شهرت کند از نام موزون را
ز عصیان لب گزیدن در جوانیها نمک وار   ازین نعمت چه لذت می بری چون ریخت دندانها
چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن   تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانه را
بدستِ غیر دادی ساعدِ چون نقرهٔ خامت   بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیها
هست تا محشر بپای بیگناهے یک قدم   امن بودن می کند نزدیک راهِ دور را
حدِّ هر ابله بدستور نیست در قانونِ عقل   چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را
نمود نام نکویِ تو عالمے تسخیر   اگرچه غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور ز نقاش چو شد نقش تمام — هر قدر کار تو صورت نپذیرد خوب است

بیگانه وار می گذری از سواد چشم — ای نور دیده حبِّ وطن در دلِ تو نیست

حالتم با دانهٔ تسبیح در ذکرش یکی است — هر که نامش بر زبان آرد برد از جا مرا

(۶۹) موسوی[ل] - موسوی خان میرزا معز الدین محمد

از اجلهٔ سادات قم - و چراغ دودمان امام هفتم است - و صبیه زاده میر محمد زمان مشهدی که سرآمد علمای مشهد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامنِ سعی اکتساب علوم برزد - و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریعانِ شباب با پدر خود میرزا فخرا برهم زده - بدار السلطنت صفاهان شتافت و ده سال در حلقهٔ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نمود - و جادهٔ عقلیات و نقلیات نور دیده خود را باقصی حدود کمال رسانید -

و در سنه اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف به هندوستان آورد و خلد مکان بواسطهٔ جوهر ذاتی و نسبتی موردِ الطاف ساخت - و تزویج صبیهٔ شاه نواز خان صفوی و سلف ساختن با خود فرقِ عزتش برافراخت - اول بدیوانی صوبهٔ عظیم آباد - پتنه مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پتنه پسر امیر الامرا شایسته خان برنیامد - چه بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشتهٔ سلفیتِ پادشاه و علاوه فضل و کمال سر به تبعیت ناظم فرو دنمی آورد - آخر ناچاقی صحبتِ ایشان بسمع پادشاه رسید - میر حضور طلب شد -

---

ل مآثر الامرا جلد ۳ صفحه ۶۳۳ - مطبوعه کلکته سنه ۱۸۹۱ء -

ودر سنه تسع وتسعین والف (۱۰۹۹) بخطاب موسٰی خان ودیوان تن سرافرازی یافت - وبعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت سال تولدمیر سنه خمسین والف (۱۰۵۰) است وسال انتقال که در ولایت دکن اتفاق افتاد سنه احدی ومائة والف (۱۱۰۱)

اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - وخطاب خانی همبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشحه ازان سحاب می چکد ؎

جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد این شیشهٔ می غیر پری زاد ندارد

نباشد آشنائی درجهان غیر از میِ نابم اگر در خانهٔ خود نیستم در عالمِ آبم

تو توبه ایم کهنه شرابے بجام کن ساقی عیار ناقصِ ما را تمام کن

بدل افگند آتش بازِ زلفِ عنبرین مویے چراغے نذر این بتخانه آوردست هندوئے

چه خوش باشد که بکشایم بروئش چشم گریانی کشم در رشتهٔ نظارهٔ مروارید غلطانی

نظر بر گریهٔ مستانه ام گردش مے کردی شرابِ جلوهٔ در ساغرِ آغوشِ مے کردی

تیره روزم بیستیِ اقبالِ معمارِ من است چون نگین روی زمین سرکوب دیوار من است

شراب با گلِ مهتاب نشئهٔ بیش دهد لبش ز خندهٔ دندان نما ربود مرا

با هیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد شمشیر نگاهِ تو مگر کار فرنگ است

اینکه از بے سخنی کشت مرا چیزی نیست زنده ام کرد بیک حرف قیامت این است

در قتلِ ما نکرد کمی انتظارِ تو کوتاهیئے که بود ز عمرِ دراز بود

نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع هنر هر کس که دارد در جهان گمنام میگردد

ندارد با بزرگان چهره گشتن صرفهٔ فطرت که کهسار از جوابِ هیچ کس ملزم نمی گردد

مژدهٔ زخم توی گر به شهیدان ندهند بچه اُمید سر از خوابِ عدم بر دارند

دران صحرا کہ بودم آگہ از ذوقِ گرفتاری | غزالان را سراغِ خانۂ صیاد می دادم
ہمّتِ ما صفحۂ تقویم را یکسر نوشت | گرسیہ روزیم وقتِ عالمی از ما خوش است
در فکرِ آن دہانم و در یادِ آن کمر | چون من بروزگار دگر ہیچکاره نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسط راہ دہلی و لاہور۔ نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند۔ سرہند زبان زد خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قراباغ غزنی در تصرف داشت۔ حکم شد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است۔ می نوشتہ باشند۔

راسخ سیدوالانژاد بود و راسخ القدم جادۂ استعداد۔ معانی تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[1]۔

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب ہفتصدی سرافرازی داشت۔

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مائہ و الف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بمرد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است۔

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند۔

گر نبودے تاج بسم اللہ بائے بوتراب | کجکلاہیہا نکردے بر سر اُمّ الکتاب
یاد از شامِ غمِ بزمِ خموشان کردیم | مُشتے از سرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر ببالائے جنون تنگ آمد | آنچہ از دست برآمد بہ گریبان کردیم

[1] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدرآباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع درآمدہ است۔

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سہرندی)

شیر نیستان سخنوری است و مرد میدان معنی گستری - ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته - و نصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته - بمرخوش گوید

در ملک سخن بود جہانگیر علی — در مشرب دل ولی علی - پیر علی
با شعر علی نمی رسد شعر کسے — زانسان کہ بخط کس بخط میر علی

گل وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست - چاشنی گیر مشرب بلند بود - و متمسک سلسلہ علیہ نقشبند - استفادہ از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس اللہ اسرارہا نمودہ - و در مثنوی زبان بہ مدح حضرت شیخ کشودہ کہ ؎

چراغ ہفت کشور خواجہ معصوم — منور از فروغش ہند تا روم
ردا از ماہتاب شرع بر دوش — چو صبح از پاکی باطن قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشا سہرند است - ابتداء حال با میرزا فقیر اللہ مخاطب بہ سیف خان بدخشی چون جوہر بہ شمشیر ملازم بود - چون سیف خان را حکومت الہ آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گشت - در رفاقت او بگلگشت الہ آباد خرامید - و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازہ کرد -

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاہجہان و داماد اسلام خان خوستی - سفیدونی متخلص بہ والا است - در عہد خلد مکان سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) بہ صوبہ داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت - بعد چندے بعلت گوشہ انزوا گرفت و در سنہ ست و ثمانین و الف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصہ و شمشیر از تنگنای عزلت بر آمد - و پس از ان بنظم صوبہ الہ آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت - و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانۂ حیاتش لبریز گردید۔
سیف آباد یک منزل از سہرند آباد کردۂ سیف خان است کہ خلد مکان
او را بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ سیف خان جوہر قابل و قابل دوست بود۔
"راگ درپن" در فن موسیقی و رقص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔

بعد از گذشتنِ سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سہرند
بہ بیجاپور رفت۔ و با ذو الفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان
موافقت دست بہم داد۔ بلے علی بود ذو الفقارے بدست آورد و در مدح او
غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ؎

اے نشانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار نامم تو در نبرد کند کار ذو الفقار

ذو الفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صلہ داد[۲]۔ ناصر علی ہمان ساعت ہمہ
را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔

و چون ذو الفقار خان در سنہ ثلث و مأتہ و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک
کرناتک اقصای ملک دکن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے
معدود دران نواحی بسر برد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید در مدح
او می پرداز ؎

اینک اینک ساقیِ شیرین رسید نوبتِ جامِ حمید الدین رسید
حلقۂ درگاہ بیچون جامِ او از زمین تا آسمان در دامِ او
جامِ او خورشید ربانی بود انجمن افروزِ سبحانی بود
گر جمالِ او براند از دو نقاب روزنِ ہر خانہ گردد آفتاب

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔
[۲] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء۔

درجلالش برکشد تیغ از نیام غیر او باقی نماند والسلام

شاہ حمید مجذوب

واین شاہ حمید مجذوبے بود در چیچی۔ بعد فوت او علی دوست خان از رؤساء نوایت ارکات برمرقدِ او قبۂ عالیشان بنا کرد۔

واز ممدوحانِ ناصر علی شاہ عادل پسر خواجہ شاہ مخاطب بہ شریف خان است۔ شریف خان از سرافرازکردہای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت۔ گویند شاہ عادل ترک دُنیا کردہ بود۔ و دامن دولتِ فقر بدست آوردہ۔ ناصر علی در مدح او قصیدۂ دارد کہ مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظرکردۂ استاد قدیم کہ بود نقطۂ سہو القلم فکرِ حکیم

وبا غضنفر خان ربط کلی داشت۔ واین غضنفر خان از رفقا ذوالفقار خان بود و بحکومت کنجی می پرداخت۔ کنجی شہریست مشہور بر مسافت دوازدہ کروہ از ارکات و یکے از معابدِ سبعۂ ہنود است۔ در مدح غضنفر خان گوید ؎

ہمچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما بشنود گر کوہ آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن بہ ہندوستان عطف عنان نمود۔ و در شاہجہان آباد بے نیازمندانہ می گذرانید۔ وہمین جا بیستم رمضان سنہ ثمان ومأتہ والف (۱۱۰۸) بجنۃ الماوی خرامید۔ عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ۔

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد کہ روزے با جمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم و باہم صحبت داشتیم۔ یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آوردہ گفت۔ بارے آن قولِ شما چہ شد کہ ؎

خاک گردیدیم و می رقصد ہنوز افغانِ ما خُم شکست اما نمی ریزد مَیِ جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است کہ برقص درآمدہ۔ یاران تحسین کردند۔

صریر کلکش در گنبدِ خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بنظر رسیده

یک شهر چشم خویش نگهبان فرش راهِ اوست | آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاهِ اوست
بس بود یک جنبشِ ابروے تیغ قاتلم | می توان از سایهٔ شمشیر کردن بسملم
گوارا نیست عشقت طبع ناپرهیزگاران را | چه لذت از نشاطِ عید باشد روزه خواران را
دوش یک لحظه بخواب آئینه بیدار شدم | طپشِ دل چه ستم کرد که بیدار شدم
خوی نازک بدلِ من چه ستمها که نکرد | شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد
قد آرا خلعتے در عالمِ امکان نمی باشد | دلِ تنگی نیاز آورده ام این جامه بیبان را
خودنمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست | در ته پیرهن از خویش چو تصویر برآ
درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا هرگز | چو ماهی شد زبانم آب از شرم تکلمها
ما و تو ای پریوش در کیش هم تمامیم | گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد
آشیان گم کردهٔ چون من گرفتارش مباد | سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند
انتقامِ دادخواهانِ قیامت شد تمام | می فشاند چشمِ قاتل سرمه بر سوزم هنوز
ز معنیهای بخشش بیر نتوان ساختن دل را | بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی
چشم بربند اگر مے طلبی رزقِ حلال | مرغ بسمل خورشی باز نظر دوخته است
بود دنیا و دین پشت و رخ آئینه هستی | بزرگ آید و جو دخویشتن در چشم شاهان را
نشاطِ این جهان هرچند کمتر سیر حاصل تر | بطفلان عید در روز جمعه آسے بود و افسوسے
خشمِ اهلِ کرم از لطفِ بخیلان بهتر | تشنه را آتشِ یاقوت به از آبِ بقاست
کلاه سلطنتِ خسروان شکست نداشت | نمی زد تد اگر پشتِ پا فقیر آتش
سرمه آه از دوای کاروانِ وحشت است | ناقهٔ ما بسته از چشمِ غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاہر قزوینی

یگانهٔ عصر بود - و در فنونِ علوم و نظم و نثر گرو از همعصران می برد -

الحق در اینجا د مضامین تازه و ابداع مُدّعا مثل بے نظیر اُفتاده و آن قدر دوشیزگانِ معانی که از صلب طبیعتش زاده - دیگر حرف آفرینان را کم دست بہم داده - میر صیدی طهرانی گوید؎

صیدی امروز نور چشمِ کمال　　میرزا طاہر وحید من است

و نیز می گوید؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید　　فرِ صنتش باد که سرخیل ہنر کوشان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیه نویسی شاه عباس ثانی صفوی که در سنه اثنتین و خمسین و الف (۱۰۵۲) به تخت فرمانروائی برآمده - مامور بود - و بنابر فرط سلیقه اعتماد الدّوله سارو تقی که وزیر اعظم شاه بود به پیشدستی خود نواخت - و چون اعتماد الدّوله بقتل رسید و منصب وزارت بر سید علاء الدّین مشهور به خلیفه سلطان قرار یافت - میرزا طاہر را عهدهٔ پیشدستی بحال ماند - و رفته رفته به مجلس نویسی شاه که عبارت از وقائع نگاری کل باشد سربلند گردید -

و در عهد شاه سلیمان که در سنه سبع و سبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاه دران کار مستقل بود و بکمال تقرب اختصاص داشت تا آخر الامر بوالا پایهٔ وزارت متصاعد گشت -

و در آغاز عهد سلطان حسین میرزا که در سنه خمس و مائة و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید - تا آنکه از کدورت ہستی وارست و رخت سفر ازین عبرتکده بعالم دیگر بربست -

دو مثنوی دارد - یکے مقابل مخزن اسرار ۔ مطلعش این است؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　ہست نہالے ز ریاض قدیم

و دیگر ناز و نیاز، مطلعش این است؎

خدایا سینهٔ بی سوز دارم	دلی همچون چراغ روز دارم

و درین مثنوی گوید در مدح شاه عباس ثانی

چنان آباد شد از وی زمانه	که چون شان عسل پر شد ز خانه

دیوان غزل قریب ششصد هزار بیت از و بنظر در آمده تا کجا کسی بنظر تأمّل ملاحظه کند بمطالعهٔ سرسری چند بیت بر چیده شد

نور معشوق ازل در دلم از یار افتاد	عکس خورشید ز آئینه بدیوار افتاد

مرا ز صحبت جاهل چه باک می باشد	که در دهان نجس حرف پاک می باشد

چو می بینم بدی از خصم خود در بهی کوشم	ز آب سرد دایم چون سفال گرم می جوشم

می کشد هر کس بدامن پا بجائی می رسد	جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

نقصان را جو می باشد گوارا نز ز لطف	آتش سوزان به از آب است خشت خام را

دزد وقت ساعت آخر خود بخود رسوا شود	یافتم از ناله در زلفش دل دزدیده را

سیم و زر دنیا پرستان را منافق می کند	پشت و رو باشد یکی آئینهٔ بی سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی که چیست	آنچه روز اول از ما بردهٔ آن را بده

چارهٔ نبود شکست توبه را جز انفعال	از گداز خویش باشد مومیائی شیشه را

آگه کسی از ناخوشی زادهٔ خود نیست	از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوهٔ رسیده زدن سنگ ابلهی است	زنهار از سوال مرنجان کریم را

دائم برهنه همچو قلم راه می رود	باشد اگرچه کفش طلا تیره بخت را

چون کاغذ مشقی ز جمال تو نگاهم	هر چند که شوید عرق شرم تو خواناست

در اثر پیش است سالک گر بظاهر در قفاست	نقش پای اسپ هموار است پیش از جا دست

مرا بریختن خون خود مضایقه نیست	کسی اگر بتو گوید چرا چه خواهی گفت

چون نمیرم یار می گوید عاشق می کشد	من نه تنها عاشقم بر دوست خود هم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوے ملایم را — که از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد

بشاهان می رسد از زیردستان فیضِ پنهانی — بنای خانه را از خشتِ زیرین محکمی باشد

اگر خواهی ز عمرِ خود حلاوت تن بسختی ده — ثمر را وقتِ شیرینی چو آید استخوان گیرد

چو دولت یافتی خوی بدت فرمان روا گردد — که در وقتِ سواری دستِ چپ صاحب عنان باشد

بزر پاشی بود مشهور خورشیدِ جهان آما — زرِ پاشیده را پیوسته در دامانِ خود دارد

تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد — که چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد

عیب خود نسبت بعاجز می دهد فرمان روا — بار چون افتد مکاری چوب بر استر زند

گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام — از تغافل همتم خون در دلِ فرصت کند

در وصل دلم وا نشود بسکه ضعیفم — از رشتهٔ باریک گره دیر کشاید

توان کردن بنرمی کارهاے سخت گیران را — که از قفل آنچه می آید ز مهرِ موم می آید

بدرویشان چو آمیزی پسندِ حق توانی شد — که چون با ریسمان آویخت ابریشم نمازی شد

با اعتبار جنگ ندارد تلاشِ فقر — زربفت باش و پارهٔ دلقِ فقیر باش

غلط مکن چو سرت گشت گرمِ فکرِ بلند — که بازگشت نباشد فتاده را از بام

نیایم در شمار اما بسانِ رشتهٔ گوهر — در شتان را بنرمی آشنا یکدگر سازم

شاعران جان از برای شعر فهمان می کنند — دختر هر کس وجیه افتاد مفت شوهر است

درین شعر طرفه مضمونے واقع شده۔ امثال این مضمون هر چند بلند و نازک باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا۔

مثل عمق بخاری که خود را بکه تشبیه می دهد می گوید ے

بخونِ من شد مژگانِ او حریص چنان — که شیعیان حسین علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی که خود را درچه محل فرود می آرد ے

بزیر بارِ تو سعدی چو خر بگِل درماند — دلت نسوخت که بیچاره زیر بارِ من است

وعرفی شیرازی که دہانِ خود را بچہ می آلاید ؎

شاہدِ عصمت۔ تلاشِ صحبت من کے کند
خونِ حیضِ دخترِ رز چو شد از لبہاے من

وملّا ملک قمی که خود را بچہ حوالہ می کند ؎

تا چند بو الفضول زند لاف دوستی
دادِ ادب دہید و ملک را کلنگ[1] زنید

ونعمت خان عالی که از چہ مقام حرف می زند ؎

بیا که شیشۂ می در سجود جام شد است
ببین که خانۂ ما مسجد الحرام شد است

(۷۳) عالی میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامعِ علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشہور بودہ اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است که در ہندوستان با شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبتے بہم رسانید۔ وپسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بہ منصب پنجہزاری وخطاب حکیم الملوک وکمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولد شد۔ و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت وکسب کمال نمودہ برگشت۔ و در خدمت ملّا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شہر حیدر آباد فتح شد تاریخ فتح از نظر شاہی گزرانید۔ و بمرحمت خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این است ؎

---

[1] چوبدست قلندران (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی — گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حساب تاریخ — شد فتح بجنگ حیدر آباد
۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ و الف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواہرخانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاہ بعد از انتقال خلد مکان بہ ارادۂ مقابلت شاہ عالم از دکن نہضت ہند نمود۔ میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود۔ و چون محمد اعظم شاہ در وقت قُربِ فتنۂ بنگاہ را در گوالیار گذاشت۔ میرزا محمد برائے محافظت جواہرخانہ در گوالیار ماند

و بعد کُشتہ شدن محمد اعظم شاہ و ظفر یافتن شاہ عالم۔ میرزا محمد نعمتِ ملازمت شاہ عالم دریافت و بخطاب دانشمند خان سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ مامور گردید۔ لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند و قلم قضا پیشدستی نمودہ در سنہ احدی و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید[۱]

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[۲] محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمے بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[۱] در دائرہ میر مومن واقع حیدر آباد دکن مدفون شد۔ (گلزار آصفیہ صفحہ ۴۱۲ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۶ھ)
[۲] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

در دیباچه دیوان خود می نگارد که:-

"دربدایت حال به مناسبت شغل طبابت که سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
"نمودم- آخر تصحیف بحکم اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودۀ اُستادے"
"نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردیده

نخواهد کرد ترکِ بُت پرستیها دلِ زارم   که چون سنگِ سلیمانی ست مادر زادۀ زنّارم

موجِ آبی چو رسد دانه ثمرساز شود   ناخن اینجا شکند تا گرهے باز شود

می کند باز این دلِ شوریده آزارِ خودش   من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش

نگذارد بحرف گریه مرا   کاغذِ آب دیده را ماتم

رشتۀ حیاتم را همچو رشتۀ تسبیح   صد گره بکار افتاد تا بیار پیوستم

نقش پائی او بهر گامے کند جان در تنم   خاک راهِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است

یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود   کے رود از یاد کس چیزیکه از بر می کنند

گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام   باری ازین قرار به بینم چه می شود

دین و دلے که داشتم از دستِ من کشید   در من نماند جز نفس آن هم کشیدنی ست

دریادِلی کن و ز کدو پوچتر مباش   خواهد همیشه مرتبۀ آشنا بلند

سبز باغی که بود بیتو کم از ماتم نیست   می کند سایۀ هر نخل سیه پوشش مرا

کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد   رو بپائین می کشد قد همچو باران دانه ام

به بزمِ وصل او کاش اینقدر هم می شدم محرم   که چون آئینه حرفی از پس دیوار می گفتم

کوکبِ سوخته میکرد گر اندک مددے   همچو آتش به دلِ سنگ تو جا می کردم

بجای نامه شمعِ روشنی دادیم قاصد را   که طومار یست شرحِ سوز و پیغام زبانی هم

از عصای خویش طفلی را جنیبت می کشم   از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

کاملان راہمہ سرگشتگی از دستِ خود است — حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را

خود ناتوان ولے ہنرآموزِ مردم اند — پیرانِ قد خمیدہ کمانِ کبادہ اند

حرفِ بجا زکس نشنیدم ز اہلِ ہند — غیر از کسے کہ گفت بمطرب بجا بجا

(۷۴) خالص سید حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا باقر وزیر قورچی۔ حاجی الحرمین الشریفین بود۔

بعد ورود ہندوستان در دکن۔ خلد مکان را ملازمت کردہ در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید۔ و بدیوانی صوبۂ عظیم آباد پتنہ و خطاب امتیاز خان امتیاز یافت۔ و ثروتِ عظیمے بہم رسانید۔

و در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد۔ و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی برخورد و صحبتہا داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقود و جواہر و اقمشہ با خود می برد۔ خدا یار خان[1] مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت۔ علامۂ مرحوم بریں معنی اطلاع یافتہ ہر چند مبالغہ کرد کہ پیشتر نباید رفت۔ و از ہمین جا عطف عنان باید نمود۔ گوش نکرد و سر بکف بجولانگاہ قاتل روان شد۔ چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علامۂ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کردہ در حویلی خود فرود آورد۔ خدا یار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خدا آباد طلبید۔ و کسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند۔ و این حادثہ در سنہ اثنین وعشرین ومائتہ والف (۱۱۲۲) واقع شد۔ علامۂ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان" ۱۱۲۲ھ

[1] مآثر الامرا جلد ا صفحہ ۸۲۵ تذکرۂ خدا یار خان۔

تاریخ یافته اند۔

دیوانش مطالعہ اُفتاد۔ صاف گوست تنلاشہا ہم دارد این چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ؎

ما وطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم
رشتۂ تسبیح زد گوئے کہ ما مے خواستیم

بسائل آنچہ برآید ترا از دست بدہ
نگاہدار زبان را و ہرچہ ہست بدہ

رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است
سپند آتشِ مَی شو چہ وقت تمکین است

تیرہ روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است
روز چون شب می شود آئینہ فردِ باطل است

نیست تقصیرِ کسے گر ما بہ بند اُفتادہ ایم
از جنونِ دوریٔ خود در کمند اُفتادہ ایم

حق القدم گرفت گہرہاے نیمرو
پای کسے کہ آبلہ زد در سراغِ ما

تو تا از دیدہ رفتی ما نمی بینیم خود را ہم
جُدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند ما را

تا نخوانند مشو سبز بھرے انجمنے
کہ نباشد بہ چمن قدر گلِ خود رو را

بگو پیش قاصدی معرفت بیدردان زنادانی
ہمہ مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را

دلبرِ من سکہ دارد پشت چشمِ ناز کے
دیدہ گر برہم گذارد باز مے بیند مرا

ای کاش ہمچو رشتۂ تسبیح تار عمر
در کربلا گسستہ شود گر گسستنی است

با خستگی کہ لازمِ ارباب دولت است
دُشنام می دہند بسائل غنیمت است

نیست بے لطفی جوابِ نامہ گر ننوشت دوست
از زبانِ خامہ ما را یاد نتوانست کرد

دیوانہ براہے رود و طفل براہے
یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد

ہمتِ ہر کس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست
آب چندین چشمہ از یک چشمۂ پل می رود

لُطفِ حق را کرد برما ظلمتِ عصیان غضب
آب دریا را شبِ تاریک آتش مے کند

نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد
چو برگردد الٰہی قاصدِ من بے خبر باشد

ساقی بیا کہ فصلِ خزان زود مے رسد
ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

جُنا غی را کہ با اغیار من دلخواہ می بندی ۔۔۔ اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم
کار نظارہ بعینک چو فتد چشم بپوش ۔۔۔ سرِ پیریت کہ وِگر شیشہ بخود بند مکن

(۷۵) باذل[1] رفیع خان مشہدی

نسبتش بخواجہ شمس الدین صاحب دیوان می پیوندد ۔ وعمش میرزا محمد طاہر وزیر خان ۔ در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس ۔ بہ ہند رسیدہ نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید ۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ داری برہان پورہ اکبر آباد و مالوا بنوبت سربلند گردید ۔ و در حکومت مالوا سنہ ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود ۔

وعم دیگرش میرزا جعفر سرو قد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد ۔ نورالدین محمد خان و فخرالدین محمد خان و کفایت خان پسرانِ میرزا جعفر سرو قد بہ ہند آمدند و بخطابات وخدمات پادشاہی ممتاز بودند ۔

اولین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنہ ست وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید ۔ از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ما تا تو شکستی دلِ ما را ۔۔۔ ہر پارۂ این آینہ عکسے ز تو دارد

دومین خانساماں شاہزادہ محمد معزالدین بن شاہ عالم بود ۔ آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد وہمانجا در سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) درگزشت ۔

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست ۔ وقبرش در محمود پورۂ برہان پور است ۔

[1] ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۔

مولد رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد - از معتصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سرفرازے داشت -

وفاتش در ثلث وعشرین و مائتہ و الف (۱۱۲۳) اتفاق افتاد -

خیلے قوت بیانے دارد - و بہ اقتضائے تخلص خود فراوان جواہر زواہر بذل وایثار می نماید - حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است -

نقشے از کلامش در نگین صفحہ می نشیند ؎

نگردد طور جای نقش پا معراج احمد را | ید بیضا بزک داری کند نور محمد را
کمر در کار امت تنگ بستن اینچنین باید | بہ بین در نام او گنجیدن میم مشدّد را

امشب چو شمع ریخت زہر تار موئے ما | ہر گریہ کہ بود گرہ در گلوئے ما
ما مست جام غبغب و مینائے گردنیم | بر دوش مے کشند نکویان سبوی ما

(۷۶) اثر شفیعائی شیرازی

سخن ساز افسون طراز است - پدرش از مردم پر شگفت بودہ کہ موضعیست از اعمال شیراز -

مولد و منشأ شفیعا شیراز است - در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گردید اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت - اکثر در شیراز بسر می برد - و باصفہان ہم رفتہ - با مستعدان آنجا صحبت داشت -

کسانیکہ او را دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہرگاہ در نطق مے آمد مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین و مائتہ و الف (۱۱۲۰) واقع شد - این چند بیت از دیوانش بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتهٔ طولِ امل تار و جهان طنبور است	چه قدر بر سرِ این کاسهٔ خالی شور است
ز آبِ گلستان آموخت شوقم جانفشانی را	بپائی نونهالان صرف کردم زندگانی را
خط کرد ظاهر آن دهنِ غنچه رنگ را	در کار بود حاشیه این متنِ تنگ را
ز خلوت خانهٔ خود گوشهٔ درویش محزون را	چنان باشد که گیرد پادشاهی ربعِ مسکون را
بدعمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است	سنگ کم وزدِ ترازو را انگبینِ دولت است
چون آن شعرے کہ انداز نہ کج طبعان تقطیعش	زموزونی جدائی بود حاصل عضو عضوم را
دوستان را کسوتِ تجرید مے پوشد خدا	شاہی بخشد بخاصان خلعتِ پوشیدہ را
نسازد حق شناسان را مقیدِ زیورِ دنیا	ز انگشتِ شہادت دست کوتاہ است خاتم را
آخر آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم	امانت از خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش - محمد افضل

از مردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود - می فروش مصطبهٔ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی - عمرہا در کوچهٔ شاعری شتافت - و صحبت جمعے از صاحب طبعان عصرِ خود دریافت - چنانچہ از "کلمات الشعراء"[۱] کہ تالیف اوست وضوح می یابد -

شاگرد محمد علی ماہر و موسوی خان فطرت است و از یارانِ شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ؎

باشعر علی کے رسد شعر کسے | زان سان کہ خطِ کس بخط میر علی

---

[۱] نسخ متعددہ از کلمات الشعراء در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است و یکے از انہا نسخهٔ کتب خانہ سراج الدین علی خان آرزو ست کہ بسیار خوشخط است و اشاعت کنندہ این کتاب (محمد عبد اللہ خان) عزم بالجزم دارد کہ این نسخهٔ گرانمایہ را بطبع رسانیدہ اشاعت دہد ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد -

شخصے در مجلسے گفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست - فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود۔

بالطف ساعدت بدبیضا نمی رسد   پیشِ لبت سخن بہ مسیحائے رسد

او اخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت -

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد - عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مآتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان نشتافت

جام[1] کلامش بگردش می آید ۔

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد   سرت چون گردد از مستی جہان گرد سرت گردد

نظرے بر گل شبنم زدہ افتاد مرا   آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون با ناقص افتد دست بردار از کمال   ہمزبانِ لال را ناچار باید گشت لال

نعرۂ ہم بقدر بزرگی مقرر است   از اسپ تازیانۂ انسان کلان تر است

ز دست و پا زدنِ بسملِ تو دانستم   کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است

در عدم ہم ز عشق شورے ہست   گل گریبان دریدہ می آید

از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ   شیرازۂ جمعیتِ دلہا رگِ تاک است

ہموار زکس نہ بیند آزار   نتوان کفِ دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر - التفات خان نقد اصفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفتر سلاطین صفویہ بود - مشار الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

[1] دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع در آمدہ -

به دکن رسیدند۔ و با مخلص خان ربطی بهم رسانیده بتوجهٔ او ملازمت پادشاه حاصل کردند۔ و بمنصبی کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دومین بخطاب ملتفت خان مورد التفات گردید۔

التفات خان درعصر خلد مکان فوجدار بیر از مضافات اورنگ آباد بود۔ و در عهد شاه عالم فوجدار کودرا از توابع گجرات احمد آباد شد و در زمان محمد فرخ سیر به فوجداری ماندو و مندسور از ملحقات صوبهٔ مالوا می پرداخت۔

چون امیر الامرا سید حسین علی خان بدکن رسید۔ خود را بخدمت امیر الامرا رسانید۔ و مشمول الطاف گردید۔

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجه دار الخلافه شاهجهان آباد گشت و در نواحی کهرکون رسیده در سنه تسع وعشرین ومائه والف (۱۱۲۹) بردست قطاع الطریق رشتهٔ حیاتش انقطاع یافت۔

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت۔ و بمثابهٔ قدرت داشت که سه کاتب درحضور او با اسباب کتابت می نشستند۔ هر سه را عبارت خود می فرمود۔ و فقرهٔ لاحق برائی هر کدام بے تامل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد۔ و باوصف آن خود هم دران حالت مشغول کتابت می بود۔

از التفات خان است ؎

مکن گو یا بعرض مدعا یارب زبانم را　　به بند از موی چینی تار قانون فغانم را

شهید بیکسم پوشیده ام بعد از فنای خود　　برنگ مردهٔ فیروزه نیلی در عزای خود

شهرت حسن تو شد از کشتهٔ دیدار تو　　از نسیم بال بلبل بشگفد گلزار تو

(۷۹) غبار۔ میرزا ابو تراب

پسر التفات خان۔ خوش ذهن بود۔ و شعر خوب می گفت۔

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت۔ غبار باین رباعی جواب ادا کرده

گویند که ہجو کرد ما را جعفر — شیرین و لطیف ہمچو شیر و شکر

صد شکر که آنچه عیب ما بود غبار — امروز برای دیگرے گشته ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

از دودمان امارت است۔ جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوه و دامادی او ہمیرزا جعفر آصف خان علاوه بود۔ در عہد جہانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباہات می زد۔ و در زمان جلوس شاه جہان بوالا پایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل به ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت۔ و بتفریق به صوبه داری گجرات و بنگاله و کشمیر و اله آباد مامور گردید۔ و ہیچ وقت بیکار نماند۔ آخر پادشاه اورا مجاز کرد که حکومت ہر صوبه که خواہد برای خود اختیار کند۔ او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنه ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او با شاه شجاع منسوب بود۔

و سلطان زین الدین بن شاه شجاع از بطن آن عفیفه متولد شد۔ پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح داراشکوه بحکومت صوبۂ اوده مامور گشت و در ہمان سال ازین دار ملال در گذشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاه خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان[۱] مامور گردید۔ و در سنه مائة و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنه و در سنه ثمان و مائة و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعه داری گلبرگه منصوب گشت۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۱ صفحه ۲۰۳ تا ۲۰۶ مطبوعه کلکته ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان۔

و در عصر شاه عالم به منصب چهار هزاری امتیاز یافت - و در عهد محمد فرخ سیر سنه ثمان و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۸) ودیعت حیات سپرد -

دیوان واضح بنظر درآمد - چند غزل بخط واضح بر هوامش این نسخه ثبت بود - قصائد و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد -

این چند گل ازان چمن چیده شد

عارف ازو پر است ولی او نمی شود | آئینه رونما شود و رو نمی شود

ز مقراض فنا نور است شمع زندگانی را | بود آب دم شمشیر صندل سرگرانی را

چه الفت است بزلف تو بیقراران را | بلی سیاه پسند است سوگواران را

موج وحشت کند محروم از ساحل مرا | در طپیدن رفت از کف دامن قاتل مرا

در عالم دل باختن خویش رواج است | عمریست که ویرانهٔ ما وقف خراج است

عجیب صبح ز خورشید گلفشانیها ست | بجام پیری ما بادهٔ جوانیها ست

براه او چه در یازیم نی دینے نه دنیائے | دلے داریم و اندوه سری داریم و سودائے

واضح به هیچ راه دلم وا نمی شود | این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست

بیمرادی دل خود بال زدن نقصان است | وقت آن خوش که مرا در قفس انداخته است

دست فرسود نگه طلعت خورشید نشد | حسن بیساخته از فیض نگهبان دارد

گرچه آزادم ولی جانم فدای دیگریست | گرد سر گردانده صیادی مرا سر داده است

رشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب | یافت یک پیرهن هستی و آن هم کفن است

بیخود شدیم آفت مینای ادب بود | ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد

رفتنیهای جهان قابل دل بستن نیست | این قدر بس که دمی خاطر خود شاد کنند

گلهٔ صاف به از عفو غبار آلود است | هست صد دوزخ گنهی که بما را بخشند

بهار وقف صبا - گل بکام گلچین باد | که ما به کنج قفس طرح آشیان کردیم

بکاغذ اخگری بپیچیده ام یعنی دلِ خود را — مباد اگر به برحالم کنی ای نامه بر رحمے

رباعی

در گنجفۂ دہر شہانِ عالم — در صنفِ رعیت اند نے بیش و نہ کم

حکمے دارند زان جہاندار شدند — چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان۔ و شہرۂ سحر پردازان است۔ در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد۔ طبع درّاکش چہ قدر معانی تازہ بہم رسانده۔ و چہ ثمرہای نورس کہ از نہال قلم افشانده۔ خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ ہوشیاران۔ و طلاے دستمایۂ کامل عیاران است از آغاز شعور تا دم آخر چشم بر سیمای معنی دوختہ۔ و چراغ عجیبے بر مزار خود افروختہ۔

از نژاد قوم برلاس است۔ در بلدۂ عظیم آباد نتیجۂ از نہانخانۂ عدم بشہرستان وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبدءِ حال نوکر شاہزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود۔ و بمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہزاده رسانید۔ شاہزاده فرمود قصیدۂ در مدح ما انشا کند تا رتبۂ استعدادش دریافتہ باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت۔ ہرچند یاران مقید شدند کہ قصیده در مدح شاہزاده توان گفت۔ سر انکار باز زد و نوکری را ترک داده در دار الخلافہ شاہ جہان آباد گوشۂ انزوا گرفت و بقیہ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد۔

حق تعالیٰ اورا اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود۔ امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجا می آوردند سیما نواب شکر الله خان که خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکر الله خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاه خلد مکان بحکومت سهرند و سهارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مأتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت میر لطف الله شکر الله خان پسر اوست که بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت الله شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم الله عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاه طاب ثراه در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیج خان است عبارت از نواب آصف جاه باشد که خطاب قدیم اوست۔ ہرگاه میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری　　ہستی اثری یا پئے تاراج خماری

می در قدحی گل بسری جام بدستی　　رنگ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد بر ہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ع

"سادات بوی نمک حرامی کردند"
۱۱۳۱ھ

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شده از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبد الصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

وچون دولتِ سادات عنقریب برہم خورد۔ میرزا در ہمان ایام بہ شاہجہان آباد سعادوت نمود۔ وسیوم ماہ صفر سنہ ثلث وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید۔ و در صحن خانۂ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطورِ خود دارد و بطور جمہور نیز فراوان جواہر سخن در رشتۂ نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود و خط نسخ بر نسخۂ سحر سامری می کشد۔ چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل حاضر است۔

و از بس قوت طبع گاہے با دریای فکر تندی تازد و بطور مُلّا ظہوری ترشیزی دریک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

و میرزا را بحر کامل مرغوب اُفتادہ و درین بحر شنائی کردہ میر عطاء اللہ صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفتہ اند۔ خالی از عذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدین سلمان ساوجی فرماید ؎

بصنوبرِ قدِ دلکشش اگرای صبا گذرے کنی | بہوای جانِ حزینِ من دلِ خستہ را خبرے کنی

و از مطالع میرزا بیدل است ؎

توکریم مطلق و من گدا چہ کنی جزاین کہ نخوانیم | درِ دیگرم بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

دیوان غزل میرزا بنظر درآمد۔ این چند گوہر از ان محیط برآوردہ شد ؎

مستِ عرفان را شراب دیگرے درکار نیست | جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول اُفتد | بجای عذر دل آوردہ ام قبول اُفتد

دیدۂ انتظار را دامِ اُمید کردہ ام | ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر ز فقر بر سرِ دُنیا زدیم پا | مطلقی بجاۂ تکیہ زدد ما زدیم پا

کافرم گر مخمل و سنجاب می باید مرا | سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

بی نقش چین نه حُسنِ فرنگ آفریدن است | بهزادیِ تو دست ز دنیا کشیدن است

تنم ز بندِ لباسِ تکلف آزاد است | برهنگی ببرم خلعتِ خدا داد است

اُلفتِ تن باعثِ فکرِ پریشانِ دل است | دانه صاحب ریشه از آمیزشِ آب و گِل است

کسے از التفاتِ چشمِ خوبان کام بر دارد | که بر هر استخوان صد زخم چون بادام بر دارد

من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش | ای ز فرصت بیخبر در هر چه باشی زود باش

شکوهِ فقر ملکِ بے نیازی کرد تسلیم | باقبالی که دل برخاست از دُنیا به تعظیم

باز بیتابانه ایجادِ نوائے می کنم | مطلب دیگر نے دارم دُعائے می کنم

من درین بحر نه کشتی نه کدو مے آرم | چون حباب از سرِ خود جامه فرو مے آرم

درین حدیقه نهٔ قدردانِ حیرانی | بشوخیِ مژه ترسم ورق به گردانی

جمع گشتنِ دلِ ما را به تسلّی نرساند | از گهر کیست برد شیوهٔ غلطانی را

چه وجود و چه عدم بست و گشادِ مژه است | چون شرر هر دو جهان را بنگاهے دریاب

سرگرانی لازمِ هستی بود بیدل که صبح | تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیده است

گر تأملِ قفسِ بیضهٔ طاؤس شود | در شبستانِ عدم نیز چراغانی هست

دل سخت گره شد بخمِ ابروے نازش | در طاقِ تغافل همه نقاشیِ چین است

صاف معنی کرد مستغنی ز دردِ صورتم | چون لبِ ظرفی باطنِ من عالمِ آبِ من است

بهستیِ تو اُمید است نیستیِ ما را | که گفته اند اگر هیچ نیست الله است

بهر طرف گذری سیرِ نرگستان کن | بقدرِ نقشِ قدم چشمِ دوستان باز است

تا نفس باقیست ظالم نیست بیفکرِ فساد | گوشه گیرِ فتنه می باشد کمان را تا دم است

قلندرانه حدیث است زاهدِ مغرور | تو غرّهٔ به بهشتی که جائے دیدن نیست

کینه در طبعِ ملائم نکشد نشو و نما | فارغ از جوشِ غبار است زمینی که نم است

حُسن بے مشقِ تأمّل نگذشت از دلِ ما | صفحهٔ حیرتِ آئینه عجب خوش قلم است

مشقِ ستم ز طینتِ ظالم نمی‌رود　　زورِ کمان دمی که نماند کباده است

کس نرفتی بعدم هستی اگر جامی داشت　　تُلقی از تنگیِ این خانه بصحرا زده است

کاش هجران دادِ من میداد گر وصلی نبود　　شمع تصویریم که از من سوختن هم ننگ داشت

گر برآمد از صدف گوهر اسیرِ رشته است　　خانهٔ غربت دلِ آگاه را دامِ بلا است

بی خمیدن از زمین نتوان گهر برداشتن　　آنچه بر دارد دولت زین خاکدان قدِّ دوتاست

نه دام دانم و نی دانه این قدر دانم　　که دل بهر چه کشد التفات صیّاد است

در قیامم هر نفس تیغ دو دم خوابیدہ است　　چون سحر در قطع هستی خنجری در کار نیست

آن قدر سعی به آبادی ما لازم نیست　　خانهٔ چشم به امداد نگاهی بر پاست

گویند بهشت است و همه راحتِ جاوید　　جائیکه بداغی نه طپد دل چه مقام است

چون سایه باش یک قلم آئینهٔ نیاز　　آن را که سجده جز و بدن نیست بندہ نیست

تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است　　رشته را که گره جمع نساز دو سر است

مرده هم فکر قیامت دارد　　آرمیدن چه قدر دشوار است

بگذر از اندیشهٔ یوسف که در کنعانِ ما　　یا نسیم پیرهن یا جلوهٔ پیراهن است

هیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاه نیست　　ورنه جائی نامه بیش از بار ما را خواندن است

هر که رفت از خود بداغِ تازه ام ممتاز کرد　　آتشِ این کاروانها جمله بر جانِ من است

پیشکارانِ عجوزِ دهر یکسر غالب اند　　آنکه از مردان بمردی باج بگیرد زن است

آبرو با عرضِ مطلب جمع نتوان ساختن　　دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست

بیدل نتوان بردنم از خطِّ جبینم　　نقاشِ عرق ریز حیا نقش مرا بست

خواریِ دیوان دهر عزّتِ ما بیش کرد　　فرد چو باطل شود سرورقِ دفتر است

قماشِ فهم نداریم ورنه خوبان را　　اُتوی پیرهنِ نازِ چینِ پیشانی است

زین ندامت خانه بیرون رفتنت دشوار نیست　　هر قدر دستی که می سائی بهم پا می شود

برنگِ آب سیرِ برگ برگِ این چمن کردم
گلِ داغ است بیدل آنکه بوئی از وفا دارد

داغم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید
تا در قدم سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری
قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد

بر که نالم بیدل از بیدادِ چرخ
خواب من آواز این دولاب برد

در مجلسی که عزّت موقوفِ خود فروشی است
دیگر کسی چه باشد گر میرزا نباشد

چو پیر گردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل
سلامت سخت می لرزد بران سنگی که مینا شد

بدماغ دعوی عشق سرِ بوالهوس بلند است
مگر از دکانِ قصاب جگری خریده باشد

ز دل حقیقت ردّ و قبول پرسیدم
بخنده گفت برد یا بیا که می پرسد

اگر مردی در تخفیفِ اسباب تعلّق زن
کز انگشتِ دگر انگشتِ تریک بند کم دارد

کج ادایانه به ارباب مطالب سر کن
راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دهر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز
کم کسی اینجا بحالِ خود ترحم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی
ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هرچند کار فرداست امروز مفت خود گیر
شاید دماغ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی
تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشِ فلکم
دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند
رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بنخاله ازین تشنه سلامی
خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیری ما ناساز هیچکس نیست
ویرانه ایم امّا بسیار خوش هوائیم

چندانکه زخود می روم آن جلوه به پیش است
رنگی نشکستم که برنگی نرسیدم

نشّهٔ تحقیق ما را شعلهٔ جوّاله کرد
گرد خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است وگرنه
دریاست می ریخته از جامِ حبابم

در وصل ز محرومی دیدار میرسید | آئینہ نفهمید کہ من باکہ دو چارم
طپیدم نالہ کردم۔ آب گشتم خاک گردیدم | تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن
چہ پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم | تو ہم آخر زبانِ حیرتِ آئینہ می دانی

رباعی

ہر صبح کہ درہائے فلک باز کنند | مردم قانون جستجو ساز کنند
قوال فلک بدست گیرد دفِ مہر | دنیا طلبان پا زدن آغاز کنند

مخفی نماند کہ تاریخی کہ میرزا بیدل برای سادات گفتہ و در ترجمۂ او برزبان قلم گزشتہ۔ محرک شد کہ درین محل شمۂ از احوال دو امیر کبیر از ساداتِ بارہہ و اسبابے کہ باعث عزل پادشاہ شد بمعرض بیان در آید۔ و این جملہ معترضہ نقاب از صورت حال وا نماید۔ و اسم نواب آصف جاہ ہم در ترجمۂ میرزا ذکر یافت بہ این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدولہ شہید خلف الصدق او نیز می طرازم۔ و او ہم کلک را مطلق العنان می سازم۔

(۸۲) سید عبداللہ خان

مخاطب بہ قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاہ بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباہات بآسمان می سود۔

اینہا از اعاظم سادات بارہہ اند و اکابر شرفاء ہند نسب سادات بارہہ بہ سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلۂ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمہ سید محمد صغری بلگرامی نوّر اللہ ضریحہٗ نگارش یافت۔

ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند متحلی باکثر شمائل

لے مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء۔

سنیہ وخصائل رضیہ خصوص سخاوت وشجاعت کہ ازین دو صفت والا آثار غرابظہور رسانندند۔ ونقشہائی کہ طراز صفحۂ دولت باشد بر لوح روزگار نشاندند۔ و از مبادی ایام عروج تا منتہے بخوبی ونیکنامی بسر بردند۔ واز آبیاری عدل واحسان عرصۂ ہند را رشک فردوس برین ساختند۔ لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیموزند وتا روز قیامت داغ بدنامی برخود بردند۔ اما نزد ارباب انصاف منشأ عزل پادشاہ محض پاس آبرو وحفظ جان عزیز بود کہ اینہا مدۃ العمر جانفشانیہا نمودند۔ ولوازم دولتخواہیہا بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم از حقوق پوشیدہ در صدد قلع وقمع اُفتادہ وتا زندہ بود ہمین خیال در سرداشت۔ آخر این رای سقیم باعث زوال سلطنت شد ودولت پادشاہ وسادات ہردو برہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہٗ در مناقب السادات میفرمائد کہ:۔

"امارتِ صحبت سیادت خلق محمدی است وسخاوت ہاشمی وشجاعت حیدری باید"

"کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرۂ وافی داشتہ باشد۔ واحیانا بحکم نفس امارہ"

"اگر مرتکب عصیانے شود۔ آخر کار سببے رومی دہد کہ باعث نجات اُخروی می گردد"

مصداق این کلام درین ہردو برادر مشاہدہ اُفتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند وغازۂ شہادت بررومالیدند۔ نام اصلی قطب الملک حسن علی است ونام اصلی امیر الامرا حسین علی۔ شہادت اول بہ زہر واقع شد۔ وشہادتِ ثانی بخنجر۔

حسن علی خان برادر کلان در عہد خلد مکان بخطاب خانی وفوجداری نندربار وسلطان پور از توابع بکلانہ سرافرازی یافت وبعد ازان بحراست اورنگ آباد سربلند گردید۔

وچون شہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم از پیشگاہ خلد مکان بصوبہ داری ملتان مامور شد حسن علی خان بہمراہے رکاب شہزادہ دستوری یافت صحبت

او باشاہزادہ کوک نشد۔ بہ آزردہ خاطر بہ لاہور برگشت۔ در آن وقت میر عبدالجلیل
بلگرامی بخدمت بھکر و سیوستان قیام داشت۔ چون حسن علی خان از نواحی بھکر
قصد لاہور کرد۔ میر سلوکہای پسندیدہ بعمل آورد۔ ابتدای ربط با سادات اینست
وقتیکہ خلد مکان علم بملک جاودانی زد۔ و رایات شاہ عالم از پشاور بہ
لاہور خرامید۔ حسن علی خان را بمنصب سہ ہزاری و عطای نقارہ و بخشیگری فوج
جدید سرافراز ساخت۔

و در جنگ محمد اعظم شاہ بہراولی فوج محمد معزّ الدین کہ ہراول مجموع عساکر شاہ
عالی بود مقرر گردید۔ وقتیکہ جنگ ترازو شد۔ حسن علی خان و حسین علی خان و
نورّ الدین علی خان برادر سیوم برسم تہور پیشگان ہند خود را از فیل انداختند و
با جمعیت سادات بارہہ پای جلادت افشردہ بجنگ کوتہ یراق پیوستند نور الدین
علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمہای نمایان برداشتند و سرخ
روئی فتح و ظفر حاصل کردند۔ حسن علی خان بمنصب چہار ہزاری و صوبہ داری اجمیر
مباہی گشت۔ و بعد ازان بصوبہ داری الہ آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت بہ محمد معزّ الدّین رسید۔ حکومت الہ آباد از عزل او بنام
راجی خان مقرر شد و سید عبد الغفار از احفاد سید صدر جہان صدر الصدور
پہانوی بہ نیابت راجی خان متوجہ الہ آباد شد۔ سید حسن علی خان فوجے بتقابل
برآورد و در سواد الہ آباد جنگ افتاد۔ سید عبد الغفار بعد غالب شدن مغلوب
گردید۔ عنان عطف ساخت۔ محمد معزّ الدّین باقتضای غفلت و عیاشی دست از تدارک
برداشتہ در استمالت سید حسن علی خان افتاد و بہ ارسال فرمان بحالی الہ آباد و
اضافہء منصب سرافراز نمود

امیرالامرا برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پتنہ کہ بمزید شجاعت و وقار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت۔ چنانچه در ترجمۂ او نگارش می رود۔ و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود حسن علی خان بجاپلوسی محمد معز الدّین که از وقت صوبه داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نه کرده از تہِ دل به محمد فرخ سیر گروید و درخواست قدوم اله آباد نمود۔

محمد فرخ سیر در چنین هنگام اتفاق این دو برادر بها در صاحب فوج از امارات اقبال خود دانسته از بلدۂ پٹنه به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهۃً بتجدید عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به هراولی فوج مقرر فرمود۔ و عازم پیش گشت۔

عز الدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاهجهان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید۔ و در حوالی کهجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید۔ بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر عز الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راه گریز گرفت۔

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاه عزّ الدین تقویتے کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد خرامش نمود۔

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد۔ و در فکر عبور دریای جمن (جون) بود که حسن علی خان پیش قدمی نموده از متصل سرای روز بهانی چهار کروهی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گذشت۔ اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند معدودی همراه رکاب رسیدند۔ سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرین و مآته و الف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد۔ نسیم فیروزی بر الویه محمد فرخ سیر وزید۔ و محمد معز الدّین بتغییر وضع راه دهلی گرفت۔

درین کارزار از هر دو برادر تردداتِ نمایان بظهور رسید۔ سید حسین علی خان برادرِ خورد زخمهای کاری برداشته در میدان افتاد۔ بعد جلوه افروزی شاهدِ فتح حسن علی خان برادرِ کلان برجناحِ استعجال روانهٔ دارالخلافه گشت۔ و پادشاه نیز به تفاوتِ یک هفته سایهٔ وصول بر ساحتِ دهلی انداخت حسن علی خان بمنصبِ هفت هزاری هفت هزار سوار و خطاب سید عبدالله خان قطب الملک بهادر یار وفادار ظفر جنگ و تفویض وزارتِ اعلیٰ بلند پایه گشت۔

چون عروجِ رتبهٔ این هر دو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان در صددِ شکست اُفتادند۔ و به تسویلاتِ واهی مزاجِ پادشاه را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید که هر دو برادر خانه نشین گشتند۔ و به ترتیبِ مورچال و استعدادِ اسباب پرخاش پرداختند والدهٔ پادشاه که با هر دو برادر اظهارِ دوستی می نمود و از قدیم واسطهٔ اصلاح بود۔ بخانهٔ قطب الملک آمده مجدداً عهد و پیمان استوار ساخت۔ هر دو برادر بملازمت رسیده شکوه های محبت آمیز در میان آمد۔ و چندروز زمانه به آرامش گرائید۔

غرض گویان مزاجِ پادشاه را برهم زدند۔ هر روز صحبت بے مزه تر می گشت۔ و مادهٔ نفاق که خانه برانداز کهنه دولتهاست می افزود۔ تا آنکه امیر الامرا بصوبه داری دکن مرخص گشت۔ و قطب الملک بعیش و عشرت مشغول گشته عنانِ وزارت بدست راجه رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری همراز و دمسازِ پادشاه گردید و کنکاشِ قلع و قمعِ سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک به امیر الامرا نوشت که کار از دست رفته است پیش از انکه چشم زخمی به آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیر الامرا با کمالِ تسلط و جبروت از دکن روانه شده سوادِ دهلی را معسکر ساخت و پادشاه را پیغام کرد که تا که بند و بستِ قلعه به اختیارِ ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاه خدماتِ قلعه را به متوسلانِ امیر الامرا سپرد۔ بعد استحکامِ قلعه امیر الامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

و ہشتم ربیع الآخر به ارادۂ ملاقات ثانی فوجہا آراسته داخل شہر شد و در حویلی شایسته خان فرود آمد۔ قطب الملک و مہاراجه اجیت سنگھ در قلعه رفته بدستور روز اول به بند و بست قلعه پرداختند و کلید دروازه بدست آوردند۔ آن روز و شب بہمین منوال گذشت۔ مردم شہر واقف نشدند که شب در قلعه چه واقع شد چون صبح دمید قتل قطب الملک شہرت داده افواج پادشاہی از ہر جانب مرتب شده بر سر امیر الامرا خواستند بہجوم آرند امیر الامرا به قطب الملک گفته فرستاد که چه جائے توقف است زود از میان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نہم ربیع الآخر سنه احدی و ثلثین و مائته و الف (۱۱۳۱) پادشاه را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه عالم را از حبس برآورده بر تخت نشاند و صدای نقارۂ جلوس او آشوبی را که در شہر برپا شده بود فرو نشاند۔

رفیع الدرجات در حالت حبس بمرض تپ دق مبتلا بود۔ چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد ۳ ماه و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدوله را بر سریر سلطنت جا دادند۔ و به شاه جہان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکوسیر در قلعه آگره خروج کرد۔ امیر الامرا با پادشاه بسرعت خود را رسانده قلعه را مفتوح ساخت۔ ناگاه فتنۂ دیگر گل کرد۔ جی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک در رکاب شاه جہان ثانی برای دفع جی سنگھ به فتح پور سیکری شتافت و با جی سنگھ صورت مصالحه درمیان آمد شاه جہان ثانی نیز بعد ۳ ماه و چند روز بمرض اسہال درگذشت۔ ناگزیر روشن اختر بن جہان شاه بن شاه عالم را از دار الخلافه طلبیده

پانزدہم ذی القعدہ سنہ احدی وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۱) براورنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ وبہ محمد شاہ ملقب ساختند۔

سبحان اللہ ہرچند سادات خود دعوی سلطنت نہ کردند واولاد تیموریہ را بتخت نشاندند اما حرکتے کہ با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد۔ ومی بہ آسایش نگذرانیدند ونفسے بہ طمانیت نہ کشیدند۔ دریاہائے فتنہ از ہرچہار طرف بتلاطم درآمد واسباب زوال دولت آمادہ گشت۔

خبر رسید کہ غرۂ رجب سنہ اثنتین وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشتہ قلعہ آسیر وشہر برہان پور را متصرف گشت۔ امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربہ بقتل رسید۔ سید عالم علیخان نائب صوبہ داری دکن کہ نوجوان تہور منش بود کارزار نمودہ مردانہ نقد ہستی باخت۔ امیر الامرا با پادشاہ قصد دکن کرد وقطب الملک با چندے از امرا نوزدہم ذی القعدہ از چہار کروہی اکبرآباد فتحپور رویہ رخصت دار الخلافہ دہلی شد وہنوز نرسیدہ بود کہ ہفتم ذی الحجہ خبر کشتہ شدنِ امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را کہ بحراست دہلی قیام داشت نوشت کہ یکے از شاہزادہ ہا را برآوردہ برتخت نشاند۔ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۲) سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم را برتخت دہلی اجلاس دادند۔ بہ تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید وبہ استمالت امراء قدیم وجدید پرداخت۔ وفوج علی العموم نگاہ داشت وآنچہ در ایام وزارت اندوختہ بود از نقد وجنس کہ احصاء آن جز علم الٰہی مقدور کسے نیست ہمہ را صرف سپاہ ویاران ودوستان کرد وگفت اگر زندہ ایم باز بہم

می رسانیم و اگر خواهش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر افتد۔

هفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ بر آمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلاث و ثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چہاردہم جنگ واقع شد۔ توپخانۂ محمد شاہی باہتمام حیدر قلی خان میر آتش بہیم در کار بود و مردم بارہہ سینہ را سپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہا نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شترنال کہ آنے فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت وتا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از دریچۂ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسمل شدند۔ و سید نجم الدین علی خان زخمہای کاری بر داشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ باجمعی بر سر وقت قطب الملک رسیدہ او را برابر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالۂ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتگار او زہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ باستفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الٰہی تو میدانی کہ این شئی حرام را باختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجہان آفرین سپرد۔ و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہجہان آباد زیارتگاہ خلائق است۔

از آثار اوست نہر پٹپڑ گنج واقع شاہجہان آباد کہ از بی آبی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنہ سبع و عشرین و مائتہ والف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خطہ را بوفور آب احیا نمود۔ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی گوید؎

بحر جود و فیض قطب الملک عبداللہ خان | نہر خیری کرد جاری آن وزیر محتشم
بہر آن عبدالجلیل واسطی تاریخ گفت | نہر قطب الملک ملّہٖ بحر احسان و کرم
۱۱۲۷ھ

و نیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح ادمی پردازد؎

ارسطو فطرتے آصف نشان است | یمین الدولہ عبداللہ خان است
بدیوان چون نشیند نو بہار است | بمیدان چون درآید ذوالفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان[۱]

برادر خورد قطب الملک است امّا در سخاوت و شجاعت و علو ہمّت و تمکین و وقار از برادر کلان فائق بود۔ و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہنڈول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید۔ سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل ترددات گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری و عنایت نقارہ سربلند گردید۔ و بوساطت شاہزادہ عظیم الشان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پٹنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہدار خان مخاطب بہ اعزالدولہ خان جہان بہادر از تغیر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت۔ محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پٹنہ

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء۔

رسید چون مدتہا بخودسری گزرانیدہ ونسبت بہ برادران دیگر نزد جد و پدر رتبۂ ندا شت رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشتہ بعد ز عسرت اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکہ شاہ عالم شنقار شد محمد فرخ سیر خطبہ و سکہ بنام پدر نمودہ در فراہم آوردن مردم ہمت گماشت۔ درین اثنا خبر کشتہ شدن عظیم الشان رسید۔ در ربیع الاوّل سنہ ثلث وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت۔

وسید حسین علی خان ناظم پٹنہ را بہ وعدۂ عنایات مستمال ساختہ رفیق گردانید و ازین جہت سید حسن علی خان ناظم الہ آباد نیز طریق رفاقت سپرد۔ در کمتر زمانی افواج کثیرہ مجتمع گشت امابنابر قلت خزانہ تا رسیدن اکبرآباد دوازدہ ہزار سوار بیش نماند۔

سید حسین علی خان روز جنگ بہ اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبہ داری اُوڑیسہ و زین الدین خان پسر بہادر خان رُہیلہ مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کہ توپ وضرب زن بسیار بیش روچیدہ ایستادہ بود اسپان تاختہ در زنجیرۂ توپخانہ درآمد۔ چون عرصۂ وغا بر خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور ہند پیادہ گشتہ زخمہائے کاری برداشتہ برزمین اُفتاد۔ وآن دو سردار با رفقاء بسیار مردانہ نقد زندگانی نثار نمودند۔

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیر الامرا بہادر فیروز جنگ و منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خدمت والاے میر بخشیگری کوس بلند نامی نواخت ودر سال دوم جلوس بہ افواج سنگین بہ تنبیہ اجیت سنگھ مرزبان سرزمین مارواڑ کہ لوای تمرد افراختہ بود۔ مامور گردید وتا میرٹھ ہر جا تعلقۂ او بود لکدکوب تاراج ساخت۔ راجہ از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدر زد و در مکانہای استوار خزید۔

درین بسیاق آنچه از اجرای حکم امیر الامرا نقل می کنند این است که :-

"چون دیهات اجیت سنگھ و جی سنگھ سوائی باہم مخلوط اند و رعایای متعلقہ اولین از
"ہراس رو بفرار می آوردند- و بنا راجیان حکم بود که مواضع خالی را یغماکرده آتش زنند
"و مکانهای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگھ این را دیده بوساطت
"رعایای جی سنگھ امان خواسته می آمدند- همان وقت سزاولان تعین می شدند که بنا راجیان
"گویند که آتش فرو نشانند و آنچه گرفته اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد-
"بعضی ثقات از مردم دیه استفسار کردند باتفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانے
"بما نرسید-

وضبط و نسق امیر الامرا همیشه برین منوال بود-

افواج او از راه باریکے مابین دو زراعت مے گذشت کسی را قدرت نبود که از جاده تفاوت کند- دست بزراعت رسانیدن معلوم-

القصه اجیت سنگھ چون خرابی خود و ملک مشاهده کرد وکلاء معتبر فرستاده بتقدیم پیشکش و ارسال پسر کلان خویش ابی سنگھ نام و تزویج دختر خود به پادشاه که در عرف این دیار دوله گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیر الامرا مصالحه پرداخت و ابی سنگھ را همراه گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دوله گذاشت و بعد رسیدن دوله طوی پادشاه منعقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاهان پیشین کم جلوهٔ ظهور نمود- علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آورده و داد سخنوری داده-

بعد ازین پادشاه امیر الامرا را به صوبه داری دکن مقرر فرمود- چون میر جمله سمرقندی هر روز مزاج پادشاه را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت که اول میر جمله بصوبه داری پتنه راهگرا گردد بعد ازان امیر الامرا رخصت دکن

شود- میر جمله روانهٔ پتنه شد و امیر الامرا در سنه سبع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۷) متوجهٔ دکن گردید-

وقت رخصت مواجهتهً عرض کرد که اگر در غیبت من میر جمله بحضور رسید- یا به قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد درعرض بیست روز مرا رسیده دانند- پادشاه از قباحت نافهمی بوساطت خان دوران مخفی به داؤد خان ناظم برهان پور تحریض مخالفت نمود-

داؤد خان با آنکه سادات در ابتداء سلطنت محمد فرخ سیر واسطهٔ جان بخشی او شدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبه داری برهان پور از پادشاه بنام او گرفت- و او از گجرات احمد آباد به برهان پور آمده بحکومت آنجا می پرداخت چشم از حقوق سادات پوشیده ارادهٔ مخالفت مصمم ساخت-

چون امیر الامرا نربدا را عبور کرد ظاهر شد که داؤد خان سر رشتهٔ موافقت گسسته خیال ملاقات هم در سر ندارد- امیر الامرا در فکر اصلاح اُفتاده پیغام کرد که در صورتِ توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانهٔ دار الخلافه باید شد از ما مزاحمتے نیست-

داؤد خان پائی جهالت افشرده کار به پرخاش رسانید ناگزیر یازدهم رمضان سنه سبع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۷) عرصهٔ مبارزت در سواد برهان پور آراسته گشت و جنگے عظیم رو نمود- داؤد خان بزخم تفنگ نقد هستی باخت- بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا به اورنگ آباد رسید و بر مسند ریاست تمکن ورزید-

و عنقریب کهندو دهاریه سیناپتی راجه ساهو در صوبه خاندیس سر به فساد برداشت امیر الامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را به تنبیه او تعیین فرمود- و در پرگنه بهانبیر دو چار گشته بجنگ درپیوست- ذو الفقار بیگ جرعهٔ شهادت چشید

و باقی فوج بیغما در آمد۔ سیف الدین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجه محکم سنگه بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان باز نه کشیدند۔ و محکم سنگه تا قلعه ستاره مسکن راجه ساهو دقیقه از نهب و تالان فرو نگذاشت۔

چون پادشاه به اغوای دولت براندازان۔ و سرداران دکن خصوص راجهٔ ساهو در باب مخالفت امیر الامرا۔ بایما و صراحت کوتاهی نمی کرد و در دهلی با قطب الملک هر روز صحبتی تازه و نزاعی نو بر می انگیخت و صدای بگیر و بکش هر وقت بگوشها می رسید۔ قطب الملک ند به همیشه امیر الامرا را به آمدن دهلی ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانه بدشمن بیگانه ساخته در سنه تسع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۹) با راجه ساهو بتوسط سنکراجی ملهار و محمد انور خان برهان پوری که تا حین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبتهای مستوفی اتفاق افتاد صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع۔ و نگاه داشتن پانزده هزار سوار در رکاب ناظم دکن۔ اسناد چوته و سردیسمکی شش صوبهٔ دکن بمهر خود با تنخواه کوکن وغیره ملکی که راج قدیمش می نامند حواله نمود۔

مخفی نماند که در اواخر عهد خلد مکان قرار یافته که با غنیم صلح در میان آید۔ باین شرط که سر صد از محصول ملکی نه روپیه بصیغهٔ سردیسمکی حصهٔ غنیم مقرر شود پادشاه میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستاد که عهد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاهی بیارد۔ آخر رای پادشاه برگشت و میر ملنگ را که هنوز اسناد حوالهٔ غنیم نه کرده بود بحضور طلبید۔ و در عهد شاه عالم سر صد ده روپیه سردیسمکی به غنیم مقرر شد و سند پادشاهی حواله گردید۔ و در ایام حکومت داؤد خان چوته یعنی چهارم حصه از حاصل ملک سوای سردیسمکی به غنیم قرار یافت و جاری و ساری

گشت امانت به عمل نیامده بود- امیر الامرا بطوری که گذشت سند چوتهه حواله نمود- آخر نحوست این تزبیع سخت سرایت کرد و رفته رفته غنیم شریک غالب شد و قوّت عجیبی بهم رسانند

امیر الامرا بعد مصالحه عازم دار الخلافه شد و غره محرم سنه احدی و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۱) با فوج دکن بشوکت و صولت تمام از خجسته بنیاد کوچ کرد و معین الدین نام مجهول الحالی را پسر شاهزاده محمد اکبر بن خلد مکان قرار داده همراه گرفت و به پادشاه نوشت که در تعلقه راجه ساهو سر کشیده بود او را دستگیر ساختم و احتیاط لازم دانسته خود بحضور می آرم-

او اخر شهر ربیع الاول در حوالی دهلی جانب لات فیروز شاه مخیم ساخت و خلاف ضابطهٔ حضور نوبت نواخته داخل خیمه شد- و مکرر ببانگِ بلند گفت که من از نوکری پادشاهی بر آمدم-

و بعد از آن که بند و بست قلعه را باختیار خود کرد پنجم شهر ربیع الآخر ملازمت پادشاه نمود و گذارشِ گلها کرد- و باز هشتم ماه مذکور بشهرت سپردن شاهزادهٔ جعلی سوار شده در حویلی شایسته خان داخل گشت و قطب الملک با راجه اجیت سنگهه به بند و بست قلعه شتافته هیچکس را در آنجا نگذاشت و پادشاه را مقید ساخت طوریکه در ذکر قطب الملک گذارش یافت-

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکو سیر بن محمد اکبر بن خلد مکان که در قلعه اکبر آباد مقید بود باتفاق احتشام آنجا علم خروج بر افراشت امیر الامرا بر جناح استعجال رسیده به محاصره سه ماه و چند روز قلعه را مفتوح ساخت- و بموکب شاه جهان ثانی که برای تنبیه راجه جی سنگهه سوائی تا فتحپور سیکری رسیده بود ملحق گردید و صلح در میان آمد-

درین ضمن چھبیلہ رام قوم ناگر ناظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا و قطب الملک با پادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ و تا فرونشستن فتنۂ الہ آباد توقفِ آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد و گردھر بہادر برادرزادۂ چھبیلہ رام بنیاد مخالفتے کہ عمش گذاشتہ بود برپا داشت۔ حیدر قلی خان و محمد خان بنگش با فوجی تعین شدند و بتعویض و تفویض صوبہ داری اودھ با گردھر بہادر صلح واقع شد۔

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدۂ دیگر وا نمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحۂ مخالفت از امیر الامرا استشمام نمودہ گام سرعت بدکن برگرفت۔ و بعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریر می شود ملک دکن را بتصرف درآورد

امیر الامرا با پنجاہ ہزار سوار بہ عزیمت دکن نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین و ثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و مواسات فطری داشتند و کافۂ انام را مشمول انواع احسان ساختند و ہرگز مجوّز ستم و بیداد بر متنفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا را صرف کرد کہ و ننگ فتہای سادات از سادات برگشتند و ہر چند می دانستند کہ زوالِ دولتِ ایشان باعث خرابی ماست۔ می گفتند الٰہی این کشتی غرق شود ما ہم فرو رویم از بیگانگان چہ توان گفت۔

بعد برہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی بہ نیکی یاد می کردند و گروہی بہ بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ منافشہا برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آوردہ ہ

دیدی کہ چہ با شاہ گرامی کردند — صد جور و جفا ز راہ خامی کردند

تاریخ چو از خرد بجستم فرمود — سادات بوی نمک حرامی کردند ۳۱ ۱۱ھ

و میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کردہ[۵]

با شاہ سقیم آنچہ نشاید کردند — از دست حکیم ہر چہ آید کردند

بقراط خرد نسخۂ تاریخ نوشت — سادات دوا اش آنچہ باید کردند ۳۱ ۱۱ھ

القصہ اعتماد الدولہ محمد امین خان بنا بر قرابت قریبہ کہ با نواب نظام الملک داشت در فکر غدر افتاد۔ و میر حیدر کاشغری را بر آن داشت کہ قابو یافتہ بقطع رشتۂ حیات امیر الامرا اقدام نماید۔

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است۔ و جد کلانش میر حیدر صاحب تاریخ رشیدی ہموارہ ملتزم رکاب بابری و ہمایونی بود۔ چندے بہ فرمان روائی کشمیر ہم رسید۔ و از جہت میر شمشیری اینہا را میری گویند۔

ششم ذی الحجہ سنہ اثنتین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) در منزل تورہ ۳۵ سی و پنج کروہ عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد۔ امیر الامرا بعد داخل شدن پادشاہ در محل سرا پالکی سوارہ بخانۂ خود برگشت ہمین کہ متصل کلال باری یعنی احاطۂ چوبین کہ گرد خیام پادشاہی نصب کنند رسید۔ میر حیدر کہ روشناس و راہ حرف داشت فرد احوال خود بدست امیر الامرا داد و شروع بضعیف نالی نمود۔ چون امیر الامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری بہ پہلوے امیر الامرا رسانید و کار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیر الامرا پیادہ ہمراہ می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا درآورد۔ و دیگر رفقاء امیر الامرا دست و پای زدند بجای نرسید تا بو طلبان سر امیر الامرا را جدا کردہ نزد پادشاہ بردند

[۵] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ کلکتہ۔

وپس ازین ہنگامہ لاش او را بحکم پادشاہی تکفین نمودہ و نماز جنازہ خواندہ بہ اجمیر نقل کردند و در جوار پدرش سید عبداللہ خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحہ مرد صالحے در رویا دید کہ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ امیر الامرا خطاب کرد کہ بَلَغَ وَعُدُکَ (۱۱۳۲ھ) وَغَلَبَ عَدُوُّکَ (۱۱۳۲ھ) بعد شہادت امیر الامرا چون حساب کردند ہر یک فقرہ تاریخ بود با صنعت تقلیب

حق این است کہ در قریب العہد کم امیری باین خوبی در عرصۂ ظہور آمد نسخۂ جامع اخلاق حمیدہ بود۔ وفور طعام و صلاے عام سرکارا و مشہور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند کہ در عہد امیر الامرا اکثر مردم در خانۂ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیر الامرا طعام حصۂ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچند پل سیاہ می دادند۔

اجراء بلغور خانہا از غلہ پختہ و خام و احداث مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلاد عظیمہ ہند و دکن از اعمال خیر اوست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس با مشائخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابہ در دست خود گرفتہ بر دست مہمانان آب می ریخت۔

و پیش از وصول دکن زر مہم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان با ظہار قلت مداخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معہذا چون حیدر قلی خان حاکم بندر سورت اموال ملا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور کہ زیادہ بر یک کرور روپیہ بود ضبط نمود۔ ملا عبد الحیّ پسر متوفی بطریق استغاثہ بحضور رسید و پانزدہ لکہ روپیہ بشرط معافی اموال نیاز امیر الامرا نوشتہ داد۔ روزے صبح ملا عبد الحیّ را طلبیدہ اموال با نیاز معاف کرد و بہ عطای خلعت نواختہ رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا برہمہ مال این مرد با نفس خود مجادلہ شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکہ امیرالامرا از دکن بدارالخلافہ معاودت نمود۔ می خواست کہ امین الدولہ وقائع خوان حضور پادشاہی را بنا بر تقصیری کہ از امین الدّولہ در غیبت امیرالامرا صادر شدہ بود معاتب سازد۔ روزے کہ امین الدّولہ بملازمت امیرالامرا رسید و از در در آمد میر عبدالجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم در حق انصار و ذریت انصار دعا کردہ و در مراعات ایشان وصیتہا نمودہ و فرمودہ تَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِیْئِہِمْ یعنی در گذرید از گنہگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم و امین الدّولہ از اولادِ انصار رضی اللہ عنہم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیہ عفو شود۔ امیرالامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد و امین الدّولہ را مشمول مہربانیہا ساخت

میر عبدالجلیل دران وقت با امین الدّولہ آشنا نبود امّا می دانست کہ از اولاد انصار است چون میر طریقۂ محدثین داشت وہموارہ در مراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار بر خود لازم دید۔

امیرالامرا خوش ذہن بود و شعر خوب می فہمید۔ و در فن تاریخ دانی متفرد می زیست و ارباب کمال را قراران دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود کہ صاحب کمالان در آیند و تا یکپاس روز با اینہا صحبت می داشت و تاکید بود کہ دران وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند۔

میر عبدالجلیل مرحوم تعریف خوش فہمی امیرالامرا بسیار می کرد و در مرثیۂ امیرالامرا قصیدۂ غرا بنظم آوردہ و از فرط محبتے کہ با امیرالامرا داشت بکمال و اسوختگی حرف زدہ قصیدہ این است ؎

آثار کربلاست عیان از جبین ہند ۔۔۔ زد جوش خونِ آلِ نبی از زمین ہند
شد ماتم حسینؑ علی تازہ در جہان ۔۔۔ سادات گشتہ اند مصیبت نشین ہند

نیلی است زین معامله پیراهنِ عرب   وز خونِ گریه سرخ شداست آستینِ هند
گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم   خاموش شد چراغ نشاط آفرینِ هند
هند این چنین مصیبتِ عظمی ندیده است   دیدیم داستانِ شهور و سنینِ هند
از داغ دل ز دند چراغانِ اشک جوش   این است نوبهار گُلِ آتشینِ هند
ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا   از شیونِ عظیم امیرِ مهینِ هند
فرزندِ مصطفے الخلفُ الصّدقِ مرتضٰی   کز روی فخر بود دیند انقش نگینِ هند
ستم نشان حسین علی خان شهید شد   از خنجرے که بود نهان در کمینِ هند
آن صفدری که از قلمِ تیغ بارها   تحریر کرده نسخهٔ فتحِ مبینِ هند
تیغش بروز معرکهٔ خصم تیره بخت   چون برق می شگافت صفِ آهنینِ هند
دریا دلے که بود ز ابرِ عنایتش   شادابی بهارِ بهشتِ برینِ هند
از بهرِ هر فلک زده عالیجناب او   در ترکتاز حادثه حصنِ حصینِ هند
منقاد او شدند ازان سرکشانِ دهر   کز داغ ضبط کرد نشان بر جبینِ هند
هند از نشهاونش تنِ بے روح گشته است   یعنی که بود او نفسِ واپسینِ هند
عالم چو قبر در نظرِ خلق شد سیاه   اُفتاد تا ز خاتمِ دهر آن نگینِ هند
گردون ز اختران همه تن اشک گشته است   در انطفاءِ ماتمِ رُکنِ رکینِ هند
دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد   زین غم که گشت زهر از و انگبینِ هند
اِنْسَتَرْجَعَ الملائکُ وَاسْتَعْبَرَ الْفَلَکْ   فِیْ هٰذِهِ الْمُصِیْبَةِ سُحْقًا لِّلدِّیْنِ هند
از دستِ ابن ملجم ثانی شهید شد   گوئی ز کوفه است گُلِ ماتمینِ هند
تا کربلا و تا نجف و تا مدینه رفت   سیلابِ خونِ دیدهٔ و آه و انینِ هند
ای دوستانِ آلِ محبّانِ اهلِ بیت   غمگین شوید بهرِ حسینِ حزینِ هند
تا حقِ اهلِ بیت رسالت ادا شود   بر رغم این جماعهٔ منصوبه بینِ هند

ازکلکِ من بمرثیۀ سیّدِ شہید — این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند

رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او — تا ہست حُسن سبزہ بہ گیتی قرینِ ہند

سالِ شہادتش قلمِ واسطی نوشت — قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند ۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف - نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جدِّ[1] مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہاب الدین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی واردِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اورنگ زیب را با برادران محاربہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیچ خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنین و تسعین و الف (۱۰۹۲) کرت ثانی [illegible] بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ثمان و تسعین و الف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توپ نقد جان نثار کرد۔

میر شہاب الدین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آوازہ گشت و در فتح بیجاپور از بس ترددات نمایان بظہور رسانید۔ بضم فقرہ "فرزند ارجمند" بر القاب سابق نوازشِ تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[1] مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۵۷۸ مطبوعہ کلکتہ۔

ماموَر گشت۔ ودر ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مأتہ والف (۱۱۲۲) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمرالدین است۔ وسال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین و الف (۱۰۸۲)

دررعیان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چہار ہزاری وخطاب چین قلیچ خان سرافراز۔ و در تسخیر قلعہ واگنکیرہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضافہ ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود۔ و بعد رحلت خلد مکان در تنازع شاہزادہا سررشتۂ احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

وچون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر وصوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شد ممتاز گردید۔ علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین " خاندوران بہادر" یافت۔ ۱۱۲۴ھ

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنابر گرمی بازار امراء جدید وکساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دارالخلافہ شاہ جہان آباد آمد ولباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چندروزہ بہ محمد معزالدین رسید بہ عنایت اصل منصب وخطاب سابق نواخت فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقۂ درویشی برآمدہ بہ لباس دنیا درآمد۔ طریقۂ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد۔

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت برآمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب ہفت ہزاری مباہی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

وچون ایالت دکن به امیرالامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب به پایۂ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

وچون امیرالامرا از دکن به دارالخلافه معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کرده پادشاه نورا بر تخت نشاند حکومت مالوا به نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک به مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نموده درسال دوم محمد شاهی مطابق سنه اثنتین وثلثین و مائة والف (۱۱۳۲) متوجّه دکن گردید۔

وغرۂ رجب عبور دریای نربدا نموده قلعه آسیر را از طالب خان و شهر برهان پور را از محمد انور خان برهان پوری به صلح به دست آورد۔ امیرالامرا لشکر جرّاری به سرداری سید دلاور خان به تعاقب فرستاد۔ نواب به طریق رجع القهقری بمقابله شتافته۔ در موضع حسن پور سرکار ہندیه سیزدہم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت به دارالسرور برهانپور عود فرمود۔ وهنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافته بود که سید عالم علی خان برادر زادۂ امیرالامرا نائب دکن تتبدارک کمر بست۔ واز خجسته بنیاد اورنگ آباد جلوریز جانب برهان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالاپور از توابع صوبۂ برار جنگی صعب رو داد۔ سید عالم علی خان از فرط تهوری پاسی جلادت افشرده خون خود را بی محابا ریخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیرالامرا به استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط ہندوستان از اکبر آباد جانب دارالخلافه مرخص ساخت۔ وخود با بادشاه عالم

دکن گردید- چون قلم تقدیر بزوال دولت سادات بارهه رفته بود اعتماد الدوله محمد امین خان شخصے را مقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی به خنجر دغا کشت و این حادثه ششم ذی الحجه سال مذکور در منزل توره واقع شد قطب الملک بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاهزادها را از قلعه دار الخلافه برآورده به سلطنت برداشت و فوجی فراهم آورده به مقابله شتافت- و بعد محاربه دستگیر گردید-

چون نواب نظام الملک به نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر محمد امین خان قرار گرفت-

محمد امین خان پسر خواجه بهاء الدین است که برادر نواب عابد خان مذکور وقاضی بلده سمرقند بود- محمد امین خان از عهد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم باستقلال داشت- وبطوریکه تحریر یافت بپایهٔ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد وزارت اجل فرصت نه داد- و در ایام معدود درگذشت-

نواب نظام الملک خود را از دکن به دار الخلافه رسانیده خلعت وزارت پوشید وخواست که قواعد خلد مکان را که متروک شده بود وبتازگی رواج دهد امراء خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشته مزاج پادشاه را از نواب نوعے منحرف ساختند

در همان ایام مطابق سنه خمس وثلثین ومائة والف (۱۱۳۵) آثار بغی از ناصیهٔ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات هویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید و به این تقریب امرا نواب را از حضور برآوردند- چون نواب بمنزل جهابوه قریب گجرات رسید حیدر قلی خان که باراده جنگ مسافتے طے کرده بود تاب مقاومت در خود ندیده خود را دیوانه قرار داد-

نواب به دار الخلافه عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبه داری مالوا

و گجرات ضمیمهٔ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرها افزونی گرفت و در سنه ست و ثلثین و مائة والف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغییر نواب مبارز خان که از سالها ناظم حیدرآباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنهانی بدرجهٔ اعلان رسید۔ نواب مخالفت هوای دارالخلافه با مزاج خود و موافقت هوای مرادآباد که پیشتر بحکومت آنجا پرداخته بود بهانه ساخته از پادشاه رخصت مرادآباد گرفت۔ و چند منزل طی کرده جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنه کوب خود را به دکن رسانید۔ مبارز خان به مقابله پیش آمد۔ در سواد شکرکهیره شصت کروه از اورنگ آباد فریقین بهم رسیدند۔ بیست و سیوم محرم سنه سبع و ثلثین و مائة والف (۱۱۳۷) جنگی عظیم واقع شد۔ مبارز خان بقتل رسید۔ و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت۔

بعد ازین پادشاه به استمالت نواب کوشید۔ و همیشه بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاه بلند آوازه گردید۔ و در سنه خمسین و مائة والف (۱۱۵۰) پادشاه بمبالغه تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدوله ناصر جنگ بهادر را نائب دکن مقرر ساخته خود به دارالخلافه شتافت و شرف ملازمت پادشاه دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشیده ؎

صد شکر که ذات دین پناهی آمد   رونق ده ملک پادشاهی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم هاتف   گفت آیت رحمت الهی آمد
۱۱۵۰ھ

نواب هزار روپیه نقد و اسپ با ساز نقره در وجه صله عنایت نمود و بعد دو ماه از وصول دهلی پادشاه نواب را برای تنبیه مرهته دکن رخصت فرمود۔ نواب چون به اکبرآباد رسید۔ از بعض وجوه شارع متعارف جنوبی گذاشته

سمت شرقی روان گردید۔ و بر سر اتاوه و مکن پور مرور نموده زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و ازانجا رو به جنوب کرد۔ و بملک مالوا در آمد

فقیر درہمین ایام عازم حرمین شریفین زادهما اللّٰہ کرامةً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام برآمد و از قنوج راه اکبرآباد گرفت۔ موکب نواب از قرب قنوج متوجه کالپی شد اما سر نہضت نواب به آن سمت معلوم نبود۔ بعد ازان که فقیر سه منزل طی کرد خبر رسید که نواب از دریای جمن گذشته رو به دکن آورد۔ بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد که از غیب بدرقهٔ راه بهم رسید۔ و طریق اکبرآباد گذاشته عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نهم رجب ببیست کروہی جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاهی اتفاق افتاد

نواب بعد طی منازل بشهر بهوپال از توابع صوبهٔ مالوا رسید و فوج مرہٹہ از دکن استقبال کرد۔ در ماه رمضان سال مسطور جنگهای صعب در سواد بهوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادرشاه گرم بود۔ نواب مصالحه را اصلاح وقت دیده به دار الخلافه رجعت نمود۔

چون نادرشاه استیلا یافت و گذشت آنچه گذشت نواب را نسبت به سائر امرا فراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیر الامرا خان دوران در جنگ نادرشاه جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادرشاه منصب امیر الامرائی ضمیمهٔ مراتب دیگر به نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادرشاه بحال ماند۔

و در سنه ثلث و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاه رخصت دکن گرفت۔ و قطع مسافت نموده پرتو قدوم بر سواد برهان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدوله ناصر جنگ را برین آوردند که سدِّ راه [illegible] باید شد۔ اکثر سرداران و افواج دکن نخست عهد اتفاق بستند آخر به نظر نمک خوارگی نواب آصف جاه

دراقدام حرب تقاعد نمودند۔ نواب نظام الدّوله رنگ فوج مشاهده کرده در روضهٔ شاه برهان الدّین غریب گوشهٔ عزلت گرفت۔ چون رایات آصفجاه بعد تنظیم و تنسیق ملک و نصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به اورنگ آباد رسید نواب نظام الدّوله به اندیشهٔ آنکه مبادا آویزشی رو دهد از روضه بقلعه ملهیر رفت نواب آصفجاه موافق قاعدهٔ مستمر در موسم براشکال افواج را باوطان وچراگاه رخصت فرمود۔ وجریده در اورنگ آباد نشست۔ چون شیطان لعین راه زن بنی آدم است تا بحدیکه نتائج انبیا را بزور تسویلات از راه می برد۔ و بمعارضه تَا للهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيْمِ گستاخ می سازد۔ نواب نظام الدّوله بتحریک واقعه طلبان اراده اورنگ آباد مصمّم ساخت۔ وقریب هفت هزار سوار فراهم آورده بایلغار قریب اورنگ آباد رسید۔ نواب آصفجاه باهر قدر مردم که حاضر بودند و توپخانه در سواد شهر جانب عیدگاه بمدافعه قیام نمود۔ بیستم جمادی الاولی سنه اربع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانه آصف جاهی وظلمت شام وتنگی وقت۔ فوج طرف ثانی ازهم پاشید نواب نظام الدّوله فیل را تاخته با معدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاه رسانید۔ وزخمی شده در دست پدر والاگهر اُفتاد۔

نواب آصفجاه در سنه ست وخمسین ومائة والف (۱۱۵۶) که عزم به تسخیر ملک کرناتک بربست۔ وبعد وصول آن دیار اوّل قلعه ترچناپلی را که در دست مرهته بود محاصره کرده مفتوح ساخت۔ وبعد ازان ملک ارکات را از قوم نوایت که از مدتے آن الکه را در تصرف داشتند انتزاع نمود وحکومت آنجا به انورالدین خان شهامت جنگ گوپاموی از جانب خود مقرر فرموده در سنه سبع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۷) به خجسته بنیاد مراجعت کرد

و در سنہ تسع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۹) قلعہ بالکنڈہ از توابع حیدرآباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصرہ در فرصت کمی مفتوح ساخت

و در سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل بہ شاہجہان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود در برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ راہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بیست و ہفتم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد برآورد۔ و از استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی برافراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین و زمان در لرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش را دوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ و نماز ادا کردہ بہ روضۂ شاہ برہان الدین غریب قدس سرّہٗ روانہ ساختند۔ و پایانِ مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "منوچہ بہشت" تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف یافتہ۔
۱۱۶۱ھ

بر واقفان اسرار سلف ہویدا است کہ در طبقۂ سلاطین تیموریہ و طبقات پیشین امیرے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب سی سال بایالت ممالک دکن پرداخت و قلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در تصرف داشت و فتوحاتے کہ کارنامۂ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

و مستحقین را بہ خیرات و مبرات فراوان نواخت۔ از دفترِ صدارت تحقیق نمودہ

شد که سه لکه روپیه بدستخط او سوای انعامات بادشاهی در صوبجات دکن بطریق یومیه و ورماهه به ارباب استحقاق می رسید۔ وسوای این قریب یک لکه روپیه بمردم حج رو وغیرهم رعایت می فرمود۔

سادات وعلما ومشائخ دیار عرب و ماوراءالنهر وخراسان وعراق عجم و هندوستان آوازهٔ قدردانی استماع یافته رو به دکن آوردند۔ و درخور قسمت حظے از احسان عام اندوختند۔

فقیر را با نواب آصفجاه صحبتهای مستوفی دست داد۔ در صحبت اول اتفاقاً هندوئے به ارادهٔ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت۔ عرض بیگی بعرض رسانید که امیدوار نام است۔ فرمودند نامی باید گذاشت که مشعر دین اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد۔ فرمود دیروز هندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشته شد گفتم دین محمد هر قدر زیاده شود بهتر اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت وهمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراهم آمده۔ وقتے که بتقریب وزارت از دکن به شاهجهان آباد تشریف آورد۔ فقیر در شاهجهان آباد بودم۔ زادهٔ طبع خود که ؎

کی سوی چمن میرود آن دست حنائی   امروز که آئینهٔ گلزار بدست است

برای اتمام غزل در مجمع شعرا انداخت۔ نواب امین الدوله وقائع خوان حضور معلی۔ علامهٔ مرحوم میر عبدالجلیل را تکلیف کرد۔ میر قصیده درین زمین طرح کرد که مطلعش این است ؎

تا حسن ترا مشعل انوار بدست است   مه راهمه شب کاسهٔ گدا وار بدست است

نواب امین الدوله قصیده را به نواب آصفجاه رسانید۔ محظوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدهٔ دیگر در مدح نواب آصف جاه پرداخته شبی بموافقت نواب امین الدوله نزد نواب آصف جاه رفت - نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد و برابر خود بنشاند صله جا داد - و چون نسخهٔ قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیده اشاره بانشاد قصیده کرد - هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجّه تمام اصغا نمود و جواهر تحسین افشاند - بعد استماع قصیده صلهٔ نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود - علامهٔ مرحوم موافق ضابطهٔ قدیم خود نپذیرفتند - قصیده این است ؎

بهار آمد و واکرد غنچه بند قبا
گره ز خاطرِ بلبل کشود فیضِ صبا

زبسکه سبزه و گل در چمن هجوم آورد
نسیم کرد بصد حیله جایِ خود را وا

گرفت قهوه بکف در پیالهٔ یاقوت
برای شاهدِ نو روز لالهٔ حمرا

ببین به لاله و تحریک غنچه در هر برگ
چو طوطیٔ که ز منقار واکند پرها

شکنج طرهٔ سنبل کمند صیدِ نظر
نگاه دیدهٔ نرگس فسون هوش ربا

دمید نغمه ز منقار بلبل خوشگو
چو گلبنی که ازو بشگفد گلِ رعنا

فزود حسن چمن از سحاب گوهر بار
چنانچه شانِ وزارت ز عمدة الوزرا

نظام ملت و ملک افتخار اهلِ کرم
قوام دین و دول آفتاب مجد و علا

بود بحسن وزارت به از نظام الملک
که نقش ثانیِ بهتر کشند نگار آرا

مشابهِ کفِ او بحر چون تواند شد
که نقص جزر بود مد بحر را بقفا

حباب نیست که بحر از تشبهِ کفِ او
کلاه فخر بیند اخت از خوشی بهوا

رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی
که زو سوال کند چون قلندرِ دریا

ز بیم کثرتِ جودش محیط ناله کند
گواه اوست برین بیم رعشهٔ اعضا

گرفت خنصرِ یمنی خرد ز دانشِ او
چنانکه خلق ز جودش اصابعِ یسری

رسیده است بجای تقدس ذاتش
که چون ملک بود از جنسِ انس مستثنیٰ

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق — بعینک مه و مهر این سپهر پشت دوتا
مثال روح مصور بود بپاکی ذات — نشان عقل مجسم بود به فهم و ذکا
چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر — چو گرم جوشی خلقش شود چمن پیرا
صفای آینه راے او بود چندان — که می نماید از و آنچه رو دهد فردا
کرم ز دست گهربار او بود ممنون — ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا
تعجب است ز شمشیر آتش افروزی — که جائی تیغ کف است و کف است بحر عطا
گره گره بود نیزهٔ عدو شکنش — که بند گشته درو جا بجا دل اعدا
گه نبرد بود همچو ابر صاعقه بار — کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب رسا
هزار شکر کز و مسند وزارت یافت — همان که یافت تن عاذر از دم عیسیٰ
بر سم جشن طرب چید بزم رنگینی — که از تصور آن خامه گشت شاخ حنا
ترانه سنج ز مرغوله ساخت چو گانے — ربود گوی دل سامعان بحسن ادا
سپهر شد همه تن دیدهٔ تماشائی — پے نظارهٔ این محفل نشاط افزا
بو تورلتا د توتوک دن چو چوک قوشوق چقدی — تو توکچی قولود تو توک بولدی نیشکر موندا
قوشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پندوک — قپوز تقتلغ بولسون بلند قلدی نوا
محیط مدحت او را کرانه پیدا نیست — بزورق قلمی چون توان نمود شنا
شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف — کز اهل فضل و خوب است ز اهل فضل دعا
اَقُولُ وَفَّقَكَ اللّٰهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ — لِانْتِظَامِ اُمُوْرِ الْاَنَامِ فِي الدُّنْيَا
اَدَامَ قَدْرَكَ فِي الْجَاهِ مَا سَمَا الْاَفْلَاكُ — وَشَدَّ اَمْرَكَ بِالْعِزِّ مَا رَسَتْ مُهَوِي
فَاَنْتَ خَيْرُ ظَهِيرٍ لِمَنْ رَمَاهُ الدَّهْرُ — وَاَنْتَ خَيْرُ نَصِيرٍ لِزُمْرَةِ الضُّعَفَا
قَدِ اسْتُجَابَ دُعَائِي اِلٰهُنَا الْمُتَعَالُ — بِمُرْسَلٍ عَرَبِيٍّ وَّ اٰلِهِ النُّجَبَا
ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم — که بر جلادت من شاهد اند این دو گوا

ز ذوالفقار چو برهان قاطعی دارم — بروز معرکه فیصل نمایم این دعوی
قلم نوشت برای وزارتش تاریخ — وزیر کشور هند آصف دوام ابقا ۱۱۶۴ھ
هزار و یکصد و شصت و چهار نص نشاط — دو گونه جوهر تاریخ از و شود پیدا
نظمت في العربي الفصيح تاريخا ۱۱۶۴ھ — تعلي وزارته سالك السريع لنا ۱۱۶۴ھ
اسیس دے کے کہی ہندوی مون یون سنیت — رہے جگت مون اچل پاس یہ وزیر سدا ۱۱۶۴ھ
خرد بجانب عبدالجلیل کرد ارشاد — که ختم کن بدعا این قصیدهٔ غرا
ملائک از پی آمین این دعا شده اند — برنگ نرگس و گل چشم و گوش فوق سما
همیشه هر روز هم شاد و کامران باشند — وی از وزارت و از وی وزارت اعلی

(۸۵) آفتاب[۱] - نواب نظام الدوله[۲] بهادر ناصر جنگ شهید رحمه الله تعالی

امیرے بود دین پرور - عدالت گستر، غیور صاحب عزم - صف آرای بزم و رزم در اجرای احکام شریعت غرا جهد وافی می نمود - و در فریادرسی عاجزِ نالان بی دست با توجه تام می فرمود - در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفه سلاطین اولوالعزم گوش مستمعان را لبریز دُرر می ساخت

پایهٔ مشق سخن را به تتبع میرزا صائب بجائے رسانیده بود که موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راهی بفرق تحقیق و تقلید کشود

از مبادی سن شعور بمقتضای علو همت و فرط شجاعت هوای تسخیر ممالک عظیمه در سر داشت - نواب آصف جاه در سنه خمسین و مائة والف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاه پادشاه به دار الخلافه دهلی شتافت - در رتق و فتق صوبجات دکن بر سبیل

۱؎ نتائج الافکار صفحه ۵ مطبوعه مدراس سنه ۱۸۴۳ع -
۲؎ مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۸۷۸ مطبوعه کلکته -

نیابت به پسر والاگهر تفویض نمود۔ نواب نظام الدّوله در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت بلاد و امصار و رفاه و فلاح عامۂ خلائق تدابیر صائبه و مساعی جمیله بظهور آورد ۔ و به بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات وضیع و شریف منتسبانِ دولت عظمی را موردِ نوازش ساخت و غنیم مرهته را که در دکن تسلّط بهم رسانیده و صوبۂ مالوا را بتصرّف در آورده و تا حوالی دهلی زیر و زبر ساخته گوشمال واقعی داد و عرصۂ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجاه از دار الخلافه دهلی الویه توجّه به دکن برافراخت مغویان نواب نظام الدّوله را بر سرِ مخالفت آوردند۔ و محاربه بوقوع آمد نوعی که۔ (در ترجمۂ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنه خمس و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجاه فرزند گرامی را از عتاب برآورد و در سنه ثمان و خمسین و مآتة و الف (۱۱۵۸) در حیدرآباد او را موردِ نوازش فرمود و صوبه داری اورنگ آباد تفویض نموده رخصتِ آن بلده ساخت ۔

و در سنه تسع و خمسین و مأتة و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجاه از حیدرآباد به دهارور رسیده پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید۔ نواب نظام الدّوله خود را بحضور رسانید۔

نواب شهید ابتداءً در همین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے که پیش می آید با خود داشت و به اختیار مفارقت رضا نداد۔

القصّه پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند۔ از انجا نواب آصفجاه پسر را بطرف میسور رخصت فرمود که از راجۂ میسور پیشکش بدست آورد۔ و خود به اورنگ آباد مراجعت نمود۔ نواب شهید بعد وصول سرنگپتن

که دارالاقامه راجه میسور است تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید۔ و عنقریب پدر و پسر جانب دارالسرور برهان پور خرامیدند۔ نواب آصفجاه در دارالسرور متوجّه دارالسرور شد و نواب نظام الدوله مسند ایالت دکن را زیب و زینت بخشید۔ و از برهان پور بصوبه اورنگ آباد که مقرِ خلافت دکن است متوجه گشته و ایام برشکال را در آنجا بسر برد۔

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود۔ شقهٔ طلب به خط خاص نوشت

نواب باوصف موانع و مفاسد دکن و وسواس بغی هدایت محی الدین خان دخترزادهٔ نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی مے پرداخت محض به امتثال حکم ظل الهی و اصلاح کارهای پادشاهی با فوج گران و توپخانهٔ فراوان عازم هندوستان شد۔ و تا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید

درین ضمن شقهٔ دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور ورود نمود و اخبار سرکشی و بے اعتدالی هدایت محی الدین خان نیز بر سبیل تواتر رسید لهذا مراجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال در آنجا گذرانید۔

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته او را به گرفتن ارکات تحریض نموده۔ هدایت محی الدین خان رو به ارکات آورد و در آنجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا با افواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند۔ و به اتفاق بر سر انور الدین خان شهامت جنگ گوپاموی که از وقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند۔ شانزدهم شعبان سنه اثنتین وستین ومائة و

والف (۱۱۶۲) معرکهٔ قتال آراسته شد بحسب تقدیر شهامت جنگ درجهٔ شهادت یافت

نواب نظام الدّوله بمجرد ظهور این سانحه درصدد گردآوری افواج — و اجتماع سرداران نامی دکن و افزونی مصالح حرب گشته با هفتاد هزار سوار جرّار و توپخانه بیشمار و یک لکه پیاده بعزم تنبیه باغیان لوای عزیمت افراشت. و تا بندر پهلچیری که پانصد کروه جریبی از خجسته بنیاد مسافت دارد — پاشنه کوب رسیده صف آرای میدان نبرد گردید — بیست و ششم ربیع الآخر سنه ثلث و ستین و مائه و الف (۱۱۶۳) تا سه پاس کامل آتش خانهٔ فرنگ سرگرم اشتعال بود [illegible] فرنگیان از رعب و مهابت محمدیان رو به هزیمت آوردند و هدایت محی الدین خان زنده بگیر آمد نواب به حکم لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ هدایت محی الدین خان را زنده نگاه داشت و مصاحبان و لشکریان او را قاطبةً از جان و مال امان بخشید دولتخواهان هرچند در پیشگاه نواب بدلائل قاطعه ثابت کردند که بقای هدایت محی الدین خان موجب هیجان مادهٔ فتنه است او را از میان باید برداشت — نواب کرم را بکار فرموده هرگز بقتل راضی نشد و محفوظ نگاه داشته هردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعیین نمود —

نا انصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند و بمضمون کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ احسان جان بخشی بر طاق نسیان گذاشته پنهان کمر بدخواهی چست بستند — و فرنگیان با وصف شکست فاحش هنوز مصدر انواع شورش و خیره سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشهٔ فساد — توقف دران سرزمین واجب دانسته متوجه ارکات شد — و فوجی بمدافعهٔ آن گروه باطل پژوه تعیین نمود — از نیرنگی قضا و قدر حشیم زخمی بفوج اسلام رسید و قلعه نصرت گده جنجی که پای تخت الکه کرناتک است بتصرف فرانسیس رفت — نواب از کمال غیرت و حمیت دینی و مراعات رسم و آئین

ملک داری کہ تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیدہ عبرت افزای متمردان گردد۔ باوصف شدّت برشکال و مشاہدۂ طوفان نوح۔ وصعوبت عبور و مرور۔ و انقطاع رسد غلہ۔ خود بدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت۔ و یازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مائۃ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود۔ و ہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی از جمیع منہیات توبہ کرد و تا نفس و اپسین بر حالت توبہ ماند۔

از انجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ بر روی کار می آرد۔ سرداران افاغنہ کرناتک کہ درین بیساق ملازم رکاب بودند۔ باوصف شمول عنایات و انواع رعایات و حقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ۔ و از قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیدہ بہ طمع ملک و مال باطناً با فرنگیانِ بے دین متفق و یکدل شدند۔ و جمعے از کافر نعمتان دیگر را ہم ضمیمۂ اِدبار خود ساختند۔ و جواسیس خود فرستادہ فرنگیان را کہ زیر قلعہ جینجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند۔ شب ہفدہم محرّم بحساب بنجم سنہ اربع وستین و مائۃ و الف (۱۱۶۴) آخر شب رسیدہ یکایک جنگ انداختند

اگر افاغنہ بتقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ رو بہ لشکرِ اسلام آرند

ہر چند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ بر سر غدر اند از کمال صفائی طینت اعتبار نہ کرد کہ من با ایشان چہ بد کردہ ام تا بجدی کہ وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید۔ نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گزاشت۔ از ان طرف آداب مجرا العمل نیامد۔ چون صبح ہنوز خوب ندمیدہ بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند۔ اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان وشخصی کہ درخواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینۂ نواب رسید و کار آخر شد۔ افاغنہ سر نواب را بریدہ بر نوک نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکر آخر روز سر را با تن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ برہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔ شہادت نواب قریب قلعہ جنجی بفاصلہ بیست کروہ از پہلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گستر عالی جناب رفت ۔۔۔ فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت

درہفدہم ز ماہ محرم شہید شد ۔۔۔ تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد دران حال با عکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن با وصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دوگانہ نماز ادا کرد و تسبیحہ گردانان و ادعیہ خوانان بر فیل سوار شد۔

ومعمول نواب بود کہ در محاربات از سر تا پا آہن می پوشید دران شب جز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید و بہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است و دیگرے در یسار شخص یمین بہ شخص یسار گفت

"کَیْفَ شَہَادَۃُ نِظَامِ الدَّوْلَۃ" او جواب داد "اِنَّہٗ لَشَہِیْدٌ وَ اللّٰہِ لُعِنَ قَاتِلُہٗ"
۱۱۶۴ھ

چون بافاقہ آمدم شبہ کہ در خاطر راہ یافتہ بود رفع شد۔ و صحت شہادت بیقین پیوست۔ باز بخاطر گذشت کہ تاریخی برای شہادت این امیر فکر باید کرد۔ با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید بہ تغییر و تبدیل تاریخ شود۔ چون حساب کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد۔

حافظ محمد اسعد مذکور رحمہ اللّٰہ تعالیٰ مولد او مکّہ معظّمہ است نزد شیخ تاج الدّین مکّی و دیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر زمانہ بود۔ و در استقامت دین و سلوک جادۂ شریعت جدّ و جہد تمام داشت۔ فقیر را اوّل در طائف با او ملاقات دست داد و بعد در دو ہند باہم صحبتہا اتفاق افتاد — اسعد مکی

ذات بابرکات بود در روز جنگ افاغنہ کہ شرح آن عنقریب می آید ہفدہم شہر ربیع الاول روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ اربع و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۴) بہ زخم چند تیر شربت شہادت چشید۔

مدفن او میدان جنگ سرزمین لکر بیت پلی بفاصلہ یک فرسخ از موضع رای چوتی و یک فرسخ از درہ کمارکالوہ کہ درہ ایست مشہور در نواحی کربپہ راقم الحروف گوید

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِیَا   اَلَا لَا یُرٰی مِثْلُہٗ وَاحِدٌ
لَقَدْ اَلْہَمَ اللّٰہُ تَارِیْخَہٗ   قَضٰی نَحْبَہٗ عَالِمٌ مَّاجِدٌ
۱۱۶۴ھ

نواب نظام الدّولہ نوبتے در ارکات بشکار آہوئے کہ موافق ضابطہ قراولان رام کردہ بودند تشریف فرمود آہو را زیر خیمہ قریب مسند آوردہ نشاندند نواب با حضار مجلس خطاب کرد کہ این را شکار باید کرد یا آزاد باید ساخت چون

خاطر مائلِ شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند کہ شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید
چہ باید کرد گفتم نقلے بیاد آمدہ۔ اگر حکم شود التماس کنم۔ فرمود چیست گفتم پادشاہے بقتل
اسیری حکم کرد۔ ضابطہ است کہ ہرگاہ شخصی را می خواہند بقتل رسانند استفسار مے
کنند کہ اگر آرزوئے داشتہ باشی ظاہر کن۔ اگر امری ظاہر می کند بعمل می آرند۔ چون
اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم کہ یک مرتبہ در مجلس سلطانی باریاب شوم مردم
بعرض پادشاہ رسانیدند درجۂ قبول یافت۔ و اسیر را در بارگاہ حاضر ساختند۔ و
استفسار کردند کہ عرضی داری گفت بخیر۔ وقتیکہ پادشاہ از مجلس برخاست اسیر
بعرض رسانید کہ گنہگار واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاہ عالم ثابت کردہ ام
پادشاہ ازین حُسن ادا مسرور شد و او را امان داد حالا این آہو ہم حق صحبت ثابت
کردہ است۔ پیشتر ہرچہ مرضی مبارک باشد

نواب لب بہ تبسم شیرین کرد و آہو را ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میرزا
جلال اسیر حرف بامزہ می گوید ؎

مزۂ کباب آہو نمکِ خلاصی او اگر ازمی مروت قدحے چشیدہ باشی

شبے در اورنگ آباد نواب سادات عرب را دعوت کرد۔ و دورِ قہوہ درمیان
آمد نواب قہوہ را بسیار دوست می داشت۔ یکے از ساداتِ مدینہ منوّرہ خالی ذہن
با نواب گفت اَلْقَھْوَۃُ مُحَرَّمَۃٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد کہ مولانا
چہ میفرمایند گفتم۔ غرض مولانا این است کہ قہوہ نزد بعضے علما معظم است و محرم از
مادۂ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فہمید۔ و بعد برخاستِ مجلس اداے
شکر کرد کہ کلام مرا عجب توجیہے فوراً بخاطر رسانید۔

روزے در عرض راہ فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و
باہم حرف داشتیم۔ حدیث جبل احد مذکور شد کہ ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ فقیر

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الْاِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرٰی　　اَلْقَاءُ فِی الْعَیْشِ الْمُخَلَّدِ رَبُّهٗ

حَازَ الْمَنَاقِبَ وَالْمَآثِرَ کُلَّهَا　　حَبْلُ الْوَفَاءِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعه عربی که بطریق اخلاص برزبان گذشت و رباعی که در استعانت سفرحج نسبت به نواب آصفجاه نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشوده - رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان　　حق داد ترا خطاب آصف شایان

او تخت بدرگاهِ سلیمان آورد　　تو آلِ نبی را به درِ کعبه رسان

نواب شهید ذکاء طبع و سرعتِ اندیشه بدرجهٔ کمال داشت - و در لمحهٔ غزل طولانی آبدار به نظم می آورد - روزے از علو مزاج خود حرف زد که هرگاه غزلی در زمینِ اُستاد فکر کرده مے شود دل می خواهد که قوافی تازه بهم رسد - گفتم قافیه اجیر مشترک است اشتراک قوافی هیچ مضایقه ندارد - بسیار شگفته شد -

دیوان ضخیمی دارد - بعد شهادتِ او شخصے دیوان او را کشود سرِ صفحه این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواهشِ قتل است بیا بسم الله　　دمِ شمشیر تو و گردنِ ما بسم الله

و بیاد دارم که شبے غزلے مشق کرد و هرگاه در خانهٔ فکر می نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد که ؎

از پنجهٔ اجل نه هراسیم هیچ گاه　　ما ناف خود به تیغ شهادت بریده ایم

این چند بیت ازو در خزانهٔ حافظ موجود بود ؎

کدام گل به چمن گوشهٔ نقاب شکست　　که شبنم آینه بر روے آفتاب شکست

ای دل ز زلفِ یار مدد میتوان گرفت　　سر رشتهٔ زعمر ابد مے توان گرفت

گر بیخودی بمیکده فالِ سفر زند　　از چشم مستِ یار بلد مے توان گرفت
ای شوخ ہوائی مفگن تیر نگہ را　　این ناوکِ بیداد بکارِ جگرے کن
مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم　　تو گر از حسن مغروری من از عشق تو مغرورم
از گلِ گوشۂ دستار بخود مے لرزد　　قدِ او تازہ نہالی است کہ من مے دانم

بعد شہادت نواب نظام الدولہ۔ افاغنہ و نصاری ہدایت محی الدین خان را بسرداری بر داشتند۔ و افاغنہ در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از ہدایت محی الدین خان نوشتہ گرفتند۔ ہدایت محی الدین خان با افاغنہ بہ پہلچری رفت۔ و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعے از سپاہ نصاری ہمراہ گرفتہ عازم حیدر آباد شد۔ و بر سرار کات عبور نمودہ در ملک افاغنہ در آمد۔ قضا و قدر اسباب انتقام نواب نظام الدولہ آمادہ ساخت۔ و در دل ہدایت محی الدین خان و افاغنہ غبار نفاق بر انگیخت۔ روزی کہ در سرزمین لکریت پلی مخیم شد۔ ناخوشی طرفین بہ اعلان رسید۔ و عائد پرخاش شد۔ از یک طرف ہدایت محی الدین خان و نصاری و از طرف دیگر افاغنہ مستعد شدہ صف آرای قتال گردیدند ہمت خان و دیگر سرداران افاغنہ بقتل رسیدند۔ و کار ہدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے کہ در حدقۂ چشم رسید آخر شد۔ اعیان لشکر نواب صلابت جنگ بن آصفجاہ را سردار ساختند۔ و سر ہمت خان و دیگر سرداران افاغنہ را بر نوک نیزہ کردہ و شادیانہ نواختہ داخل خیام گردیدند۔

و این سانحہ ہفدہم ربیع الاول سنہ اربع و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۴) واقع شد۔ خون نواب شہید طرفہ گیرا افتاد کسانیکہ با نواب شہید بہ دغا پیش آمدند۔ ہمہ بہ سزا رسیدند۔ و بعد شصت روز این ہمہ قاتلان در آنِ واحد مقتول گردیدند ؎

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را　　چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی ہفدہم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد۔ ہژدہم آنہارا از معرکه برداشته در صحرای لق ودق مسکن وحوش وسباع روزانه دفن ساختند وتابوت نظام الدوله درہمین تاریخ ہژدہم بروضۂ مقدسه۔ وبعد شام درجوار اولیاء الله مدفون گردید۔

سبحان الله نواب اوّل قاتلان خود را زیر زمین فرستاد وبعد ازان خود درکنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوْا يَآاُولِى الْاَبْصَار

وہر جا در اثناء راه تابوت اور اگزاشته اند۔ مردم مکانے ترتیب داده زیارت می کنند ونیاز ہا می گزرانند۔ ازینجاست که برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمه" برخاطر فقیر القاشد ودر رشتۂ نظم منسلک گردید که ؎

نواب آفتاب جہانتاب معدلت — محشور با جناب حسین ابن فاطمه

تاریخ خواستم زبرای شہادتش — ارشاد کرد پیر خرد۔ حسن خاتمه ۱۱۶۴

از جمله سرداران افاغنه که با نواب شہید طریق دغا پیمودند عبد المجید خان است که جدش عبد الکریم خان میانه از عمدہ امراء سلاطین بیجاپور بود۔ واولاداو تاحال به حکومت بنکاپور وغیرہ از توابع کرناتک می پردازند۔ عبد المجید خان پسر خود بہلول خان را به اتالیقی نصیب یاور خان دررکاب نواب فرستاد امّا باطناً پسر خود ودیگر سرداران افاغنه را براه غدر دلالت می کرد ومنصوبۂ شطرنج دغابازانه می باخت۔

وہمت خان که نواب را به شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن خضر خان پنی است۔ خضر خان مدارکار عبد الکریم میانه مذکور بود۔ وداؤد خان پنی که با امیر الامرا حسین علی خان بے وفائی کرد وجنگیده کشته شد پسر خضر خان است چون صوبه داری دکن درعہد شاه عالم به ذو الفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت د

نیابت به داؤد خان پنی مرحمت شد- داؤد خان برادر خود ابراهیم خان را نیابت حیدرآباد مقرر کرد- وچون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراهیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت- ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراهیم خان است-

درجنگ انتقام همت خان و دیوان او امانت الله خان که تخم این همه فساد کشتهٔ او بود و بهلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواهان از طرفین بپاسا رسیدند- وچون لشکر بر سر کرنول آمد شهر را غارت کرد و اهل و عیال همت خان همه به اسیری درآمدند- و از شامت عملی که ازان بی همت صادر شد جان و مال و آبرو همه بر باد رفت- حالت دنیا خود این است مآل عقبی چه خواهد بود- وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ-

وحسین دوست خان عرف چندا هم به تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزه رسیده- تفسیر این مقال آنکه محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شهادت پدر قلعه ترچناپلی را قائم کرد- چون طرهٔ پرچم رایات نواب نظام الدوله عرصهٔ ارکات را معطر ساخت محمد علی خان آمده دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر[1] مخاطب گشت- و بعد شهادت نواب نظام الدوله پناه به قلعه ترچناپلی برد- درین وقت ریاست ارکات به چندا که در پهلچری نشسته بود عائد شد- وهمان جماعهٔ نصارای فرانسیس که بر نواب نظام الدوله شبخون آورده بودند همراه گرفته با فوجی دیگر بر سر ترچناپلی رفت- انور الدین خان فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن دیوناپتن را با خود متفق ساخته بمقابله برآمد- چندی آتش حرب شعله خیز بود- آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا زنده دستگیر شد و غرهٔ شعبان سنه خمس و ستین

[1] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است که بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشته-

وماًته والف (۱۱۶۵) چندارا مذبوح ساختند و سرش را بر نوک نیزه کرده تشهیر نمودند وہمچنین سرداران فرانسیس با قوم خود ہزار و یکصد فرنگی سفید پوست ولایت زا سوائے فرقہ کاروی زنده دستگیر شدند

وبعد شهادت نواب نظام الدوله جماعتی که شبخون آوردند- هیچ کس روی آسایش ندید و مآل کار باین حالت کشید اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ-

(۸۶) نصرت۔ دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوت از توابع لاهور-

میر عبد العزیز پدر دلاور خان نوکر شاهزاده دارا شکوه بود- بعد برهم خوردن دارا شکوه و آرایش یافتن اورنگ دارائی به خلد مکان در سلک نوکران خلد مکانی انخراط یافت و رفته رفته بمنصب دو هزاری و خطاب دلاور خان امتیاز پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت الله خان کشمیری که از امراء عالمگیری است ازدواج یافت- و در عهد شاه عالم بخطاب پدر مخاطب گشت-

و چون صوبه داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر به نواب نظام الملک مقرر گردید دلاور خان در رفاقت او رخت به دیار دکن کشید-

و چون امیر الامرا سید حسین علی خان را بت حکومت دکن افراخت دلاور خان را فوجداری رایچوره از توابع بیجاپور تفویض نمود

وبعد زوال دولت سادات بارهه و استقرار نواب نظام الملک در ممالک

ل مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۶۹ و تاریخ الافکار صفحه ۴۳۴

دکن با نواب بسر می برد و بمزید قربت واحترام اختصاص داشت۔

ودر سنه تسع وثلثین ومائة والف (۱۱۳۹) به سرابستان بقا خرامید وبرطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

شاه ابراهیم

نام مرشد او شاه ابراهیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضهٔ شاه برهان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شده۔ محوطهٔ مختصرے ومسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید ومضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت ازان معدن استخراج می شود ؎

بسکه می دارد حیا در پرده محبوب مرا ۔۔۔ دیدهٔ بیگانه داند مهر مکتوب مرا

مژگان بهم نیاید دلدار بی نقاب است ۔۔۔ کی خواب میتوان کرد در خانه آفتاب است

بی ابروی تو از نظرم نور مے رود ۔۔۔ این تیر بے کمان چه قدر دور می رود

به محفلے که بیک درد صد دوا بخشند ۔۔۔ چه می شود دل ما را اگر بما بخشند

نیست ممکن که بروی تو دمے خواب مرا ۔۔۔ می زند دست به پهلو دل بیتاب مرا

چشم پوشیده توان کرد سفر ۔۔۔ چه قدر راه فنا هموار است

شیشهٔ ساعت بود آئینهٔ دنیا و دین ۔۔۔ گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود

بر زمینی که او بناز نشست ۔۔۔ خاک بر سر گر آسمان نشود

به عقبی رسیدیم از ترک دنیا ۔۔۔ نشد آنچه از دست از پشت پا شد

روز بد یاری نمی آید ز یاران دیده ام ۔۔۔ سایه هم در زیر پا گم می شود وقت زوال

(۸۷) قبول میرزا عبدالغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ وسخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویا ے

کشمیری است در شاہجہان آباد بسر می برد - و در سنہ تسع و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۹) پیمانۂ ہستی او لبریز گردید - مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع برآورد کہ؎

"گنج معنی بود کرد افلاک در زیر زمین"
۱۱۳۹ھ

شعلۂ آوازش چنین می بالد؎

بہر حالت کہ می بینی ز عیبِ سرکشی پاکم   چو لایِ بادہ گر در عالم آبم ہمان خاکم
نہان کرد است صیادِ من از راہِ فسون سازی   چو تخم عشق پیچان دامہا در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی - میرزا گرامی کشمیری

خلف و شاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری - رعنا طرز خوش مقالان است - و کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان - در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید - و بہ کہنہ شراب تازہ گوئی دماغہا را می رسانید -

وفاتش در سنہ ست و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۶) واقع شد - تاریخ گوے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند؎

"رندے عجبے ازین جہان رفت"
۱۱۵۶ھ

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد   چون بیاضی کہ پر از معنیِ رنگین باشد
ہمچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را   سوختم تا در غمِ او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن - شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہ

از فقراء شعراست - منشأ خیالاتِ رنگین و مصدر اشاراتِ دلنشین - از وحشت کدۂ دنیا رم - و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت -

ومرید شاہ گل متخلص بہ وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سرہندی بود قدس اللہ اسرارہم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبتش بہ زبیر بن العوام صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مے پیوندد و اسلام خان کہ بہ وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیدہ از اجداد اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاہ یکی از اسلاف او از گجرات بہ دار السرور برہان پور نقل کرد۔ شیخ سعد اللہ از برہان پور برآمدہ رحل اقامت بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد افگند۔ و بہ ارادہ سیاحت ہم بر خاست و وطن اجداد یعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کردہ بہ شاہ جہان آباد برگشت

و در ہمین مصر بیست و یکم جمادی الاولی سنہ احدی و اربعین و مأتہ والف (۱۱۴۱) متوجہ روضۂ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاہد سخن را باین رعنائی برکرسی می نشاند ؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است　　نظر بہ آئنہ کن شیشہ و پری این است

گشتم شہید تیغ تغافل کشیدنت　　جانم ز دست برد غزالانہ دیدنت

(۹۰) یکتا ۔ احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبہ خوشاب از اعمال لاہور توطن داشتہ اند۔ پدرش الہ یار خان بہ صوبہ داری لاہور و تتہ و ملتان رسید و آخر سالہا بہ فوجداری غزنین قناعت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عہد خلد مکان صوبہ دار تتہ شد۔ یکتای اماثل بود و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نہایت جودت مے نگاشت۔ و تصویر در کمال تحفگی می کشید۔ و اقسام شعر بقدرت می گفت۔

در سنه تسعه عشر و مأته و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد - و با علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانه داشت - و نسخۂ کلام الله بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود - و امروز موجود است -

نگارندۂ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ به ملتان رسیده استماع یافت که احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنه سبع و اربعین و مأته و الف (۱۱۴۷) در قصبۂ خوشاب خلوت نشین تراب گردید - و به استدعاے مهربانے قطعه تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه بر آوردم ؎

خانِ والا رتبه احمد یار خان — ذاتِ او آئینۂ خلقِ عظیم

در فنونِ فضل یکتایِ زمان — زادۂ افکار او دُرِّ یتیم

کرد از معمورۂ گیتی سفر — ماتمِ او ساخت دلها را دونیم

چونکه یکتا[۱] رفت - شُد تاریخ او — جایِ احمد یار خان بزمِ نعیم
۱۱۴۸

مثنوی متعدد دارد مثل "گلدستۂ حسن" و "شهر آشوب" وغیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاهوری با احمد یار خان مناقشه کرد که یکتا تخلص از من است - تخلص مرا بمن وا باید گذاشت - احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکه دوتا شدیم و قرار داد که با هم غزلے طرح کنیم - هر که خوب گوید تخلص از و باشد - خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت - و جمیع صاحب طبعان لاهور را فراهم آورد - و غزلی که طرح کرده بود بر یاران عرض کرد و صداے آفرین و تحسین از هر جانب بلند شد محمد عاقل مهر سکوت بر لب زد - هر چند یاران تکلیف کردند - غزل خود را دون یافته بر زبان نیاورد - احمد یار خان محضری درست کرد و به مهر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید -

[۱] ای هرگاه از مصرع تاریخ یک عدد کم نموده شد تاریخ مطلوب بیرون آمد -

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده

بدین معنی گواهیم آفرین ها — که احمد یار خان یکتاست یکتا

و دیگری این مصراع ثبت نموده

"گوهر یکتاست احمد یار خان"[1]

این چند بیت از ان غزل طرحی است

تا خطش طرح جهانگیری کاؤسی ریخت — لشکر زنگ چو رومی بسر روسی ریخت

با امیدی که شود جلوه گر آن سرو روان — خاک شد جبهه و در راه قدمبوسی ریخت

سرمه آلود نگاهی که به بیادم آمد — که سر شک شفقی از مژه ام طوسی ریخت

بر در بتکده از ناله زارم ناقوس — همه تن اشک شد و در بر ناقوسی ریخت

شمع از اشک بقش بوقلمون سوخت ببزم — جای آتش همه خاکستر طاؤسی ریخت

ازبسکه سراپا زغم عشق تو داغم — چون کاغذ آتش زده یک شهر چراغم

چه پرسی از سر و سامان من عمر لیست چون کاکل — سیه بختم پریشان روزگارم خانه بردوشم

(۹۱) شهرت - شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشه - و اطباء حذاقت پیشه است - اصلش عرب بود - در ایران نشو و نما یافته - آخر سری به هندوستان کشید - و در سرکار محمد اعظم شاه بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد - و در عهد شاه عالم به اعزاز و احترام بسر می برد

و در زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سربلندی یافت - و در عصر محمد شاه احرام بیت الله بست و بعد ادای مناسک به درگاه خلافت معاودت نمود - و بمنصب چهار هزاری سر افتخار بفلک چهارم رسانید -

[1] نتائج الافکار صفحه ۳۷۴ مطبوعه مدراس ۱۸۴۳ء -

وفاتش در شاهجهان آباد ماه ذی الحجه سنه تسع و اربعین و مائة والف (۱۱۴۹)
اتفاق افتاد۔ محرر سطور گوید ؎

بے نظیرِ زمانه شیخ حسین
گوی معنی ز نکته سنجان برد
هاتفے از براے رحلت او
سال تاریخ گفت۔ شهرت مرد ۱۱۴۹ھ

منتخبے از دیوانش بنظر رسید و ازانجا بتحریر درآمد ؎

کی برای مطلبے دل را منور ساختیم
ما لوجه الله این آئینه را پرداختیم

نه من شهرت تمنا دارم و نی نام مے خواهم
فلک گر واگزارد یکنفس آرام میخواهم

ناله پنداشت که در سینهٔ ما جا تنگ است
رفت و برگشت سراسیمه که دنیا تنگ است

ای گل سر کوی تو جدا از وطنم کرد
من خار تو بودم که برون از چمنم کرد

صبح شو نادر فرصت روز عالم بگذرد
یکنفس دم را غنیمت دان که این هم بگذرد

مرا از لطف زدام آزاد خواهد کرد مے دانم
ولی بعد از رهائی یاد خواهد کرد می دانم

مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمے
هر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی

خوابِ گرانِ مردم بیدار کرد ما را
بد مستی عزیزان هشیار کرد ما را

در خرابیهای دل هرگز ندارم مهلتے
در شکستِ نقدِ قلب خود ندارم فرصتے

پس از عمری که کردم همچو قمری خدمت سروی
براتی دارم و بر عالمِ بالاست تنخواهش

غیر در بزم شکستم نکند پا قائم
زانکه من خاصیتِ ریزهٔ مینا دارم

بر یکدگر زیادتی از بسکه می کنند
این قوم نیستند ز ابنِ زیاد کم

به قاتل هم توان بخشید خونِ خویش گر مردی
نه کم از حنا ظالم کسی را دستگیری کن

می رسند از بسکه پیش از من بعیبِ کار من
دوستر می دارم از خود دشمنانِ خویش را

قطرهٔ من گرچه گوهر شد ز سعی روزگار
کار آسان سخت شد از منتِ یاران مرا

اهل دولت غلط است اینکه همه بی دردند
هر کرا دیدیم ازین طائفه آزاری داشت

ای که می گوئی که از صحبت گریزانی چرا | در بساطِ عمر ضائع کردنی کم مانده است
بغیر ظلم توقع مدار از ظالم | که نخل شعله اگر بار می دهد شرر است
کدام واسطه پروانه را به شمع رساند | برای مردم گم گشته خضر راه که دید

(۹۲) ثابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب به اسلام خان خوستی سفیدونی متخلص به والا است که از امراء درگاه خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ وسیّار سپہر بلند فکرتی است۔ پایۂ فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر فہمی و محاورہ دانی فرس اُستاد بے نظیر و مسلم صاحب کمالان شہر دہلی می زیست۔ چندگاہ در اُردوی پادشاہی بتلاش منصب و جاگیر سلسلہ طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دارالخلافہ شاہ جہان آباد منقطعانہ بسر مے بُرد

و دواز دہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مآتہ والف (۱۱۵۰) رخت زندگانی بربست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمیع اقسام شعر استادانہ می گوید بخصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخۂ بدخطی بدست اُفتاد۔ و بہ مشقت تمام این ابیات حاصل شُدہ

تا تماشای دہانت کرد حیران غنچہ را | شاخِ گل دستیست در زیر زنخدان غنچہ را
مرد ہر دم قطع اسباب معیشت مے کند | ہر چہ می اُفتد بدست تیغ قسمت مے کند
قسم بمصحفِ گل عندلیب باغ تو ام | بمرگِ شمع کہ پروانۂ چراغ تو ام
بندد رقیب پیش تو بر خود نیاز را | چون نامقیدے کہ گزارد نماز را

صد بار گر توانی مانند نبض جستن | صورت نمی پذیرد از دست خلق رستن
صیاد بی مروت شوق طپیدنم کشت | تا چند پا شکستن بر بال رشته بستن
بخانهٔ نه نشستم بغیر خانهٔ خویش | شدم برنگ نگین سنگ آستانهٔ خویش
غنی در آتش سوزان همیشه چون حمام | عذاب می کشد از پهلوی خزانهٔ خویش
شمع افروخته را کس نفروشد ثابت | داغم و گرمی بازار ندارم چه کنم
این تیر خاکی نگه شرمگین او | می چوبد از مزار شهیدان نشان ما
چون ماهی تصویر که در آب بیفتد | در چارهٔ معشوق شود کم اثر ما
همچو گردی که بلند از اثر قافله شد | داد بر باد فنا رفتن یاران ما را
خواب دیدیم که آئینه معارض بتو شد | می کند صورت این واقعه حیران ما را
شبنم من خوردهٔ گل را نه بندد در کمر | آبرو و عاقل ز فکر سیم و زر دارد مرا
یافتم از سلام مردم هند | سرسری بود آشناییها
چشم بیمار ترا حاجت تعویذی نیست | هیکل ناخن شیر است صف مژگانت
نذر این یاران کنی گر خوردهٔ جان عزیز | خورده گیران بر نمی دارند دست از کار خویش
چو نرگس نخواهم داشت چشم از قامت سبزان | بود تا در سواد گلشن هندوستان جایم
هست چون سبحه بهم ربط عزیزان جهان | نیکی ماند ازین سلسله بر جا نه صدی
عکس رخ تو آینه را رو نمی دهد | تسکین خاطرش بچه صورت کند کسی

رباعی

در مملکت قدس شهنشاه حسین | بر اوج سپهر کبریا ماه حسین
برخاست کمر بسته پی دعوی حق | انگشت شهادت ید الله حسین

(۹۳) رائج - میر محمد علی سیالکوتی

از سادات سیالکوت من اعمال لاهور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود- و در شهر خود قلندرانه می گذرانید- و هنگامۂ سخنوری گرم می داشت عمرے دراز یافت- گویند در منتهای عشرۂ خامسه بعد مائة و الف (۱۱۰۰) مرحلۂ زندگانی طے کرد-

فقیر در سنۂ سبع و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۷) از سفر سنده معاودت نمود- و عبور بر سرِ لاهور افتاد- دران ایام عزیزی از سیالکوت از صحبت او آمد و خبر قدوم فقیر شنیده رسم زیارت بجا آورد- و برخی از اشعار میر ره آورد و فقیر ساخت از ان جمله است ؎

روز وصل از بیم هجران تو ام گریان گذشت — آه عید آمد بس از عمری و در باران گذشت
چه سان آموخت پیر جانه بر فتراک سر بستن — ز طفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن
اگر با حق نیازی هست حاجت نیست تعمیری — ستون و سقف درویشان همین دست دعا باشد

(۹۴) آفرین- فقیر الله لاهوری

در محلۂ بخارای لاهور سکونت داشت- راقم الحروف وقتے که از هند جانب سنده رفت بیست و نهم محرم سنۂ ثلث و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۳) در لاهور با او برخورد- بسیار خوش خلق متواضع بود- دران ایام قصۂ هیر و رانجها نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند- این بیت از قسمیه یاد مانده ؎

بعریان یتیمی تمنا نورد — که عید آمد و جامه گلگون نکرد

و چون از بلاد سنده عطف عنان نمودم و هفتم رجب سنۂ سبع و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۷) وارد لاهور شدم تا دوازدهم ماه مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد- ملاقات مشارٌالیه مرات واقع شد- مسودۂ اول تذکرۂ ''ید بیضا'' تالیف فقیر که نقش ناتمام بود خواه نخواه گرفت- و از منظومات خود شنوی ''انبان

معرفت" بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود۔ عنوانش این است ؎

ای مُغنّی به وضوے تجرید — صبح شد صُبح نمازِ توحید
صبح یعنی که ظهورش همه جاست — ششش جهت سجدهٔ چو خورشید رواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ و این چند بیت فرا گرفته شد ؎

ستم بر زیر دستان مرد سرکش را خطر دارد — فلک را شیوهٔ عاجز کُشی زیر و زبر دارد
نشهٔ سپاهِ تغافل پیِ صف آرائی است — نقیب نالهٔ صدائی که اشک هجرائی است
هنوز حسنِ تو نو مشق جلوه پیرائی است — هنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است
هنوز چشمهٔ نوشِ تو بوی شیر دهد — هنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است
هنوز سرو قدت گرچه گرد آغوش است — هنوز لعل شکرخا در آشنین خائی است ؟ (کوچه گرد [illegible])
هنوز دامنِ حسنت ز صبح پاکتر است — هنوز ماه تو ایمن ز داغ رسوائی است
نهال مهر و وفا تا چه بار ے بند د — بهار حسن ترا آفرین تماشائی است
بقدرِ تاب و طاقت مگذر از تسکینِ محتاجان — نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا
حسن را در اضطراب آرد شکوهٔ عجزِ عشق — شمع می لرزد بخود از شوخیِ پروانها
گلِ آفت بود در ناتوانی خودنما بودن — عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را
داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد رونما — شد کشف این معنی مرا از قرعهٔ رمّالها
هست کارِ عاشقان بعد از فنا هم جذب دوست — تشنگی بسیار دارد آنکه ماهی خورده است
بزورِ هزل زبردست من شود حاسد — چنانکه طفل پدر را بخنده زیر کند
تجردِ حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را — قبای بیضه بر تن می درد مرغی که کامل شد
مرد حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست — عزتِ مصحف ز دست اندازِ طفلان کم نشد
ذلت بود نتیجهٔ آمیزشِ خسیس + — بر گرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامید محقق مے پرستم ہر مزوّر را   ازین ویرانہا شاید رسم مروزی بمعوری

(۹۵) روحی سید جعفر زنبیرپوری

زنبیر براء مہملہ دراول وآخر ونون وباء موحدہ ویای تحتانی بروزن زنجیر قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلۂ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ وسید محمود حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہندرا بہ پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ ودر قصبۂ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید ویکی از احفاد سید محمود بتقریبی در موضع زنبیرپور وارد شد ورحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرۂ شیوخ عثمانی بلگرام کدخدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ ودر توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ را خدمت کرد وفیضہا فراہم آورد۔ اکثر از زنبیرپور بدار السلام بلگرام کہ چہار منزل است برای ادراک صحبت سید العارفین قدس سرہٗ مے رسید وغنچہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

ودر عہد شاہ عالم بہ شاہجہان آباد تشریف برد۔ وچندی بسیر آن مصر جامع پرداخت وبا صاحب طبعان آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ تعالیٰ صحبت داشت۔

در اواخر عمر سالہا در بلدۂ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا وتوکل کشید۔ وعوض عمر ابطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار باو گرویدہ بودند وازروی اعتقادِ صادق خدمت بجا مے آوردند۔

فقیر وآن مرحوم باہم محبّت مفرط داشتیم۔ ودوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخر این است که در تاریخ هژدهم ذی الحجه سنه ثمان و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۸) عبور فقیر بر لکھنؤ و نزول در تکیهٔ ایشان اتفاق افتاد- آن روز در انجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبد الرضا متین اصفهانی و آقا عبد العلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبرآبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت-

سید جعفر غره رمضان سنه اربع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۴) بحظائر قدس انس گرفت- و در زنبیرپور مدفون گردید- کاتب الحروف گوید ؎

سید نکته سنج حق آگاه — کرد آهنگ بزم سبوحے
سال تاریخ او شود پیدا — وقت تکرار- جعفر روحے

ج ے ہ
۳
۴ ۵ ۱۱

دیوانِ مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

سیر نزولِ ذات بانسان رسید و ماند — چون وحی آسمان که بقرآن رسید و ماند
گذشت فتنهٔ چشم تو ولی فتنهٔ قامت باقی است — نیست آرام بمردن که قیامت باقی است
اسیر مفلسی می دارد استغنا هنرور را — کند گردن کشی از دانهٔ کم قسمت کبوتر را
از عدم بیداری دل هست ره آوردِ ما — آب چشم خفتگان چون صبح باشد گرد ما
چه ماهِ نو کمند جذبهٔ حسن است هر موجم — بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم
ز فیض مفلسی قیمت فزاید اهل جوهر را — لباس غیر عریانی نه زیبد لعل و گوهر را
عینکم شد دو جهان پردهٔ یک راز نماند — سنگ گر سد رهم گشت نگه باز نماند
صاحب دل از شکوهٔ حرف و صوتم محرم است — چون سویدا نقطهٔ شعرم سواد اعظم است
کے رو سیاه گردم از منت سوادے — حرفم ز خود تراود چون خامهٔ فرنگی
شگفته جبهه کدام آفتاب مے آید — که خنده چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید- قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست- در عنفوان جوانی از ہمدان به اصفهان آمد و با میرزا طاہر وحید نسبت تلمذ درست کرد

و در عہد خلد مکان به ہندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و در عہد شاہ عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید- و در زمان محمد معز الدین بتقریب خدمتے به دار السرور برہان پور آمد- و در ایام ایالت امیر الامرا سید حسین علی خان از خدمتے که در برہان پور داشت معزول شده به خجسته بنیاد رسید و به داروغگی احشام کرناتک مامور گردید- و باین تقریب به ارکات رفت و بعد چندگاه رفاقت مبارز خان ناظم حیدرآباد اختیار کرد- و روز جنگ با مبارز خان حاضر بود- بعد کشته شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاه اُفتاد- و غزلے طرح کرده بجناب نواب ارسال داشت- نواب شفقت فرمود- و به مزید عنایت و بحالی جاگیر مرہمے بر جراحت گذاشت- و حراست قلعه منی مرک از توابع کرناتک که الماس از سواحل دریای کشنا برآورده در انجا درست مے سازند- تفویض فرمود-

قزلباش خان بعد چندی رخصت حرمین شریفین گرفت- و بعد تحصیل زیارت مراجعت نمود- نواب آصف جاه بدستور سابق مورد الطاف ساخت- و چون نواب آصفجاه در سنه خمسین و مائة والف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب به شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود- درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد- خوش خلق رنگین صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت نژاد بودن خوب می دانست و می گفت

و چون نواب آصف جاه از سفر بھوپال به دار الخلافه شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان ہمراہ رفت وازان وقت در دار الخلافہ بار اقامت کشاد و در سنہ تسع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۹) در انجا جہان فانی را وداع نمود محرر اوراق گوید ؎

خان سخن گستر سحر آفرین | رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالان من | یافتہ ۔ جان داده قزلباش خان ۱۱۵۹

ازو منقول است کہ روزی پیش ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر شکایتے از دست روزگار کردم ۔ ذوالفقار خان در جواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا نواب صاحب بی من مے خورند ۔

این چند بیت از دیوانش نقل افتاد ؎

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے | وگرچہ وقت درنگ است یا علی مددے
روشن شود بہ پیش تو چون شمع سوز من | یکشب اگر تو ہم نشینی بروز من
خوشا وقتی کہ می بالید از جانان بر و دوشم | برنگ ماہ نو ہر شام پر می گشت آغوشم
گشت رو گردان زبس آبادی از ویرانہ ام | چون کمان حلقہ بیرون شد درون خانہ ام
خدا نا کرده اندوہت چرا اندوستان باشد | شنیدم کلفتے داری نصیب دشمنان باشد
بدشمن دوست ۔ با من سرگرانی بارہا گفتم | نمی خواہم چنین باشی تو میخواہی چنان باشد
بسا کشاد کہ در بستگی شود ظاہر | کلید روزی استاد قفل گر قفل است
سر گشتگی بطالعم ہست | بر گرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر ۔ شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زادهٔ شیخ محمد افضل الہ آبادی است قدس اللہ اسرارہما نخست احوال این دو نیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پرتوے اندازد و سواد

کتاب را به لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آ

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ سر حلقۂ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت وکوکب دری اوج ہدایت بود وفضائل صوری ومعنوی فراہم داشت نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود وغیر بنی الخلفاست۔

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان وثلثین والف (۱۰۳۸) دست داد ودر آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل وترحل نمود ونزد قاضی محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود وقضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان ملا عبد السلام دیوہ است ومولانا نور الدین جعفر جونپوری ودیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ ودر فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ ودر عمر بیست وپنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہ فائز گشت ونعمت فبرکت محمدیہ فراوان اندوخت وبہ اجازت وخلافت مستسعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد رحل اقامت افگند۔ وبہ تلقین اصحاب وتعلیم آداب مشغول گشت حق تعالی قبول خاص عام عطا کرد وطالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔

تصانیف عربی وفارسی وافر دارد از انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یُزارُ وَیُتَبَرَّکُ بِہٖ

شیخ محمد یحیی

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی وداماد وسجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت وطریقت

بود۔ وجواہر سیراب در دامن دریوزہ گران کوچہ طلب می ریخت

درسن دوازدہ سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو ونما یافت۔ واز بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید وتا منتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود۔ ومدتہا مدارج سلوک درنوردید۔ وبشرفہ کمال وتکمیل عروج فرمود وبخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت۔ وبعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت وقبولی عظیم یافت وخارق عادات بسیار سرزد وکتب ورسائل کثیرہ تصنیف کرد ودر کشف مشکلات علوم ظاہر وباطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی برعلو فطرت وکمال تبحر۔

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۴) درجوار رحمت آسود وآیۂ کریمہ "لقد مضی" تاریخ است۔ مرقد مطہر درپہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فعززنا بثالث زیب سجادۂ ابوین وفرع آسمان سای اصلین طیبین است۔ صاحب صفات رضیہ ومناقب سنیہ۔ اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری۔ میزان عدل نقلیات۔ برہان نقد عقلیات۔ تشرع بدرجۂ کمال داشت وہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت۔ بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود مفتوح ذخیرہ نمے ساخت ویگانہ وبیگانہ رابہ احسان بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات درسفر گذرانید۔ درجمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ او مے پیوستند۔ شیخ از ماکولات وملبوسات خبر ہمہ مے گرفت۔ ومادامی کہ عامہ رفقا را طعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت۔

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد وبرادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود۔ و کتب تحصیلی مرتب گذرانید وبرصدر استادی نشست ودرسفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سره سند نمود۔ جوہر فہم و ذکای او از بس عالی اُفتادہ بود و در مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمام تر می رسید۔

جد امجدش شیخ محمد افضل او را در صغر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحیی کرد۔ مشارٌ الیہ در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت۔

قدرے در سنہ اربع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزندان و قبائل را از بلگرام دران مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ اتحاد و ارتباط بدرجۂ کمال شد۔ و چون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از کشور سندہ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزہ کرام دلبستگی تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلدہ بہ مجالست و موانست این اکابر محظوظ و افر گذشت۔ والحال آن عہود حمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند۔

و عمدہ جہت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث در مدینہ منوّرہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مأتہ و الف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و در ہمین سال راقم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا بانجام رسانید نوزدہم محرم سنہ احدی و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد۔

مشارٌ الیه در جده تشریف داشت وخبر مقدم فقیر از مردم جهازی که دو روز پیش از جهاز ما رسیده بود استماع یافته برلب دریا چشم درراه انتظار داشت۔ بمجرد نزول از کشتی هم آغوش ملاقات شدیم طرفه سروری دست داد و کلفتهای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جده باتفاق بمکّه رسیدیم و دیدۂ نیاز بر آستان رب العزّت تعالیٰ شانهٗ مالیدیم۔

مشارٌ الیه (شیخ محمد فاخر) دراوائل سنہ احدی وخمسین ومائة والف (۱۱۵۱) برجهازی که راقم الحروف رفته بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنہ اربع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیۂ حرمین شریفین مصمم ساخت ۔ و رخت کوچ از اله آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادۂ حرمین شریفین کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند و بیست وچهارم محرم سنہ خمس و خمسین ومائة والف (۱۱۵۵) درکشتی نشستند ناگاه دران بحر پرشور جهازات قوم مرہٹہ دکن که از چندی بندر بمبی را از دست فرنگیان انتزاع نموده در دریا قطع طریق شعار ساخته اند نمودار شد۔ بیست ونهم محرم سنہ خمس وخمسین ومائة والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توپها آتش حرب اشتعال گرفت۔ هنگام نماز عصر گوله توپی تختهای بسیار مقابل یکدیگر سوراخ کرده به سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر مکتوبے به فقیر فرستاد درانجا می نویسد که :-

"میر غلام حسن چون مرغ نیم بسمل درحرکت شدند گفتم میر صاحب شما شهید شدید باید کلمه بخوانید۔

"ما هم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبهای شریف ایشان درحرکت بود۔ چون دراجل

"موعود۔ اندکی توقف دیدم بار بار مقید مے شدم که کلمه بخوانید۔ اول سخن که از ایشان سرزد

"این بود که می خوانم وبه این نهج مے خوانم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه

"علیه وسلم گفتم بخوانید ہمین بکارے آید۔ باز گفتند خوب شد آنچه شد و پرسیدند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبہ۔ متبسم شدند۔ غالباً بیاد حدیثے که در فضل موت روز جمعه و شب
"آن وارد شده در تبسّم آمدند۔ والا کدام وقت تبسّم بود۔ باز گفتند من نماز عصر نخوانده ام مرا
"تیمم سازید۔ به تیمم نماز عصر بر پشت غلطیده خواندند و بدستور مغرب و عشا۔ تمام شب پیش
"ایشان نشسته بودم کلمے خواندند۔ در میان حرفے هم می گفتند۔ یک یک رفقا را طلبیده
"استغفا کردند و کلمه خوانان شب را با خر رسانیدند۔ هرگز اثر جزع از ایشان ظاهر نشد۔
"می گفتند هرگز اثر درد معلوم نمے شود۔ مزاجی که سابق داشتم دارم این چگونه زخم است
"که اثرے از شدت سکرات با این زخم جگر دوز نیست۔ وقت صبح که به نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم۔ بعد از نماز دیدم انتقال روح شده است اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ
"در عرشهٔ کشتی غسل داده و تکفین نموده و نماز خوانده بدریا سپردیم۔ باوجود آنکه آب ساکن بود
"و هوا غیر متحرک۔ جثهٔ ایشان چون تیر از جهاز دور تر رفت۔ تا بدن مبارک ایشان بر جهاز
"بود وجهه جهاز جانب مکّهٔ معظّمه بود۔ بعد از ان قلیم جهاز را قابض گردیدند زخمے شدن میر غلام حسن
"روز پنجشنبه و انقطاع نفس روز جمعه سلخ محرم سنه خمس و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۵)
" انتهی المکتوب ملخصا۔

میرزا عنایت اللہ بیگ اندجانی متخلص به راجی این مصراع تاریخ یافت ؎

"شهید شد به رهِ کعبه سید سندم"
۱۱۵۵ھ

و مهر کلمات شرارے از آتشکدهٔ دل بیرون مے دهد۔ رباعی

تارِ نفسم گسسته شورم بردند ۔ بازوی مرا شکسته زورم بردند
داغ است دلم که رفت نورِ بصرم ۔ نارم بگذاشتند و نورم بردند

از ظهور این سانحه شگرف عبرتے دست داد و برأی العین مشاهده افتاد که بے عنایت
ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت۔ و بے جنبش ابروی قضا صد هزار ناوک

صیدی نتواند انداخت۔ برادر شہید با سامان طریق وفراوان رفیق جادہ پیما شد و بندہ تن تنہا بے زاد و راحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد نیرنگی قدرت تماشا باید کرد کہ طوفان حوادث خاک او را بر باد فنا داد۔ و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش امن و امان بمنزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد والحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاہد مقصود بروجہ اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

وحضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید — یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

و دیگرے سرآید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم — ترا یا دست من یا خون من در گردن است امشب

ازین دو صورت اول نصیب ما شد و ثانی نصیب شہید مرحوم۔ و او را رتبۂ دیگر عظیم تر حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این رتبہ حاجت بشرح ندارد

القصہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جہاز را با متاع و مسلمین گرفتہ بہ بندر بمبئی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوارے از جانب خود دادہ از بمبئی بسورت رسانیدند۔ و اشیا و اسباب ایشان را جز صندوق کتب ہمہ را بتصرف آوردند۔ شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کرد و در ماہ صفر سنہ ست وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست۔ قضارا جہاز بہ تباہی شد۔ و بہ کنار بندر مخا رسید۔ شیخ چند ماہ در مخا اقامت کرد و در موسم کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید۔ و بیست و دوم رمضان سنہ ست وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد۔ و ہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

مے گویند۔ دریافت۔ و در سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) باز بہ ہندوستان عطف عنان نمود۔ و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ پیشتر گردید برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ:۔

"شیخ محمد فاخر در رجب سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف
"آوردند۔ فقیر را از ملاقات مسرتہا حاصل شد وبعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم
"وبعید از عقل مے نمود۔ بقدرت حق سبحانہ وتعالیٰ صادق برامد۔ ومیرزا خان جانان
"مظہر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باہم صحبتہا گذشت ششم رمضان سال مذکور
"نقل مکان بخانہ فقیر کردند ہشتم منہ رخت کوچ بربستند و در ہمین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند
"وبیست وسیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین ومأتہ والف (۱۱۶۰) از راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرے بحرمین کشد۔ و در عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سرراہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند۔ از بندر ہوگلی بہ جہاز نشست۔ قضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز شکست سہ ماہ جہاز در دریا بتباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاٹگام کہ منتہای دیار شرقی عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم برشکال سہ چہار ماہ در چاٹگام گذرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت۔ درین مرتبہ نیز حکام سرراہ نذور فراوان گذرانیدند۔ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصدِ شاہ جہان آباد کرد وبیست وپنجم رمضان سنہ اثنتین وستین ومأتہ والف (۱۱۶۲) واصلِ آن شہر شد۔ وچندی بہ اقامت آنجا پرداخت وباز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بر بست۔ ومحض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد۔ وغرۂ شعبان سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) از شاہجہان آباد روانہ شد وپنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک نانوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ وپس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت ویازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین ومائتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را درراہ بیت اللہ فدا ساخت تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین ومائتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" ۱۱۲۰ است وتاریخ انتقال "زوال خورشید" ۶۴ عمرش چہل وچہار سال۔

درحالتِ مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبداللطیف قدس سرہ درکمال تشریع بودند وبرمرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا درجوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال درایام شباب ازین عالم رحلت کرد وداغ مفارقت بردلِ یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین رامشاہدہ نمودم بعد ازیازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب وسنت دریافتم۔"

ونیز قول میرزا است کہ:۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔"

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فراگرفتہ شد۔

بباغِ عاشقی ازمیوہ وگل نیست سامانے کنم بادام ونرگس را فدا اے چشم گریانی

آئینہ باصفائی رخت روگرفتہ است گل پیش آن دہن دہنِ بوگرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او ‌‌ مژگانِ چشمِ یار بود سیر گاہ او

برمیان برزدہ دامان نہ کجاے آئی ‌‌ مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی

حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را ‌‌ گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را

مور را در خمِ زلفِ تو بہ بیند مارے ‌‌ عینکِ داغِ دلم ازچہ کلان بین شدہ است

مرا ازآمد ورفتِ نَفَس روشن شد این معنے ‌‌ کہ اقبالِ جہان دردم زدن اِدبار می گردد

دنیا عزیز کردہ دنیا طلب بود ‌‌ از التفات شوی بود قدر زن بلند

کنند گور پرستان زیارتِ زاہد ‌‌ کہ زیر گنبدِ دستار زندہ در گور است

بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے ‌‌ ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش

در گلستانی کہ مارنگِ تماشا ریختیم ‌‌ آسمان یکبال برہم خوردۂ طاؤس بود

رباعی

تا پیروِ چار یار اخیار نۂ ‌‌ از چار اصول دین خبردار نۂ

در طبع تو این چہار عنصر باہم ‌‌ تا ہست باعتدال - بیمار نۂ

رباعی

گرتن بہ بلاہای قضا نتوان داد ‌‌ از کف سررشتہ رضا نتوان داد

در ہرچہ نشد مگو چنین بایستے ‌‌ تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی - شیخ محمد ناصر

برادرِ اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است - کسب کمالات از حاشیۂ محفل والد ماجد خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرارہما نمود - و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت -

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل او را در خورد سالی مرید گرفت - و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود- و بعد فوت پدر والاگہر بر مسند آباء کرام مربع نشست- وطریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود-

فیما بین فقیر و او اخلاص خاصے بود- حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ افگن از پا افتاد و این حادثہ ببیست و یکم جمادی الاولیٰ روز چہارشنبہ وقت نماز مغرب سنہ ثلث وستین ومائۃ والف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضہ منورۂ شیخ محمد افضل جد خودش مدفون گردید-

مسود اوراق در تاریخ وفات مشارٌ الیہ و شیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می آید- مے گوید ؎

افضلی شیخ کامل و غالب	آرمیدند در ریاضِ ارم
سال تاریخ گفت غمزدۂ	آہ رفتند ہر دو زین عالم

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت و شعر بسرعت تمام می گفت- صاحب دیوان است ؎

صفای خاطرِ روشندلان ہمین سخن است	چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صید عام کرد	چون نگین در حلقہ خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعر او مشہور تر گردد	کہ صافی تر کند گر و بنیشی آب گوہر را
لبِ گزیدۂ اغیار را چہ بوسہ زنم	عقیق کندۂ نام دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب- شیخ اسد اللہ

دختر زادۂ شیخ محمد افضل الہ آبادی است و برادر خالہ زادۂ شیخ محمد ناصر افضلی اصلش از جونپور است- جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمد افضل جونپوری اُستاد علامۃ العصر ملا محمود جونپوری بود- غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت- جوان صاحب استعداد شایستہ بود- ہمیشہ رگ خامۂ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود-

وقتیکه راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ھند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنه سبع واربعین ومائة والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیه این رباعی گفته شیافت طبع وبشارت

چون کرد ورود سوی من یار سعید ۔ فی الحال مہ نو بفلک گشت پدید
ازبسکه فزود عشرت از آمدنش ۔ ماہِ رمضان برای من شد مہِ عید

او اخر ایام زندگانی بدار الخلافه شاہجہان آباد آمده نہم ذی القعدہ سنه ثلث وستین ومائة والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شده دران شہر مدفون گردید۔

از افکار اوست

دل دیوانهٔ دارم که خاموشی است تقریرش ۔ برنگِ زلف خوبان بی صدا افتاده زنجیرش
گذر از کوچهای تنگ کو صاحب دماغان را ۔ نمی آید برون از خامهٔ نقاش تصویرش
سیرِ مہتاب دوچندان کند آرایشِ حسن ۔ سایهٔ زلف برخسار تو زلف دگر است
پی بفکرِ آن دہان از یادِ ابروے برم ۔ تیغِ قاتل رہبرِ ملک عدم را جاده است
زبیماری بیفتند تا بہرجا سرمه را نازم ۔ عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبارِ تربتِ ما ۔ دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف الله است پدرش حاجی شکر الله تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شده در بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنه خمس وتسعین والف (۱۰۹۵) متولد شده سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود

"بر سپہر سعادت آمد ماہ"
۱۰۹۵ھ

بعد ازانکہ سنین عمرش بسرحد تمیز رسید درخدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی کہ از فضلاء مقرری و ازشاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت سکونت داشت۔ بتحصیل علوم پرداخت و بقدر خصائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد بسبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ جوہر قابلیت او دریافتہ صبیۂ خود را درعقد ازدواج اودر آورد۔ و از حضور سلطانی بمنصب عمدہ و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالہا بصوبہ داری ممالک اودلیسہ فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغاسازی نوکران خود از دار الامارۃ بیجا شد و خود را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد۔ انجام کار در حیدرآباد (دکن) رخت اقامت انداخت۔ و شانزدہم رمضان سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید[۱]۔

در شعر زبان خوبی دارد۔ و مضامین تازہ ہم یابد۔ دیوان مخزون بخط خودش بنظر در آمد و این چند شعر فرا گرفتہ شد ؎

کو ساغر مے تا دمے از ہوش خود افتم ‌ ‌ مانند سبو دست در آغوش خود افتم
پشت فلک نجاک رساند غرور ما ‌ ‌ کہسار را کند کمر سنگ زور ما
بسان شیشۂ ساعت رفیق کار پیدا کن ‌ ‌ بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن
باشد دو جہان قائم ازان ذات یگانہ ‌ ‌ برپا چو کمان است بیک تیر دو خانہ
تعجب نیست بدطینت اگر حاجت روا گردد ‌ ‌ کہ زخم کہنہ را خاکستر عقرب دوا گردد
زدو نان کی بجود در ماندگان را کار بکشاید ‌ ‌ گرہ امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۵۴ ذیل تذکرۂ مؤتمن الملک جعفر خان۔

زان نسبتی که هست بسنگ آبگینه را — ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست

بگذار محبّت رشتهٔ گلدسته را مانم — که عمرم جمله صرف اجتماع دوستان گردد

سر از مضمون آن زلف سیه بیرون نمی آرم — که در چشمم چو مکتوب مرکب خورده مے آید

تسکین دل ز صحبت روشندلان طلب — آئینه بیقراری سیماب مے برد

چرا بسر نرود زود دفتر ایام — که خود بخود ورق این کتاب مے گردد

مے زداید چو نگین سجده سیه روئی را — کاش پیشانی خود وقف زمین می کردم

می فریبد نازنینان را بهر صورت که هست — کاش چون آئینه من هم جوهری می داشتم

چون درختی که ز هر شاخ دهد ریشه بخاک — در سجود تو ز هر عضو زمین گیر شدم

منم آن مست که گر مے ندهد دست بهم — بفشارم لب ساقی و به پیمانه کنم

رتبهٔ شخص فزاید ز صفاے باطن — چون نگینے که گذارند ورق در ته او

درین چمن بچه امید خوش کنم دل را — چو نخل موم ندارم بخود گمان ثمرے

مپندار از ضعیفان کار سنگین بر نمے آید — که کوهی می شود صورت پذیر از خامه موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والد او سید نور الدین شیخ الاسلام بلدهٔ شوستر بود- و منصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام به آباء و اجداد او تعلّق دارد-

ولادت میر رضی در شوستر سنه ثمان و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغاز شعور دامن به کسب فضائل بر زد- و علوم عقلی و نقلی در شوستر از خدمت والد خود- و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود- بعد از ان شبدیز سیاحت جولان داد و اصفهان و قم و کاشان و سائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد- درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت- و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید- آنگاه نطاق عزم بگلگشت هندوستان بربست- و در سنه تسع واربعین و مائة والف (۱۱۴۹) از بندر بصره به بندر سورت رسید- و ایامی درین شهر توقف نموده از راه دریا سری بدیار بنگاله کشید و در سایهٔ عاطفت نواب شجاع الدوله ناظم بنگاله بصیغهٔ مصاحبت مدتے بسر برد- و بعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبه دار اودلیسه برگزید-

و چون مرشد قلی خان به دکن آمد میر همراه مرافقت نمود و بعد چندی از مرشد قلی خان جدا شده در ظلال مرحمت نواب آصفجاه خدیو کشور دکن مدتے روزگار گذرانید-

چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاه برداشته در حیدرآباد دکن گوشهٔ انزوا گرفت و بایکی از سادات تفرش که از مدتی متوطن حیدرآباد اند وصلت نموده بتأهل پرداخت-

فقیر را اول در لشکر نواب آصفجاه سنه ستین ومائة والف (۱۱۶۰) با میر الطاف نهانی مشوقی دست داد- بعد ازان در سنه خمس وستین ومائة والف (۱۱۶۵) در ورود فقیر به حیدرآباد صورت بست و دیده وا دیده مکرر بعمل آمد-

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان و صنوف فضائل ممتاز اقران-

صریر کلک اقدس سامعه می افروز دے

ظالم از عربده بار ستم خویش کشد ... عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد

نباشد خودنمائی مردم افتاده از پا را ... که رنگینی نباشد سایهٔ گلهاے رعنا را

عمر بهیچ مے رود رحم و جفاے یار کو ... وصل سبک عنان چه شد هجر گران وقار کو

نرم شو کز سخت گیران کار صورت گیر نیست ... خامهٔ فولاد هرگز لائق تصویر نیست

رفته رفته ظلم گردون بیشتر از عدل شد ... این کمان از بسکه پیچا ماند آخر خانه کرد

پرتو خورشید را آئینه سازد گرم تر ... مهر کم را سینه صافیها فراوان می کند

ریاضت در جہادِ نفس باشد حربۂ مردان
خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقش بوریا گردد

سخت رویان فارغ انداز کاوشِ اہلِ جہان
در زمینِ سخت رسم کندنِ بنیاد نیست

دولتِ بے رنگان سرمایۂ سنگین دلی ست
خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود

تا چند بار خاطرِ دلہا توان شدن
یک چند گر بہ سیر گلستانم آرزوست

(۱۰۲) حزین ۔ شیخ محمد علی،

سلسلۂ نسبش بہژدہ واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است۔ چون نادر شاہ بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی کہ در عہد سلاطین صفویہ بود برہم خورد۔ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید و در سنہ سبع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۷) از راہ دریا بہ بندر تتہ رسید۔ و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت۔

اتفاقاً دران ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدۂ بھکر با شیخ ملاقاتہا دست داد۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبۂ بلند دارد۔

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دار الخلافہ دہلی شد۔ و قریب چہاردہ سال درین شہر بعنوان انزوا اقامت گزید۔

و در سنہ احدی و ستین و مائۃ والف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد بر آمدہ چندی در اکبر آباد وقفہ کرد۔ و از انجا بہ شہر بنارس شتافت۔ و بعد چندے از انجا بہ عظیم آباد پٹنہ رفت

در بھکر جزوے از اشعار طبع زادیہ بہ دستخط خود تواضع فقیر نمود۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔
این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون — آہ دل سوختہ کان منفصل آید بیرون
باشد بہ چمن ہر رگِ گل دام ہوسہا — رشک است بآزادیِ مرغانِ قفسہا
پیش از ظہور جلوۂ جانا نہ سوختیم — آتش بسنگ بود کہ ما خانہ سوختیم
ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد — در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد
شادم کہ از رقیبان دامن فشان گذشتی — گو مشتِ خاکِ ما ہم بر باد رفتہ باشد
دلم زوعدہ بر آتش فگندی و رفتی — بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین۔ میرزا عبد الرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال ونکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود۔

مولد ومنشاً او اصفہان است۔ مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول با نواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ۔ قرین اعتبار بسر مے برد۔ وبعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ برگزید۔

بفقیر در بلدۂ لکھنؤ اورا دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق وشکستگی بمرتبۂ کمال دارد۔ وصحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید۔

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

نو خطِ چہرہ نیاز است مرا — در ہر سرِ موی خویش ناز است مرا

صد بار چو برگرد سرش سے گردم — یک دورۂ تسبیح نماز است مرا

(۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبرآبادیؒ

از شعرائے حال۔ وتازہ گویان خوش خیال است۔ قریب پنجاہ سال است کہ در گلستان سخن عندلیبی می کند و بہ سنیاری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند۔

فقیر در حین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتمل بر طلب ترجمہ بقلم آورد۔ مشارٌ الیہ بمنطوق وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا عمل نمود۔ ومکرر بہ تحریر جواب وارسال احوال واشعار خود مسرور ساخت وقلمی نمود کہ :۔

"فقیر بخدمت میر عبد الجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ وصحبت شعر اتفاق افتادہ۔ حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد وگل دوستی رعنا گشت"

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہرزادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰهُ ضَرِيحَهٗ واز جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ منتہی می شود۔

ونسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری قدس اللّٰہ سرہٗ مے پیوندد ولہذا ایشان را عطاری گویند۔

ولادت شیخ سراج الدین در منتہای مائۃ حادیۃ عشر (۱۱۰۰) واقع شد۔ از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ۔ ودر سن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ۔ وتا بیست وچہار سالگی کتب متداولۂ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانیدہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ۔ سپس در سلک منصبداران پادشاہی در آمد۔

ودر اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے از خدمات گوالیار مامور گردید ودر

سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) بہ دار الخلافہ شاہجہان آمد وازان وقت تا زمانِ حال درین شہر بسر می برد۔ وہنگامۂ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رسالہ "موہبتِ عظمیٰ" درفن معانی ورسالہ "عطیہ کبریٰ" درفن بیان۔ ہردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" کہ سابق کسی برین منوال ننوشتہ۔ وفرہنگ "سراج اللغۃ" بطور برہان قاطع و "چراغ ہدایت" دربیان لغات واصطلاحات شعراء جدید کہ در کتب سالفہ نیست و "نوادر الالفاظ" مشتمل بر لغات ہندیہ کہ فارسی وعربی آن در ہند غیر مشہور است۔ و "شرح سکندر نامہ" و "شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبۂ اعتراضاتِ ابوالبرکات منیر بر اشعار عرفی وغیرہ و "نسخہ داد سخن" شرح قصیدۂ ابوالبرکات منیر کہ در اعتراضاتِ شیدا بر قصیدۂ قدسی محاکمہ نمودہ۔ و شرح گلستان مسمی بہ "خیابان" و تذکرۂ اکثر شعراء متقدم ومتاخر کہ درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً ونثراً قریب سی ہزار بیت است

وبعد ازانکہ خط مشارٌالیہ چہرۂ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازہ از شاہجہان آباد آورد و این ابیات ازانجا سمت تحریر یافت ؎

مگو کہ چارۂ دل از سبو نمی آید ‌ ‌ کدام کار کہ از دست او نمی آید

چند چشم دوستی زین سادہ لوحان داشتن ‌ ‌ چشم حفظ الغیب از آئینہ نتوان داشتن

در ہوای آن پری رو چشم من پرواز کرد ‌ ‌ طفل بازی گوش اشکم را کبوتر باز کرد

کجیئے نیست در طریق خدا ‌ ‌ بنگین راست می کنند دعا

محض معدومیم و در عالم ہویدا ایم ما ‌ ‌ خوب اگر فہمد کسے تصویر عنقائیم ما

نماند ہیچو حنا ہیچ اختیار مرا ‌ ‌ سپرد بستہ بدست تو روزگار مرا

چو شبنم آبلہ پیدا ابروی آن گل شد ‌ ‌ قماش حسن بہ بیند کہ چشم بلبل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند — از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند
دفعِ غفلت زندگی افزای انسان می شود — عمر از شب زنده داریها دو چندان می شود
گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید — چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید
دلبران باهم آشنا مشوید — مبتلائیم ما شما مشوید
بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد — شراب میکده ام لذت گزک دارد
می کند ناز خطِ او نه دمیده است هنوز — بید مانع است که بنگش نرسیده است هنوز
عرض بے طاقتیِ خود بچه انداز دهم — بشکنم شیشهٔ دل تا بتو آواز دهم
وحشت آموزِ غزالانم من — شهر استاد بیابانم من
به بزم می پرستان خود نمائی شیخ کمتر کن — بسانِ شمله اسبابِ معیشت را بسر سر کن
شنیدم اندرهِ دور آمد آن شوخِ فریبنده — شود ای کاش شمعِ محفل من ماه آینده
ندارد یاد ایام جدائی چشم مستِ او — حسابی نیست در بینشِ فرنگی سال هجرت را
فریب خوش لبیران خوردن آرزو رسم است — ز روی تجربه گفت این چنین پدر ما را
شکسته پا بنشین آرزو بگوشهٔ صبر — که شاه مملکتِ فقر چون تمر لنگ است
هر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است — آدم آنست که او را پدر و مادر نیست
تغافل این همه رسم کجاست جان کسی — بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست
گرفت آن مه هندی به دگر در بر — دگر مپرس حکایت که چند در چند است
گر مصحفِ عذار تو افتد بدست من — ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است
نیست خالی از تناسب عضو عضوِ آن پری — ساق سیمین دستهٔ آئینهٔ زانوی اوست
چنین که منع ز سرگوشی خودم کردی — بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت
می دوانند آسمان را بهر کارِ خاکیان — از بزرگیها بود گر بے وفا رم کرده اند
خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود — تو گاهی کرده باشی یادِ من یادم نمی آید

حسود پست شد آنجا که بیت خود خواندم　　چنانکه بر سر کس خانهٔ فرود آید

نمی فهمم زبانِ ترکی چشمِ سخن گویت　　اشارتهای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد

نقش در عالم نشاند آنکه سود عمر او　　همچو خوش خط مهرکن در نیکنامی صرف شد

دیده باشی گلِ شبنم آلود　　گریه را هم دلِ خوش می آید

آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال　　عالمے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد

کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ بتان　　سرو این باغ است دارِ عشق پیچان بیشتر

لیکن دل ما آخر از آن شوخ کشیدی　　ای آینه ما قدر تو نشناخته بودیم

پامال کرد خونِ منِ تیره روز را　　زانو سیه سمند سواری که دیده ام

نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب　　که در شکنجه فتد چون شود کتاب تمام

ربود از دلِ عشاق بیحضوری را　　غبار خط تو خاک شفاست پنداری

زنّار و قشقهٔ ما بے سبحهٔ نباشد　　چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی

خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان　　زمینِ شعر کجا حقِّ شفعه داشته است

شود چو بازوِ من نازِ بالشِ خوابت　　تو خود بگو که مرا آن زمان چه باید کرد

واجب القتلی نخواہد بود زینسان در جہان　　خونِ عاشق تیز چون شنجرف باشد کشتنی

آرزو اطفال را ہم ہست افیونی ضرور　　حیف آن عاقل که ماند زنده بے کیفیتے

ہرچند از وئیم و لیکن ہمه اوئیم　　مانندهٔ فیلے که تراشیده زعاج است

آن دو گیسوے سیه بر روی رخشان آرزو　　شعر ہندی بوده است از میرزا روشن ضمیر

پوشیده نماند که بعد تمام سرو آزاد- سراج الدین علی خان آرزو از شاہجہان آباد برخاسته رخت سفر به دیار شرقی کشید- و در بلدهٔ لکھنو آمد- و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبه اودھ برخورد و بلطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہفدہم ذی الحجه سنه سبع وستین ومائة

والف (۱۱۶۷) درگذشت۔ آرزو باشجاع الدوله خلف نواب مذکور که قائم مقام پدرشد بسرمے برد۔ و در جمادی الاُخریٰ سنه تسع وستین ومأته والف (۱۱۶۹) در بلدهٔ لکھنؤ فوت کرد۔ و درہمین شہر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ے

سراج الدین علی خان نادرِ عصر | زمرگِ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش | بگو۔ آن جانِ معنی آرزو رفت ۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظہر۔ میرزا جانجان سلّمہ اللہ تعالےٰ

مظہر فیض الٰہی است۔ و مشرق صبح آگاہی۔ شاہ مسند فقر و فنا۔ و مقیم آستان توکل و استغنا۔

نام والد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجہ تسمیهٔ او توان دریافت امّا نام تخلص او گویا عنایتِ ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است که پانصد سال پیش ازین در دفترِ ششم مثنوی ارشاد فرموده و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نموده یعنی ے

جان اول مظہرِ درگاه شد | جانجان خود مظہرِ اللہ شد

لیکن نام او بر السنه میرزا جانجانان جاری شده۔ این اسم ہم معنی بلند دارد فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نه بسته اما غائبانه اخلاص کامل است وہمیشه به آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل۔

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است۔ و به اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری۔ نوعروس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازه۔ و تصویر خیال را بتر دستی فکرش حسن بے اندازه۔ شعلهٔ آوازش آتش زنِ خرمنہا۔ و شوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثنای تحریر این کتاب تکلیف ترجمه کرد۔ میرزا ترجمه خود و اشعار آبدار به تحریر
در آورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود هدیهٔ دوستان ساخت نسخهٔ ترجمه این است

"فقیر جانجان متخلص به مظهر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ هندی مولد حنفی مذهب
"نقشبندی مشرب است۔ در عشرهٔ اولی مائة ثانیه بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نمای
"ظاهری در بلدهٔ اکبرآباد یافته۔ تربیت باطنیش در محروسه شاهجهان آباد از جناب حضرت سید محمد
"بداونی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلهٔ نسبش به بیست و هشت واسطه بتوسط محمد بن حنفیه
"به شیر بیشهٔ کبریا علی مرتضی کرم الله وجهه منتهی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مائة تاسعه از خطهٔ طائف بجذب قسمت بحدود
"ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گذرانیده۔ اولاد
"کثیر بهم رسانید از انها امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح هندوستان که بر دست همایون
"پادشاه اتفاق افتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ از ان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیه
"شعار مردم این خاندان بود

" میرزا جان مذکور که در ششم مرتبه از امیر بابا و در درجهٔ دوازدهم از امیر کمال الدین مسطور
" واقع است بعهد عالمگیر پادشاه علیه الرحمة بعالی منصب ترک دنیا سرافراز گردید۔

" و این خاکسار از بدو طفلی هوای مال و جاهش در سر نه پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشت
"غبار خود را به دامن دولت از خود رفتگان بسته بامید آنکه چشمی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم
" بر در ایشان نشسته است۔ از بس دماغش ضعف قوی دارد تاب تدبیر اسباب نمی آرد تجرید و تفرید
"اختیار کرده نان بر خوان دونان نخورده۔ و چون گل عمر خود را بیک خرقه بسر برده بتحریک شور عشقی
"دم نمک خمیر اوست گاه لبی بفریاد وا می کند۔ چون ناله اش موزون واقع می شود احباب از راه جوهر
"شناسی به میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنه او را از غایت انصاف نظر به بی سرمایگی خود دکانی بر

«سخن سنجیده، زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است۔ او سبحانه حسن خاتمه هم نصیب کند

"ومن اشعاره"

باغبان رو بمن آور که ثنا خوان تو ام — چون صبا باد فروش گل و ریحان تو ام
همچو سیلاب روم گریه کنان جانب دشت — من که جاروب کش گور غریبان تو ام
طرفه شمعی تو که چون صورت فانوس خیال — متصل گرد تو می گردم و حیران تو ام
خوب گفتی غزل مرثیهٔ من مظهر — جان ندارم که دهم کشته احسان تو ام
آنکه روز و شب بلاگردان دیدار خود است — داغ همچون آفتاب از دست رخسار خود است
پشت پائی بر حنا زد سر مرا در خاک ریخت — از پی آزار من ناحق در آزار خود است
خدایا آتش سودا ز سر تا پای من گیرد — اگر عریانیم چون شمع نام پیرهن گیرد
هنر در کار باشد عشق را چون پا بسنگ آمد — درین ره تیشه باید که دست کوهکن گیرد
ازان پیراهن خود چاک می سازم که می ترسم — گریبانم بمحشر آید و دامان من گیرد
ازین عالم مجرد می روم چون بوی گل مظهر — که ترسم حق عریانی گریبان کفن گیرد
نسب درست کند گر بها به زاری ما — همین بس است پس از مرگ خیر جاری ما
کاهید دخلهای سخن گرچه تن مرا — بالید چون نگین منبّت سخن مرا
مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگران دارد — ترا نعش من چون دید گفت این مرده جان دارد
سوز دل از پیرهن مویم نمایان کرده اند — این جفا جویان مرا سرو چراغان کرده اند
سحر عید گل و عاشور بلبل در چمن دیدم — برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم
نیاز مشهد پروانه شمع خواهم برد — اگر وصال تو این بار رو نمود مرا
مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد — توان آویخت از شاخ بلندی استخوانم را
چشم بر چشم چو افتاد گرفتار بهاست — حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است
عکس رنگ پان نمایان است از پشت لبت — این بدخشی از کجا در سبزه زار افتاده است

ہیچ کس بر جامہ زیبان قتلِ من ثابت نکرد | گرچہ خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود
ندا شتہ ہستی من تا عدم سرِ مو فرق | کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم
مبین آئینہ گردی زخمیِ تیغ نگاہِ خود | ضرور است ای پسر از جہت سیفی حذر کردن
جز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمے | شہرہ دارد کہ درین خانہ پری سے باشد
بتان اگرچہ نہ دانند قدرِ مظہرِ ما | خدا گواہ کہ دیوانہ سخت مغتنم است

(۱۰۶) دردمند۔ فقیہ صاحب

از نجباء اودگیر است۔ و شعراء خوش تقریر۔

اودگیر شہری است از توابع محمد آباد بیدر۔ مرقدِ منور شیخ صدر الدّین قدس سرہٗ کہ از مشاہیر اولیاء دکن است درین شہر واقع شدہ۔ راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوختہ۔

مولدِ فقیہ صاحب اودگیر است۔ در صغر سن ہمراہ والدِ خود مطابق سنہ ست وثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۶) از دکن بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد رسید۔ و درظلّ عاطفت شاہ ولی اللہ نبیرۂ شاہ گل متخلص بہ وحدت سرہندی قدس اللہ اسرار ہما جا گرفت۔ و بہ تہذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید۔ بعد چندی والد او رخت زندگانی بربست۔ میرزا جانجان مظہر سلّمہ اللہ تعالیٰ اورا در سایۂ شفقت خود گرفت و بہ یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایستہ بہم رسانید و میرزا در حق او گوید ؎

مظہر مباش غافل از احوالِ دردمند | تعلیست اینکہ درگرہ روزگار نیست

شعر فارسی و ریختہ ہر دو خوب می گوید۔ ساقی نامہ ریختہ او مشہور است کہ مقبول طبائع گردیدہ۔

فیمابین فقیر و مشارٌ الیہ غائبانہ اخلاص وافی است و ہمیشہ طریق مراسلات مسلوک
درین ایام بہ تقریبی از شاہجہان آباد بسمت بنگالہ رفتہ و نزد ناظم بنگالہ بہ جمعیت
مے گزراند

اشعار او بہ فقیر کم رسیدہ - چند بیت پیش ازین برپشت خطی نوشتہ بود از ان است ؎

برزخم خویش از ان کوہکن نمک ریز است | کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز است
در کوی میفروشش نماند آبرو مرا | لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا
جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمرہا | بوداست برمراد تو مرگ آرزو مرا

رباعی

از فیض تو ای شافع روز محشر | ہر روز بود عید غدیر دیگر
چون جام بود چشم امیدم در حشر | بر دست تو ای ساقی حوض کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی | وین عمر دو روزہ بار خاطر کردی
بعد از مردن رحمت بحالم افتاد | اول بایست آنچہ آخر کردی

(۱۰۷) شاعر گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاہ پادشاہ است - بعنایت شاہی ممتاز بود - و بہ خطاب معنی یاب خان سرفراز - نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کردہ - و در تلامذۂ میرزا فائق برآمدہ - امروز منتخب شعراء شاہجہان آباد است و قلمرو معنی یابی بہیامن نظم و نسق او آباد -

گلدستۂ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بہ گلشن چشم شہلایش چو می آشام مے گردد | دکان حسن خوبان تختۂ چون بادام مے گردد

اگرچہ داخلِ بزمم ولے نیم داخل جدا از صحبتِ ہم ہمچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبد الولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والاگہر خوانده۔ و در معقولات حیثیتی خوب بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشارٌالیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ شدہ۔ بعد از طی عرض راہ بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین و مأئۃ والف (۱۱۶۴) واصل آن بلدۂ فاخرہ شد۔ وتا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستادہ بود این چند بیت ازانجا فرا گرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوہ گر از جا بر داشت رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا برداشت

بہ گرم جوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست

دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب چیدہ مقراض از نہالِ شمع گل پروانہ سوخت

دلم افسردہ خواہد ماند یا وا می شود روزے ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد

خدا ناکردہ گر صیّاد از دامم رہا سازد اسیرِ حلقۂ برگرد سرگردیدنش گردم

سر بر نداشت نگہتِ گلشن ز شرمِ او بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت۔ میر محمد ہاشم[۱]

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش ببداہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۱۹۔

سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) در نزہتکدہ عالم ناسوت خرامید وہلال استعدادش در سنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدرکامل رسید۔

سلسلۂ نسبش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہی می شود جدش سید علی بہ اقتضاء آبخورد از خطۂ گیلان بہ دیار ہند وارد شد پدرش میر محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل وکمال آگہی داشت۔ ودر خجستہ بنیاد اورنگ آباد رنگ توطن ریخت۔

موسوی خان نخست دامن دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ وچون امیر الامرا در سنہ احدی وثلثین ومأتہ و الف (۱۱۳۱) از دکن جانب ہند حرکت کرد۔ موسوی خان در رکاب امیر الامرا بسیر ہند شتافت۔ وصحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا بیدل و میر عبد الجلیل بلگرامی دریافت۔ مے فرماید:۔

"ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔"

بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا منتہای سن انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی را صرف گلگشت بہشت برین نمود۔ وبمنصب دوہزار و پانصدی وخدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔

وبعد رحلت نواب آصفجاہ وتمکن نواب نظام الدولہ شہید بر مسند ریاست دکن خدمت انشاء سرکار والاہم بر موسوی خان قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس دکن قیام دارد۔ وبہ عہدۂ انشاء ومنصب چہارہزاری وخطاب معز الدولہ فرق امتیاز می افرازد۔

فقیر را بعد ورود ممالک دکن باخان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست۔ وگلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا۔

این چند بیت از دیوانش فراگرفته شد ـ

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان می‌شوی   این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی

نه بهر آنکه منزل دور و پا لنگ است می نالم   دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

در دیده ام خیال رخ خوب یار ماند   این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام   سرو آزادم و پابند گلستانِ توام

بسملم کردی و پرسے طپم آزرده مشو   می کنم رقص که در ذیلِ شهیدانِ توام

بے بهارِ خلق شهرت با هنر دمساز نیست   نکهتِ گل بے شگفتن قابلِ پرواز نیست

منتهای کار عاشق از بدایت روشن است   شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست

شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم   مانند شمع سوخت زبانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است   از قتل بدتر است امانی که یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت   بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی

لذت همه در مناسبتهاست   از شیر دل شکر کشاید

هوس زخم بمهتاب تجلی دارم   کاش عریانیِ من زنگ کتانی می داشت

توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند   هنوز با تنِ مجروح نیم جانی هست

آمد اندیشهٔ دنیا بطلبگاریِ دل   گفتم آن شیفتهٔ بے سر و پا حاضر نیست

بخاک میکده رندانِ مست محترم اند   سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد

تا در فتند از پیِ روزی بیکدگر   صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا۔ جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبائیش همدان ۔ ونسبش به میر

سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ می رسد۔

از اجدادش میر شاہ طاہر در عہد اکبر بادشاہ وارد سواد اعظم ہندوستان گردید و قبول تمام یافت۔ و پس از چندگاہ متوجہ کالگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش را گرامی داشتہ بآئین ارباب عقیدت احترام مالاکلام بعمل می آوردند۔ پس ازان اخلافش در گجرات احمد آباد توطن اختیار نمودہ مرجع اہل فضل و کمال بودند۔ و بہ سنت سنیۂ مشائخ عمل می کردند۔ و از چند قریہ کہ اکبر پادشاہ بطریق سیورغال مقرر کردہ بود صرف مایحتاج می نمودند

والدش سید میر خان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منتظم ساخت و بخدمات عمدہ ممتاز بود و از علوم آگاہی داشت۔

مولد میرزا خان۔ حیدرآباد است نشو و نما در لشکر نواب آصفجاہ یافتہ و از مجلسیان خاص نواب بود۔ و در اواخر عہد آصفجاہ بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت۔ و در رکاب نواب سیر شاہجہان آباد کرد۔ و صحبت شعراء آنجا دریافت۔ بسیار خوش خلق۔ رنگین صحبت است۔ و جامۂ میرزائیت بر قامتش او دوختہ اند۔

فقیر را در دکن یکجہتی فراوان با او صورت بست۔

این چند بیت از بیاضش و بین سواد نقشش می بندد ے

خود را ز تنگی قفس آزاد می کنم — این منت بر تواضع صیاد می کنم

در سراپردۂ دل ہر نفس آوازی ہست — کہ درین خانہ نہان خانہ براندازی ہست

ز رسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی — بخیال آستانش من و مشق جبہہ سائی

کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان — رقمی نمود آہم دو سہ مصرع ہوائی

رحم کن ای باغبان گلدستۂ پیش من بیار — مجمع یاران رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم | معاشران چمن انتظارِ من مبرید
نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت | مرا ز صحبتِ این سفله ننگ مے آید
خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است | بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد۔ میرزا علی نقی

از قوم قاچار است۔ مولد پدرش نقد علی خان۔ همدان۔ و با شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت۔ نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت هند شتافت۔ و در عهد آصف جاه مُدتها بدیوانی پادشاهے بلده حیدر آباد سرافراز بود۔ و باین علاقه پای توطن در حیدر آباد افشرده۔

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دار السرور برهان پور است۔ بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید۔ و بعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مائة والف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدر آباد نقد امتیاز بدست آورد۔

اول مرتبه در اورنگ آباد دارو غگیر خانه شد و بعد ازان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و در حیدر آباد مجالس متوالی اتفاق اُفتاد۔ جوهر قابلیت سرمایهٔ اوست۔ و زیور تهذیب اخلاق پیرایهٔ او۔

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید ؎

بدست یار سپردند اختیار مرا | توان ز رنگ حنا یافت رنگ کار مرا
یار آمد و دمی ننشست و شتاب رفت | عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت
ای مصوّر از لباسِ یار دامانش بکش | بر رقیبم دست گریانِ گریبانش بکش
دلم تو بُردی و من انتظارها دارم | بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند هرچه از تو بگفتن شتاب کن | خود را مثال آینه حاضرجواب کن
خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری | خدانکرده مگر در گره همین داری
خطِ پشتِ لب و حرفِ تو در دل کرد تاثیری | بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری
گفتهٔ دل شکنان به که فراموش کنی | این گهر همن ندارد که تو در گوش کنی
گیرم که در کفم همه رنگِ حنا شوی | آخر تو رفته رفته ز من بیوفا شوی
بروی مشهدِ پروانه شمع را دیدم | که چادری ز گلِ داغ میکشید امشب
بی خورده دلِ لاله برد داغ ز گلشن | آرام قناعی ست که بی زر نتوان یافت
بالیده بود پر بخود آخر خراب شد | چشم حباب کور شود این سزای اوست
راست می گوید اگر سرو که همدوشِ تو ام | بر سرِ دعویِ خود مصحفِ گل بردارد
دلم از تست میخواهی ببر من پیشکش کردم | بهر صورت ترا آئینه در کار است می دانم
اول بروی تو دیدیم ز معمورهٔ حسن | ما درین شهر مبارک شب ماه آمده ایم
دارد همیشه در بر پیراهنِ معطّر | ما را ز گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار عبدالوهاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است - در ایام تالیف این کتاب ترجمه خود را باشارهٔ فقیر انشاء کرد - و نسبت به مؤلف کتاب تکلّفی بکار برد - هر چند بساط عذر گستردم ناطقه را مُهرا برام بند ساخت -

نسخهٔ ترجمه این است :-

"فقیر عبدالوهاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است - سلسلهٔ نسبش از طرفین به
"مخدوم جهانیان بخاری قدس سرہ منتهی می شود - مولد و منشا این خود بے بود احمد نگر
"دار السلطنه سلاطین نظام شاهیه - چون از دواج فقیر با صبیهٔ سید مرتضی خان بخاری حارس

" حصار شهر پناه دولت آباد اتفاق افتاد - باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد
" ریخته شد - بعد از ان که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکته سنجان بقدر زلالی برداشت
" دمشت خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت - گویند شخصی این بیت
" تکرار می کرد -

خدا نا کرده گر آید اجل پیش   بامید که بگذارم جنون را

" فرزندی داشت صاحب کمال گفت " بامید من " لله الحمد و المنه که جگر گوشگان اشعارم
" هر یکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایزدی چندین
" نتایج ارجمند داری همه را از نظر مؤلف کتاب گذرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم - سخن
" آفرین تعالی شانه این غریب زادها را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض
" بلند نظر بان جلوه گر گرداند -

بود فیضان دیگر چشمهٔ داد الهی را   زماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو سیر غنچه کردم اعتبار این چمن دیدم   زند بر هم نسیمی منصب صاحب کلاهی را

غیرت افزای بهار است گل رخسارت   شمع افروز تماشاست مه دیدارت
می کنی جلوه بصد رنگ چو آئی بخرام   گردش خامهٔ نقاش بود رفتارت

ابرو که بود نازکش وسمه نخواهم   چون پی بکمانی که دو کار است بچیم

بدوری هم ترا بر من نظرها هست می دانم   که چشم دور بین نزدیک بیند دور دستان را

ترا چشم باز کرد خدا شاید دیده ور   اول به بیند آینه آئینه ساز را

سازنده است سرو قدش را زمین چشم   تا دل دواند ریشه اگر یک زمان نشست

سنگین دل است آن بت و من آبگینه دل   دل را بدل رهیست الهی تو خیر کن

ابروی دیگران نرسد ابروی ترا   هر ماه نو مقدمه عیش عید نیست

نگینم بنده گیها هیچکس چون من نمی داند   بنامی آشنا می گردم و با سجده می سازم

او بزلف آنجا گره زد شد دلم اینجا بدام　　می توان دادن سرانجام امور از راه دور

(۱۱۳) امداد - شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب - قادری الطریقہ - برہان پوری المولد است - کتب اوائل درسی تحصیل نمودہ - ونقش او بامشق سخن درست نشستہ - از و می آید

از تو پنہان می کند آئینہ روی خویش را　　ہر کسے منظور دارد آبروی خویش را

گل کند از باطن صاحبدلان بی قصد فیض　　در گرہ بستن نداند غنچہ بوے خویش را

گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد　　شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد

صندلی رنگ بتی گر سر درمان دارد　　درد ہم گرد سر ما بہ تمنا گردد

رباعی

رونق دہ تخت شرع شاہ نجف است　　روشن کن آفتاب ماہ نجف است

شاہی خواہی و گر تو راہے طلبی　　شاہ نجف است و شاہ راہ نجف است

تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است و اسامی کتبی کہ ماخذ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شدہ و مقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدء فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد بر زبان قلم گذشت - اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم و ذکر این طائفہ را طراز دامن کتاب می سازم -

تمہید شعراء بلگرام　بر ضمیر قیافان نقود اخبار و مبصران جواہر آثار ہویدا است کہ چون ماہچۂ رایت اسلام بر سواد ہند پرتو انداخت - وطلیعۂ غازیان کفر شکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا نواخت - اقسام صاحب کمالان عرب وعجم با قامت این دیار پرداختند وعلوم ابو البشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ ساختند - از انجملہ سخن موزون کہ از ان وقت تا زمان حال ماہران این فن شورہا

برانگیختہ اند۔ ورنگہا از خامۂ بوقلمون ریختہ۔ امّا در عہد قدیم این طائفہ بیشتر در پایۂ تخت سلاطین بودہ اند و در اطراف و اکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی کہ ہر سہ از شہر دہلی برخاستہ اند و غیرہم رحمہم اللہ تعالی و از عہد اکبر پادشاہ سکۂ سخن را رواجی دیگر بہم رسیدہ اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید۔ از انجملہ شہر بلگرام حَفِظَہُ اللّٰہُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَیَّامِ

من سواد خوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم۔ و خادم صاحبان این انجمن اما باثبات مآثر این اعزّۂ کرام بر صفحۂ روزگار حقّ عجیبے ثابت کردہ ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آوردہ۔ سیما طائفۂ شعراء قدیم و جدید کہ باصلاح سخن اینہا پرداختم مخلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ تَعَالیٰ شَانُہٗ می داند کہ باعث اظہار این معنی نہ برخود بالیدن است و دکان خود فروشی چیدن۔ بلکہ از سر عجز و نیاز زبان بہ تحدّث عطیات الٰہی کشودہ ام۔ و لب بہ تذکرہ عنایات شاہی واموده۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِہٖ تَتَنَزَّلُ الْبَرَکَاتُ۔

(۱۱۴) ضمیری شیخ نظام بلگرامی

از قدماء شعراء این مقام۔ و نکتہ سنجان شیرین کلام است۔ محل سکونت او محلہ قاضی پورہ در دامن بلندی۔

پدرش او را صغیر السن گذاشتہ متوجہ عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان کہ از نوکران با امتیاز درگاہ اکبر پادشاہ بود در حجر عاطفت تربیت کرد۔

مشار الیہ بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفتہ درین فن رشدی بہم رساند۔

ومخدرات صنائع وبدائع رابیشتر بکرسی نشاند۔

ہموارہ با اُمراء عہد بسر می برد وبہ اعزاز واکرام مخصوص بود۔ وایام زندگانی رابہ تجرد وتفرد گزرانید۔ آخرالامر در قصبۂ سفیدون از توابع دارالخلافہ دہلی وارد شد وہمانجا بہ کالگشت نزہتکدۂ آخرت خرامید۔ واین سانحہ در سنہ ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد۔ مبارک خان دہلوی تاریخ وفاتش درین قطعہ بضبط آوردہ

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام | شاعرِ نادر و فصیح کلام
در قصیدہ شدہ ظہیر زمان | در غزل گشتہ خسرو ایّام
بست رخت بقا ز ملکِ فنا | کرد آہستہ سوی خلد خرام
کردم اندیشہ بہر تاریخش | خردم گفت۔ آہ آہ نظام ۱۰۰۳

دیوانش قصیدہ وغزل ورباعی وصنائع شعری پانزدہ ہزار بیت است وقصیدہ بہ از دیگر اقسام می گویند۔

سید محمد اشرف درگاہی کہ ترجمہ او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت۔ فرمود۔ دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من در آمد۔ برپشت دیوان مُہر خود زدہ کہ این بیت نقش داشت

خدایا بحق رسولِ انام | پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شدہ لہذا درین جریدہ کم گرفتہ مے شود

جز آئینہ در روی تو دیدن کہ تواند | جز شانہ بزلفِ تو رسیدن کہ تواند
بس مدعیان گوش بر آواز نشستند | در عکدۂ عشق طپیدن کہ تواند
آنجا کہ صبا را بنود بار ز تنگی | جان بخش کلام تو شنیدن کہ تواند
ہر گل کہ بہ گلزار جمالِ تو بخندد | ای وای بجز دستِ تو چیدن کہ تواند

صد تیغ کشیدند ز ہر سو به ضمیری　　پیوند ہوای تو بریدن که تواند

آن تُرک شوخ دیده خود از دودمانِ کیست　　یا رب چنین خراب کنِ خانمانِ کیست

از ناله و فغانِ من آید جهان بجان　　آن سنگدل نگفت که آیا فغانِ کیست

این سرو سرفرازکه خوش می چمد بناز　　یا رب چنین کشیده سر از بوستانِ کیست

هر تیر بر دلم که دو ابروے او کشید　　دانستم از طپیدنِ دل کز کمانِ کیست

چون نامهٔ نیاز ضمیری رسید و خواند　　پرسید بر سبیلِ تغافل از آن کیست

برنسے که شوی جلوه گرای سیمتن آنجا　　گویند ثنای تو همه بے سخن آنجا

چشمم که بود خانهٔ خوش آب و هوائی　　شایستهٔ آنست که سازی وطن آنجا

خواهم که کنم پیش تو دردِ دل خود عرض　　لیکن بمقامے که تو باشی و من آنجا

تا کرد خریداری خاکِ سر کو بیت　　از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامه سیاه آمده ایم　　وز آتشِ دوزخ به پناه آمده ایم

هر چند که ما غرقِ گناه آمده ایم　　با قافلهٔ عذر براه آمده ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید ؎

بدورانِ شهِ اکبر که گشته　　خطابِ او جلال الدین محمد

چو حاجی افضل از تقدیر حق رفت　　ازین دارِ فنا در دارِ سرمد

ز تُردی بیگ سلطان یافت بنیاد　　برای مرقدش این پاک گنبد

ضمیری جست سالِ این بنا را　　بلفظ پارسی و هم به ابجد

بتاریخش نهان و آشکارا　　خرد گفتا سنه هشتاد و نهصد
٩٨٠

حاجی افضل

و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند هدایت و ارشاد بسر می برد - و تُردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت۔ و چون حاجی افضل از قصر بینا بسراپردۂ کبریا خرامش فرمود و درسواد شہر مدفون گردید۔ تردی بیگ سلطان بر مرقد او گنبد عالیشانی از سنگ عمارت کرد و قطعہ مذکور را بخط نستعلیق در شہابت خوشخطی بر لوح سنگ کندہ در پیشانی باب گنبد تعبیہ نمود۔ اما این گنبد بنام سالار بیگ کہ میر اہتمام تعمیر بود شہرت یافت و نام تردی بیگ سلطان راکسے نمے داند۔ شاعرے مناسب این مقام گوید ؎

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران   می نشانم نقش خود اما بنام دیگران

(۱۱۵) شاہدی میر عبدالواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہ

دفتر اول از ترجمۂ مفصل زینت یافتہ و خامۂ خوش نصیب شاہراہ سعادت شتافتہ و اینجا ہم طریق اجمال می پیماید۔ و صدر ورق را بر سلۂ جواہر آبدار می آراید۔

آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیحَہٗ و از خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندرہ رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ۔ عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید۔ و سالکان مناہج حق پرستی را بسرا بستان کبریا رسانید۔

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبہات" و "شرح کافیہ ابن حاجب" بطور تصوف۔ وغیرہا متداول است۔

احیاناً بنا بر موزونی طبع گوہر قافیہ مے سنجید و طلای خوش عیار سخن برمے کشید۔ در حل شبہات مے فرماید :۔

"این کس در فن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ و خواجہ نیز بشاگردی خود "مرا قبول کردہ و گویا باین ضعیف ایماءے نمودہ ؎

"ہرکہ درطورِ غزل نکتۂ حافظ آموخت — یارِ شیرین سخن نادرہ گفتار من است"

ومیر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طرازد کہ :-

"میر سلیقۂ شعر خوب دارد ازوست ؎

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ — وی بہ لطف نشین تاز خویش برخیزم

وشیخ عبد القادر بدایونی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ :- میر طبع نظم بلند دارد"

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر والف (۱۰۱۷) بعالم قدس خرامید- ودر بلگرام مغرب خاک رامشرق انوار گردانید مورخی تحفۂ تاریخی بہ روح اقدس گزرانید ؎

چو رفت واحد صوری ومعنوی گفتم — ہزار وہفدہ وشب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تاریخ صوری ومعنوی است- اما بیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود آن را بتعمیۂ نازک خارج کرد یعنی واحد صوری کہ نوزدہ است وواحد معنوی کہ یک است برآمد-

دیوان غزل موجزی ازو موجود است- وکلامش روشِ زمان خود دارد لہذا بر قلیلی اکتفا رفت ؎

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد — خیال غیر تو نقشی برآب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلفِ تو دراز است — بورا نتوان بست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما از برای چیست — مائیم واسطی وقلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی- سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبد الجلیل بن میر عبد الواحد مذکور بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُم-

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقهٔ فقراست و اینجا انجمن افروز شعرا۔ در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قدّس اللہ اسرارھما کہ ترجمۂ ہر دو در دفتر اول نگارش یافت۔ داد۔ و از عنفوان سن تمیز تا مبادی ایام کہولت بخدمت سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت والا جادۂ سلوک بنہایت رسید و در زمرهٔ نشکندہ تسبیر فی اللہ نخراامش درآمد۔ و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد۔ و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و بہ دار الولایۃ کالپی شتافتہ از خدمت مخدوم زادہ عالیجناب شاہ فضل اللہ بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قدّس اللہ اسرارھما تیمّناً و تبرّکاً مثال اجازت و خلافت گرفت۔ و ہمین سلسلہ را جاری کرد

چون مرقد منوّر جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سرہ در مارہرہ از مضافات مستقر الخلافہ اکبرآباد واقع شدہ۔ دران مقام رفتہ رنگ توطن ریخت۔ و روز عاشورا سنہ اثنتین و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و با روح مقدس امام علیہ السّلام بہ گلگشت فردوس اعلیٰ شتافت۔ راقم الحروف گوید ؎

بیدار دلی رفت سوی محفل قدس | بربست ز صحرای جہان محمل قدس
تاریخ وصال او خرد کرد رقم | صاحب برکات واصل منزل قدس
۱۱۴۲ ھ

ہموارہ چراغ ارشاد می افروخت۔ و احیاناً لباس فارسی و ہندی بر قامت معنی موزون می دوخت۔ منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود۔ و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود کہ ؎

قافیہ اندیشم و آن یار من | گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی بہ "ریاض عشق" دارد۔ این چند بیت از و تیمّناً قلمی می گردد ؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن — زلعل ساقیِ ما جرعه گیر و مستی کن
چشم حیرت پیشه را خار و گلِ رعنایکی است — دل خرابی دیده را آبادی و صحرا یکی است
چشم دل داریم دیگر از نگاهِ ما مپرس — گرد کوی خویش می گردیم راهِ ما مپرس
خانهٔ دیده شود رشک پریخانهٔ چین — گر قدم رنجه کند یار بسر منزلِ ما

محل ذکر سید برکت الله قدس سره مابعد است امابرای اتصال ترجمهٔ او با ترجمهٔ جد امجدش میر عبد الواحد شاہدی قدس سرہٗ دریںجا تحریر یافت۔ و نظر این وجه در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر ہم ازین فصل منظور است۔

(۱۱۷) ضیا۔ حافظ سید ضیاء الله بلگرامی قدس سرہٗ

مشارٌ الیہ چنانچہ در حوزهٔ دانشمندان ورود کرامت آمود نموده در مجمع تلامذهٔ رحمٰن نیز بطرز موزون جلوه فرمود

در بدایت حال کلام الله را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن اکتساب کمال برزد و در قصبات صوبهٔ اوده بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فرا گرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللهُ اَسْرَارَهُمَا غائبانه عقیدتی بهم رسانده و این بیت بنظم آورده

کالپی مکه بلگرام یمن — ای تو احمد منم اُویسِ قرن

بعد ازین بادراک رؤیت والا دیده و دل را مظهر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محله میدانپوره مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبه را از حد و دِ بدایت بسر منزلِ نہایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست۔ و در تقاوت وطہارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سه‌شنبه سنه ثلث و مائه والف (۱۱۰۳) واقع

شد۔ وموافق وصیت پایان مرقد خواجہ عماد الدین بلگرامی کہ صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت۔ راقم الحروف گوید ؎

زہے سید ضیاء اللہ نحریر ۔۔۔ منور ساخت از خود محفل قدس

خرد تاریخ او درخواست از غیب ۔۔۔ ندا آمد۔ ضیاءِ[1] منزلِ قدس
۱۱۰۲ھ

نظمش در ثمین است و نثرش ماء معین۔ شعر و انشا دون مرتبۂ آنجناب است و اشعاری کہ ثبت می شود پرتوی از آن آفتاب ؎

قطرۂ می کہ لبی بی تو چشیدن گیرد ۔۔۔ بگلو ناشدہ از چشم چکیدن گیرد

براہ دیدہ دو رویہ درختہای مژہ ۔۔۔ نشاندہ ام کہ خیالِ تو راہ گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب بر سرِ شعلۂ خشم ۔۔۔ چون موم بدست خلق تو خارۂ وکشم

گویا گردد ادب چو آئی بہ سخن ۔۔۔ بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جہان افروز یکتائی است۔ و در اوج دفتر اول سرگرم جلوہ آرائی نسخۂ جامع فنون عقلی و نقلی بود۔ و در تجرد و تفرد و خصائل رضیہ و شمائل سنیہ بی مثل می زیست۔

اصل و الا از سادات اترولی من اعمال آگرہ است و ہمانجا در تاریخ ہفتم ذی الحجہ سنہ ثلث وسبعین و الف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید۔ و در

---

[1] درین مادہ ہمزۂ ضیاء را یک عدد محسوب است و الا تاریخ تام نمی شود و در اصل سال وفات ضیا این نیست۔ مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۲۸ھ می گوید کہ آخر بہ تحقیق رسید کہ تاریخ انتقال مشارٌ الیہ سنہ اربع و مائۃ و الف (۱۱۰۴) است و مادۂ تاریخ "ضیا بمنزلِ قدس"
۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنه ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) بارادهٔ کسب علم از اترولی بخطهٔ بلگرام تشریف آورد- واز فضلاء بلگرام وعلماء جوار فنون درسی برگرفت- و در حوزهٔ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنهایت رسانید-

وبعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت- اول بخانهٔ سید فیض زمیندار که از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت- بعد ازان قریب سی[۳۰] سال تادم آخر در محله سیدا نپوره در دیوانخانه علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نوّر الله مرقدہٗ اقامت ورزید- و درین مدت احیاناً بجانب گجرات شاه دولا و کشمیر و مکانهای دیگر بطریق سیر برخاست- و در هر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود وقریب هفتاد سال بر مسند تدریس باحیاء علوم پرداخت- و عالم عالم طلبه را از حضیض شاگردی به اوج استادی رسانید- ازانجمله ما دو برادریم یعنی فقیر و میر محمد یوسف که ذکرش می آید-

رحلت والا در بلگرام بیست وچهارم ذی الحجه سنه احدی وخمسین ومأته والف (۱۱۵۱) واقع شد و بر وفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل نوّر الله مضجعهٗ- جانب شرق مدفون گردید- مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس که آفتاب معنی | از حلقهٔ آسمان برون رفت
تاریخ وصال او خرد گفت | علامهٔ از جهان برون رفت ۱۱۵۱

احیاناً بنا بر تشحیذ طبع به ترتیب نظم می پرداخت- و فرق شعر را بر شعری می افراخت- این رباعی نتیجهٔ فکر عالی است ؎

گر بوالهوسی نیاز ظاهر آموخت | کی آتش سوز دل تواند افروخت
چون صورت پروانهٔ فانوس خیال | گرد سر شمع گشت و یک ذره نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبد الجلیل حسینی واسطی بلگرامی نور اللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن پنجشنبتین زمزمۂ مناقب والا سنجیدہ۔ و گوش ارباب ہوش را شگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ و پیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × ×

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیا و اجلۂ علماء عالی مقدار است۔ و در تقدس ذات و جلائل صفات یگانۂ روزگار۔ واز عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ و بہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَاٰتَیْنَاہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ از جمعیت صوری و معنوی حظی وافر داشت۔

واز مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ را در خواب مے بیند و دست بیعت می دہد و در قصیدۂ منقبت زبان باداے شکر می کشاید کہ ؎

دین پناہا تفضل آگاہا دل پاک تو شمع عرفان است
کردہ ام بیعت تو در رویا این سعادت ز فضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم می شناسم کہ این چہ احسان است
من و این رتبہ از کجا لیکن مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام و قصبات پورب اخذ نمود۔ و در حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرہ سر رشتۂ تحصیل بانتہا رسانید۔ و علم حدیث

ازخدمت میرسید مبارک محدث بلگرامی کہ از تلامذۂ خاص شیخ نورالحق خلف الصدق شیخ عبدالحق دہلوی است سند نمود۔ و درجمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید۔ وحافظۂ شریف بمرتبۂ بود کہ قاموس اللغۃ از اول تا آخر از بر داشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق افتاد سید علی می گفت:۔ من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبدالجلیل ندیدم" و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنہ اربع و مأتہ و الف (۱۱۰۴) بہ دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ وکرت ثانی در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادۂ تلاش معاش جادۂ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہماپوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاہی لوازم قدرشناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاہ بمنصبی شایستہ و جاگیر جیدہ از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشامی کند ے

مرا از جناب خلافت عطا شد — ز روی کرم خدمت عیش افزا
خرد گفت تاریخ تفویض خدمت — وقائع نگاری گجرات زیبا

بعد حصول خدمت از دکن محمل سفر بخطۂ بلگرام بربست و از انجا متوجہ گجرات شد و غرۂ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ و قریب چہار سال ہر دو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام داد

و در سنه ست عشر و مأته و الف (۱۱۱۶) عزل در میان آمد آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور بمحروسهٔ بلگرام تشریف آورد۔

میرزا یار علی بیگ غائبانه نقش قدردانی زد و هم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بهکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کرده همراه قاصد اجیر روانه بلگرام ساخت آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سنده بخرامش در آورد و بیست و چهارم رجب سنه سبعه عشر و مأته و الف (۱۱۱۷) سواد بهکر را از پرتو قدوم برافروخت۔ و سالها خدمات را به دیانت و امانت پرداخت و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاهزادها و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقه بی آنکه از بهکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در هر عصر سند استقلال خدمت روانه ساختند تا آنکه در عهد محمد فرخ سیر پادشاه از نیرنگهای قدرت الهی در پرگنهٔ جنوبی از اعمال بهکر ریزهای نبات بقدر ژالهٔ خورد از ابر بارید۔ و به نزول این حلاوه غیبی کام و زبان عالمی شیرین گردید آنجناب درین سانحهٔ غریب رباعی انشا کرده در فرد وقائع معروض بارگاه خلافت داشت که ؎

فرخ سیر آن شهنشه با برکات | چرخ از ادب اوشده شیرین حرکات
در سند زمین عهد عشرت مهدش | بارید سحاب ریزهٔ قند و نبات

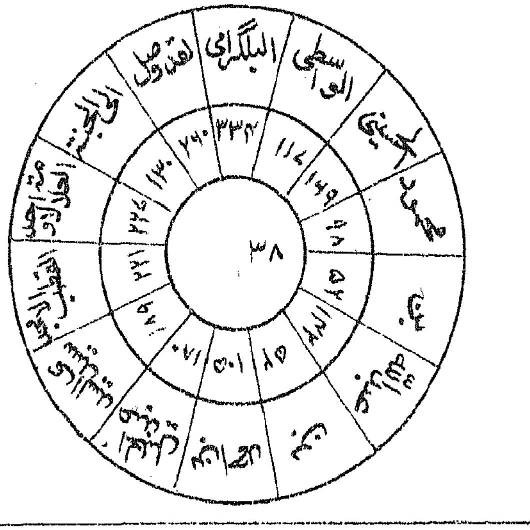
میر جمله سمرقندی که دران زمان رانق و فاتق مهمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی باو تعلق داشت۔ و آخر صدر الصدور جمیع ممالک هندوستان شد بمجرد ملاحظه فرد وقائع بی آنکه حکم به تحقیق کند حمل بر خلاف واقع نموده در اوائل سنه ست و عشرین و مأته و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت۔ آن جناب درهمین سال از بهکر

جانب دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و خدمات بوساطت امیر الامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بھکری را نیابت مقرر فرمود و در سنہ اثنتین و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۲) بعد شانزدہ سال بلگرام را از مقدم گرامی مستسعد ساخت و یک سال توقف کردہ بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد تشریف برد۔

ولادت باسعادت سیزدہم شوال سنہ احدی و سبعین و الف (۱۰۷۱) است وانتقال شب شنبہ بیست و سیوم شہر ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۸) در شاہجہان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیۃ بدار السلام بلگرام نقل کردہ روز جمعہ اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمہ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ (۱۱۳۸) تاریخ یافتہ در تفسیر بیضاوی گوید:۔ "اَلْحُسْنٰی الْجَنَّۃُ وَالزِّیَادَۃُ ھُوَ اللِّقَآءُ" و نیز دائرۂ تاریخی بہ پرکار فکر کشیدہ و تواریخ لا تعد و لا تحصی بمرکز نشاندہ۔

دائرہ این است۔



طریق استخراج تاریخ ازین دائره این است که از خانهاے چهارده گانه هر خانه
را که خواهند مبدء قرار دهند۔ و بهر عددی که بخاطر برسد شمار نمایند سوای واحد و
چهارده و اضعافش و اول با آخرین۔ و بهر خانه که شمار تمام شود عددش بگیرند۔
پس عددی که بدان شمار مقرر شده اگر فرد باشد، باز خانهٔ منتهی را مبدء گردانیده تعداد
نمایند مَرَّةً بَعْدَ اُخْریٰ وَ دَوْرَةً فَدَوْرَةً تا آنکه منتهی مبدء اصل گردد۔ آنکنون مقدار
عددش بگیرند که مجموع اعداد حاصله تاریخ شود۔ و اگر زوج باشد خانهٔ مابعد منتهی
را مبدء گردانند۔ وهمین نمط شمار منجر شود تا آنکه منتهی خانه ماقبل مبدء اصل گردد۔
پس بدستور مجموع اعداد حاصله تاریخ شود۔

مخفی نماند که مراد از اضعاف در اعداد مستثنےٰ مثلین و سه مثل فصاعداً باشد۔
و اطلاق ضعف از روی لغت بر سه مثل فصاعداً آمده است بر خلاف مصطلح علماء حساب
فِی الْقَامُوْسِ :۔ اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ اَلْمِثْلُ اِلیٰ مَا زَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُهٗ
یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْهِ وَ ثَلٰثَةَ اَمْثَالِهٖ لِاَنَّهٗ زِیَادَةٌ غَیْرُ مَحْصُوْصَةٍ ؏

حالا خامهٔ زبان آور فضائلی که تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید۔ و لذت
جویان معانی را حظوظ روحانی می افزاید۔

میر محمد مراد متخلص به لائق جونپوری که در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا
صائب پیاده از هند به صفاهان رفت۔ و روزگارے بخدمت میرزا بسر برده به
هند برگشت۔ و از پیشگاه خلد مکان مدتی به سوانح نگاری دار السلطنت لاهور
سرافرازی داشت با علامهٔ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارهٔ ایشان خمسه در سلک نظم
کشید۔ چهار کتاب از خمسهٔ او بنظر راقم الحروف رسیده۔ در خاتمه مثنوی مقابل "مخزن
اسرار" تصریح بتکلیف علامهٔ مرحوم می کند و زبان به ستایش والا می کشاید که ؎

راقم این نامهٔ معنی سواد　　محو سخن بنده محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر　　داشت سری گرم ز سودای فکر
یافته از قید تعلق خلاص　　خامه بکف منتظرِ فیض خاص
از درم القصه در آمد درون　　اهل سخن را به سخن رهنمون
نشئهٔ سرجوش خمستانِ هوش　　از پی تحقیق سخن چشم و گوش
صورت از و گشته بمعنی دلیل　　سید علامهٔ عبد الجلیل
کرده بموزونی طبع سلیم　　طالب خویشم چو کلام کلیم
می دهد از لفظ بمعنی پیام　　زود تر از نکهت گل با مشام
می برد از طرز بمطلب سراغ　　گرم تر از نشئهٔ می با دماغ
دید که فکرِ سخنم پیشه است　　دل گروِ صورت اندیشه است
گفت سخن ساده و پرکار به　　تاب کشِ سُبحه و زُنّار به
بس بود از بهر سخنور گوا　　معنیِ بیگانهٔ لفظ آشنا
گفتن او فکر مرا تازه کرد　　روی سخن را بنفس غازه کرد
شد ز پری خانهٔ دل جلوه گر　　خیل معانی زپیِ یکدگر
جرعه کشِ بزم اویسی شدم　　پنجهٔ در خمسه نویسی شدم
خامه بتحریر گرو ساختم　　نقش دلاویز به پرداختم
از مددِ باطنیِ گنجوی　　طرز سخن یافت ز فکرم نوی

وناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفته وگوهر حق سفته ؎

چون تو کجاست شاهی بقلمروِ معانی　　نبود هیچکس نماند تو به هیچکس نمانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند که تا در یتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان برخود بالیده - شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتها می گذشت که مصراعی موزون نمی کرد - و هرگاه تقریبی رو می داد پری زادان معانی را باندک توجّه

تسخیر می نمود- طبع معنی آفرین ہمین معنی دارد- و برہانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد- و در اصل توجہ فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود- و الا شاعری را دون مرتبہ خود می شناخت- و درین باب جرسی می جنبانند ؎

مقصود من تفنن طبع است از سخن ورنہ سزای رتبۂ من نیست شاعری

آنجناب از ہفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذہ را سخت تاکید می کرد کہ زبان را از ہفوات محفوظ دارند- سیما نسبت بہ انبیا صَلَوٰاتُ اللہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف و طعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ و ہرجا ہفوتی از شاعری بنظر می آمد- آیۂ خاتمۂ سورۂ شعرا بر زبان می آورد کہ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ-

و فقیر التزام کردہ ام کہ درین صحیفہ ہفوات شاعری بر زبان قلم نیاید- و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طرازی" و بعدہ بنا بر آنکہ سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد- اما اکثر اسم شریف خود می آورد-

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و ہندی داد فصاحت می داد- غزل کم گفتہ و از دیگر اقسام سخن جواہر آبدار بہ الماس اندیشہ سفتہ- و لاشک سلیقۂ صاحب طبعان مختلف اُفتادہ شخصی واحد را مشاہدہ می کنیم کہ بسر انجام نوعی از شعر خوب می پردازد و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد-

عرفی شیرازی قصیدہ را بپایۂ اعلیٰ رساند اما غیر قصیدہ را طرزے کہ باید بر کرسی نہ نشاند-

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی دادہ اما در غیر غزل قدم پیش ننہادہ- اینجا کمال قدرت الٰہی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود کہ این کس ہیچ ندارد و

اینچه بردل وارد می سازند برزبان می آرد۔

ملاقات میر عبدالجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔

خود با فقیر نقل کرد که صحبت خوب بر آمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسہ اتفاق اُفتاد۔ در آن ایام ناصر علی قصیدۂ لامیہ تازہ گفتہ بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست و گریز بہ نعت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلعش این است ؎

گداخت بسکہ ہوای تموز مغز خیال — شرر ز سنگ بر آید بصورت تبخال

تمام قصیدہ برخواند و استفسار کرد کہ بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیدہ خوب است باز بجد شد کہ اگر بیتی پسند اُفتادہ باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ بمجرد استماع این کلمہ تغیری در چہرہ ظاہر شد۔ دریافتم۔ گفتم این ہمہ جواہر ریزہا ست و در مرتبۂ جوہر ہمہ مساوی۔ اما آگاہ می شود کہ آبداری یکی ممتاز می اُفتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید کہ کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

زبسکہ نم بزمین نارسیدہ مے سوزد — چو شمع بر سر شاخ است ریشہای نہال

ناصر علی تحسین کرد کہ فی الواقع من ہم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود کہ در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است کہ در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ — فضای شش جہت بر شوخیش تنگ

میر عبدالجلیل فرمود کہ لقب پادشاہ محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔ ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود کہ درہمین مثنوی جاسے در مدح اسپ گفتہ اید کہ ؎

بفکر لامکان سیرش ہم آہنگ — فضای نہ فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاہ و مدح اسپ بریک وتیرہ واقع شدہ وشوخی نسبت بہ پادشاہ ملایمت ندارد۔ ناصر علی بیت را از مثنوی برآورد۔ و در اکثر نسخہا نیست اما دریک نسخۂ کہنہ بیت مذکور بعینہ بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ و در نسخۂ دیگر بتغیر مصراع چنین دیدہ شدہ

شہنشاہِ جہانِ ہوش و فرہنگ   محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود کہ در سفر دکن خدمتہا کردہ و شرائط وفا بجا آوردہ ہنگامی کہ در لشکر خلد مکان وبا اُفتاد۔ و عالمی بتاراج فنا رفت۔ پیمانہ او ہم لبریز گردید۔ میر در مرثیۂ او مثنوی پرسوزی بنظم آوردہ و با ناصر علی ذکر مثنوی مسطور در میان آمدہ مطلعش این است ؎

بیا ای خامۂ ماتم روایت   پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصر علی بسیار محظوظ شد و نسخۂ استدعا نمود۔ آنجناب نسخہ ارسال نمود۔ ناصر علی درجواب این بیت بدیہہ بر شقۂ کاغذ زر افشان نوشتہ فرستاد۔ و راقم الحروف آن را مشاہدہ کرد ؎

ندانم تا چہا از دست ایوب تو می آید   کہ بوی خونِ مظلومان ز مکتوبت می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسے خواند کہ ع

"روز سوار شب کند اسپ چراغ پا"

وگفت کسی نمے تواند کہ پیش مصرع بہم رساند۔ علامۂ مرحوم فی البدیہ انشا کرد ؎

غرۂ مشو کہ ابلق ایام رام تست   روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سرزد و گفت حق این است کہ مصرع شریف بہ از پیش مصراع میرزا واقع شدہ۔ میرزا چنین گفتہ است ؎

با طبع سرکش این ہمہ ریخ و فا مبر   روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

مہارت آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبہ نہایت بود۔ میر نور اللہ احراری

درشرح قول شیخ سعدی کہ ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

نوشتہ کہ لایَسْلَمُ فصیح تراز لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چہ درنسخۂ لیس مصرع زیادہ میشود انتہی

آنجناب برین قول حاشیہ تحریر نمودہ۔ دریجا کلام شریف بجنسہ نقل کردہ می شود:۔

"مخفی نماند کہ این بیت بروزن دوم از اوزان ثلثہ بحرطویل است کہ عروض وضرب آن مقبوض

"می آید وتقطیع مصراع ثانی کہ مناط گفتگوست وموزون بہ آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین

"است فمن سو فعولن۔ ءظنن نلمد مفاعیلن دعی لی فعولن سن یسلمو مفاعلن۔ وچون تقطیع

"مذکور معلوم گردید ظاہر شد کہ واجب ومتعین است کہ نسخہ لیس یسلم باشد نہ لایسلم چنانچہ

"میر گمان بردہ۔ چہ حرف لام ویا از حرف لیس در تقطیع بالفظ دعی مرکب شدہ بروزن فعولن خواہ

"شد۔ وسین کلمہ لیس بالفظ یسلم منضم گشتہ بروزن مفاعلن خواہد گردید کہ ضرب مقبوض است۔

"ودرصورتیکہ نسخہ لایسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ دعی مرکب شدہ فعولن خواہد شد

"ویسلم بروزن فاعلن خواہد ماند۔ وفاعلن درضرب بحر طویل نمی آید چنانچہ بر متتبع عروض پیدا

"ست چہ ضرب بحر طویل تام سے باشد یا مقبوض یا محذوف۔۔ وفاعلن ازین ہرسہ قسم خارج است

"پس آنچہ میر نوشتہ کہ از نسخہ لیس مصرع زیادہ می شود موافق میزان طبع میر است نہ موافق میزان

"عروض طرفہ آنکہ مصراع درصورتیکہ لایسلم باشد کم می شود۔

"وچہ مناسب این مقام است بیتی کہ خلیل بن احمد واضع فن عروض درمثال وزن دوم بحر

"طویل آوردہ ؎

"سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاھِلاً وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدٖ[1]

"وعبارت میر کہ لایسلم فصیح تراز لیس یسلم می نماید چہ درنسخۂ لیس مصراع زیادہ می شود انتہی

"محل تامل است زیرا کہ منطوق عبارت دلالت دارد برین کہ زیادت مصراع منافی فصاحت است

---

[1] سبعہ معلقہ

"ووزن عروضی را وجوداً وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی ہست وحال آنکہ ہیچ یکی از علماء معانی
"این معنی را در فصاحت کلمہ وکلام وعدم آن اعتبار نکردہ۔ برفرض تنزل مقتضای عبارت میر
"آنست کہ بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد وحال آنکہ لفظ فصیح تر کہ برای تفضیل است
"دال است برین کہ نسخۂ لیس لیسلمہ ہم فصیح است پس فصاحت این نسخہ با زیادت وزن
"باعتقاد میر چہ قسم جمع می تواند شد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ھَفَوَاتِیْ وَاعْفُ عَنْ سَنَا کَارَتِیْ
"اِنْتَھیٰ کَلَامُہٗ

از عہد خلد مکان تا عصر محمد شاہ پادشاہ جمیع امراء عظام اعزاز و اکرام میر بجا می آوردند و تشنۂ صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان کہ با ایشان الفتی خاص داشت۔ و اکثر در مجالس خود برملا می گفت کہ میر عبد الجلیل درین عصر نظیر ندارند و لوازم احترام فوق الحد بتقدیم می رسانند لہذا آنجناب از تہِ دل بمدحت او پرداختہ و نام او را زندۂ جاوید ساختہ

و آنجناب با امیر خسرو علیہ الرحمہ تشابہ تمام دارد۔ و خود در مثنوی می فرماید ؎

اگرچہ میر خسرو بود استاد ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکرِ دور دو پرواز دارد نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواعِ سخن شور جہان است بقدرت خسروِ صاحبقران است
ولی من ہم ازین گلدستۂ نو درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از ہر نمط دلخواہ دارم امید تربیت از شاہ دارم

تشابہ ایشان با امیر خسرو ہم از راہ جامعیت علم و عمل و ہم از جہت مصاحبت ارباب دول۔ چہ امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دہلی بسر بردہ و ہفت پادشاہ را خدمت کرد۔ طرفہ آنکہ علامۂ مرحوم ہم بلوازم خدمت ہفت پادشاہ دہلی از سلاطین تیموریہ پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاہ عالم و محمد معز الدین (جہاندار شاہ)

و محمد فرخ سیر[4] و رفیع الدرجات[5] و شاهجهان ثانی[6] و محمد شاه[7] رحمهم الله تعالی

اما رفیع الدرجات و شاهجهان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند و از غارتگر اجل فرصت نیافتند. قصیدهٔ میمیهٔ میر که عنقریب می آید بنام شاهجهان ثانی است

اشعار میر اگرچه در مدائح واقع شده اما مدة العمر صلهٔ شعر از احدی نگرفت الا یکبار وقتیکه این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گذرانید ؎

کسری که بعدل بود عالم پرور   بی جرم آویخت پای زنجیر ز در
ذاتت ز کمال عدل تجویز نکرد   آویختن سلسلهٔ درهم در کشور

سلطان چهار خریطه از طلای مسکوک و کن که آن راهون نامند بدست شهزاده کام بخش داد. شاهزاده بدست مخلص خان میربخشی داد. مخلص خان به میر رسانید. و این یکبار صله گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای اشکال تشابه با امیر باشد چه امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچه از تتبع تصانیف امیر واضح می شود

سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزه کتاب "نه سپهر" زر برابر وزن جثهٔ فیل تسلیم نمود. امیر در ان کتاب تصریح می نماید و از زبان سلطان قطب الدین می فرماید ؎

بتاریخ همچون من اسکندری   کند هر که آرایش دفتری
ز گنج گرانمایهٔ بی شمار   دهم بار پیلش نه آن پیلبار
مرا خود درین ره پدر شد دلیل   که می داد زر هم ترازوی فیل
شناسد کسی کش خرد رهنمون   که از پیلبار است وزنش فزون
چو میراث شد پیل زر دادنم   نه زیباست زین سهل تر دادنم
شها گنج بخشا کرم گسترا   معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت
همه پیش شاهان والا گذشت

بسی بندگی کردم از عون بخت
کمر بسته در خدمت چار تخت

ز شاهان کسی کا دلم کرد یاد
معز الدنا بود شه کیقباد

ازان پس ز فیروزه چرخ بلند
شدم پیش فیروز شاه ارجمند

ازان پس که در شه ستائی شدم
تونگر ز گنج علائی شدم

شد اکنون که اقبال همدم مرا
نوازنده شد قطب عالم مرا

چنین بخششی کز توجهم یافتم
در ایام پیشینه کم یافتم

کنون لا بد از سحر سنج زمن
باندازۂ بخشش آید سخن

جرائد کزین پیش پرداختم
چو این نامۂ خاص کم ساختم

مخفی نماند که مراد از معز الدنا معز الدنیا است برای ضرورت شعر ونا در آورد وآن جمع دنیاست ومراد از فیروزشاه سلطان جلال الدین خلجی باشد چه نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلۂ مطلب اصلی می جنبانم - در عنفوان شباب "امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دار السلام بلگرام فرموده - ودرین مثنوی اکثر قواعد موسیقی هندی ضبط نموده باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق را مزکف مے سازم ؎

آب وگل من که فیض عام است
از خطۂ پاک بلگرام است

سبحان الله چه بلگرامی
کوثر می وآفتاب جامی

خاکش گل نوبهار عشق است
آبش می بی خمار عشق است

از عشق سرشته ایزد پاک
از روز ازل خمیر این خاک

هر لاله کزین دیار روید
تخم دل داغدار روید

هر گل که دمیده است زین خاک
خونین جگریست پیرهن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار	منصور بر آمد است بردار
گل با سنبل بهم دران خاک	آویخته بسملی بفتراک
خورشید ازان بهار نیرنگ	پژمرده گلیست باخته رنگ
سنبل بچمن بود بصد ناز	زنگی بچهٔ کمند انداز
از فیض هوای آن گلستان	سرسبز شود نفس چو ریحان
زآتشکده سبزه می زند جوش	همچون خط یار از بنا گوش
تا شد چمنش بدیده محسوس	شد پردهٔ چشم بال طاؤس
تابستانش که عیش باراست	چون گرمی عشق سازگار است
گرمی آنجاست مایهٔ زیست	گوئی که حرارت غریزیست
سرما چو دران مقام آید	عنقای هوا بدام آید
هر دود که از جگر کند گل	افسرده شود چو شاخ سنبل
چون موسم برشکال آید	حسنش بحد کمال آید
جولان سحاب شوخ طناز	چون خیل پری بود به پرواز
درویش هوا بسی نفس سوخت	تا خرقه رقعه رقعهٔ دوخت
وز نشئهٔ ذکر جهر شد مست	تسبیح هزار دانه در دست
شاهنشه یکه تاز برسات	ساغر کش نشئهٔ مباهات
نقّاره نواز حشمت خویش	مشکین علم سحاب در پیش
از برق نموده تیغ خون ریز	وز ابر سیه سپر دلاویز
ترکش ز تقاطر بهارین	وز قوس قزح کمان رنگین
تا روی زمین بدست آرد	بر فوج خزان شکست آرد
باریدن ریزه ریزه باران	کرده ورق نشاط افشان

نقشی است ازین بهار مرغوب ظلّ ممدود ماء مسکوب
هر سو صنمی کرشمه پرداز از نوکِ نگه جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل سرمست نگاه پر تغافل
تا در تتق حیا نشسته حق از مژه بر نگاه بسته
صفهای مژه بترکتازی مشغول نبرد نیزه بازی
قدی و نهال جلوه نوخیز جسنے و بهار غمزه گل ریز
از چینِ جبینِ ناز نخچیر در پای نگاه بسته زنجیر
از وا شدنِ گل تبسّم در خونِ شفق طپیده انجم
از سینهٔ شان که خوش بهار است پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفته در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاه با دُختر راجه اجیت سنگه راتهور که در سنه سبع وعشرین ومأته والف (۱۱۲۷) واقع شد-جولان فکر عالی ازین مثنوی هویدا است خصوص در مقامی که اسماء پردهای هندی در ضمن الفاظ فارسی آورده- وبے تصنع سحر حلال بکار برده- این چند بیت ازان مقام است ؎

چو صید دل نماید حُسن آهنگ پرد از چهرهٔ هر پار سارنگ
دران محفل کجا بر گوش می زد نوای کان نه راه هوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند پی این نغمه از حسرت هلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و تر زد که از بر بطِ بهار عیش سر زد
شگفتنهای دل در دستِ تار است که آن را نغمهٔ گل دیس کار است
نوای نغمه گرم دلبری بود بنظم گوهری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سرهی زد از تار که کرد سینها را صحن گلزار
اگرچه زهره دارد خوش نوائی بدانی حال او این سوگرائی

مثل این نغمه را دانش نمی زد | بر و صد چوب لاوالله نی زد
زبس مدهوش شد زین نغمه شیا | ندارد از آن که یارای رفتار
نوا گوید قوام ساحری ام | پی تقویم چون من پت جری ام
نوای نغمه بود از نقصها پاک | نباشد در نگار جور دبیس آک
چنان در نغمه باشد دل پذیری | که از افسون ترنم دیو گیری
لب هر ساز این معنی ادا کرد | که جشن شاه کام ما روا کرد
به الفت همدگر را داده یاری | نوا و ساز از صحبت براری
چنان از نغمه دل بر بیتمی زد | که بی اهمال کوس خرمی زد
کسی کو زین ترنم قوت جان کرد | ز شادی یک نیاز مطربان کرد
باستیفاء لذات ترانه | ترا کافی ست این جشن شهانه
جهان شد زنده ز آهنگ تبیره | که از بر خاست موج جان و تیره
چو منقار ازی آن جشن تر کرد | ره احسن گرا بر نغمه سر کرد
اگر وهلی نماید فخر شاید | نوای زین به آگره کی سراید
بود در گلشن گل ریز هر لب | سرود خارکن یابیت در آن شب

حواشی ابیات

وتر بفتحتین تار ساز دبیس بکسر دال مهمله و یای مجهول بمعنی مانند پیگو (پیغو) نام ملکی است که جواهر آبدار را بدو نسبت دهند - اسدی گوید ع
"ز یاقوت سیصد گهر پیگوئی"
اله بفتحتین سر گشته شدن پت اهار که بر کاغذ و جامه دهند و تقویم از و حاصل آید
آک بالمد عیب پک بفتح باء فارسی اسبا نجاته تبیره دهل و نقاره گرا بالفتح مرغ جاری

ل۵ فرهنگ رشیدی جلد اول صفحه ۱۸۹ مطبوعه کلکته -

هر چند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که حباری هم از می این جشن منقار تر کرده در نواسنجی در آمد خارکن نام شخصی که نوای خارکن باو منسوب است بابیت شب کننده مشتق از بیتوتت ـ

واسماء پرده‌های فارسی دوازده مقام و بیست و چهار شعبه و شش آوازه و سی لحن بار بدنیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظهٔ معنی اسمے معانی ابیات تمام است چند بیت بر سبیل استشهاد آورده می شود ؎

ولت گر بر مقام عیش شید است زنار ساز راه راست پید است
کند هر پرده از عشرت فزائی چو معشوق مرقع دلربائی
باین لذت چو زاهد آشنا شد نماز پنج گاه از وی قضا شد
مغنی نغمهٔ چون باده انگیخت بجام باده کحل اصفهان ریخت
بهار نغمه چون در دل دهی شد نی از فیض نوا سر و سهی شد
ز مطرب هر نوا دُرّ ثمین است بمعنی گنج باد آورد این است

و فائده آوردن اسماء نغمات هندی و فارسی به کیفیت مشهود در خاتمهٔ داستان نغمه بیان می نماید و می فرماید ؎

جگر چون دانهٔ یاقوت سفتم که نام پرده‌ها در پرده گفتم
که تا هر سامعی کز نارسائی بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گر ز حسن صنعت آگاه ز حسن نظم گیرد حظ دلخواه
مغل با راگ هندی آشنا نیست بجز فرس هندی را شنا نیست
اگر آن این و گر این آن نداند بنظم من ز معنی در نماند
درین دریا شناسی ما به بیند تلاش دست و پای ما به بیند

(ایضاً از آن مثنوی)

در وصف طائفۂ رقاصان

گروهی از صباحت غازه بر رو　　گروهی از ملاحت سبزۂ جو
یکی از تاب حُسنِ صندلی رنگ　　صدای شوق افزودی به نیرنگ
یکی از فیضِ رنگِ زعفرانی　　بهارِ دیده کرده ارغوانی
یکی بُرده ز رنگِ سرمئی هوش　　بعشقِ ناله زن گفتے کہ خاموش
گره زن گشته بر شوخ پری زاد　　ز کاکل بر دل و از نغمه بر باد
رخی بر هم زنِ هنگامۂ گُل　　نگاهی قبلۂ کیفیتِ مُل
ز موجِ جنبشِ ابروی ایشان　　فتاده کشتیِ دلها به طوفان
به ابرو کرده جا دلهای عشاق　　تو گوئی شیشها چیدند در طاق
ادای گردشِ چشمِ فسون ساز　　بچرخ آورده دلهای نظر باز
بسوی گردشِ چشم آرد آهنگ　　تماشائی بیالِ گردشِ رنگ
نگه دزدِ دلِ هر مستمند است　　ز خطِّ سرمه در دستش کمند است
بگردِ چشمِ مستِ سحر پروانه　　نه پُر گرد بیده مژگانِ فسون سا
که تا بسمل کند دلهای خسته　　کرشمه آستین را بر شکسته
بود کاکل باین معنی مُباهی　　که رنگے نیست بالاے سیاهی
میانِ زلف لعل گوشواره　　بهارِ عشقِ پیچان کن نظاره
کنارے مون لٹبین لٹکتا سو کوندین　　گھٹا ہے دامنی ہے اور بُوندین
ز مروارید بینی گاه دیدن　　چو قطره دل همیای چکیدن
دران بینی نه مروارید و یاقوت　　نگاهے عالمے را کرده مبهوت
سرشکِ قطرهٔ خونِ دلِ ماست　　که سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست
دهن سرچشمۂ گوهر فشانی　　تبسّم موجِ آبِ زندگانی

تبسّم را ز برق آخر چه فرق است	که هر دندان بمعنی تخم برق است
مسی زیر لبِ اطرافِ دندان	تو گوئی ظلمت است و آب حیوان
تبسّم در مسی دارد بهارے	چو شمشیری که رخشد در غباری
ترنّم از لبِ شان می کند گل	ز برگِ گل شنو آهنگِ بلبل
لب از رنگِ لطافت چهره افروز	شفق کرد است گل از صبح نوروز
بگردابِ زنخ مائل جهانی	چو بر چاهی هجوم کاروانی
چنان سیب از زنخ حسرت نورد است	که از فرطِ خجالت سرخ و زرد است
بود گوش از صفا بالای گردن	بلورین قیف بر مینای گردن
دو ترکِ چشم ساغر بر کفِ دست	چنان گشتند از صهبا سیه مست
که هر دو گوش نزدِ صاحب دید	دو ساغر از دو دستِ هر دو غلطید
گلوبندی ندی چون بر نظر زد	خطوطِ آفتاب از صبح سر زد
دو چشم و سینه را باهم بهاری است	چو بیماری که در پیشش اناری است
نموده موج رنگِ پان ز سینه	برنگِ موج می از آبگینه
خمِ چوری بغایت دل پسند است	بصیدِ هوشها چینِ کمند است
سیه چوری بود چون تارِ سنبل	که پیچیدند بر گلدستهٔ گل
ز انگشتان مپرس و خونِ بسمل	که ناخن می زند این حرف بر دل
در انگشتان نگین را فتنه کار است	همانا اختر دنباله دار است
نگین در دست گرم دلبری بود	بهم کفُّ الخضیب و مشتری بود
سرین کوهی نهان در جوش گلشن	دلیلِ آن کمر و انگاه دامن
نظرها در سرین مشغوفِ دیدار	چو مفلس در طلای دست افشار
نگارین پای زیبِ ساق دلجو	سهی سروی دمیده بر لبِ جو

قدم در رقص زان رو بیقرار است
که بر دلهای گرم او را گذار است

برنگ شمع زانها قد کشیدن
برنگ قطره از دلها چکیدن

کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب
چو موئے کو فتد در جوش گرداب

بهنگام اشارت چشم و ابرو
کف دست و سر انگشتان و بازو

بنطق آیند در تصویر ایما
قیامت می نماید نطق اعضا

زمین از رقص شان گلزار چین شد
هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبح سعادت
مصفا چون دل اهل عبادت

هزاران شمع هر سو جلوه گر شد
تجلی پرور نور نظر شد

زده هر شمع بر سر طرهٔ زر
ز مروارید غلطان جامه در بر

درین شب شمعها را خوش ظهور است
سراسر بزم سر دستان نور است

صف فانوسها چون گنبد نور
بانواع تجلی گشته معمور

ز هر فانوس بیند چشم انصاف
دل نورانی از پیراهن صاف

بفانوس خیالی دیده مانوس
نظر در سیر رنگ بال طاؤس

شعاع مشعل تابان دل افروز
برنگ پرتو حسن گلو سوز

چراغان صف زده چون شانهٔ زر
که در هم داشت شب زلف معنبر

چراغان جمله تن گشته دهانها
فتیله پای تا سر شد زبانها

دعا کردند بهر شاه چون من
که شمع سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

هوائی عزم سیر آسمان کرد
بهر جانب جریب زر روان کرد

پی تعلیم حرف روشنائی
فلک شد صفحهٔ حرف هوائی

زجوش نور مهتاب و ستاره / هوا شد چرخ دیگر در نظاره

شجرها از طلای صاف کردند / پرند شب مشجر باف کردند

زچرخی شد عیان بر عام و بر خاص / که خورشید اندرین شب گشته رقاص

چنان در دود طالع شد ستاره / که در گیسوی شعاع گوشواره

بنفشه تختهای شعله افروز / سر شب را گرفته در بغل روز

نمودی روشنی از جام مهتاب / چو در بوته گداز نقرهٔ ناب

در صفت سقایان

زسقایان گوهر پاش درگاه / گروهی پیش پیش موکب شاه

عرق ریزاز جبین خوش تلاشی / برنگ ابر گرم آب پاشی

قدم زن پای هر یک برنگ ابر / دوال مشک هر یک چون رگ ابر

بگردراه مشک شان جدل داشت / که هر یک موج دریا در بغل داشت

چو گرد از آب پاشی شست و شو یافت / زمین هم زین عروسی آبرو یافت

بگیتی محو شد بر وجه دلخواه / غبار از خاطر و گرد از سر راه

مخفی نماند که این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت و چون پادشاه عنقریب سریر آرای ملک جاودانی شد - آنجناب دل به تبییض مسودهٔ مثنوی نداده متوجه عالم قدس گردید - بعد رحلت ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد به بیاض برد و ابیات مشکل را حسب الطاقة حل کرده حواشی بقلم آورد - و درین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد که خالی از فوائد نیست -

در مدح پادشاه ع

وَاِنْ فَاقَ الْوَرٰی فِی الْجِنْسِ وَفَضْلِ / فَاِنَّ اللّٰهَ بَعْضُ الْقَطْرِ فِی الْاَصْلِ

ان شرطیه است و جزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است که اگر فائق شد

پادشاه خلق را در جنس وفصل ماہیت انسانی باک نیست پس بدرستیکہ مروارید بعضی از قطرہاست دراصل حال آنکہ فائق است از دیگر قطرہا۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است کہ در مدح سیف الدولہ ممدوح خود گفتہ [1]؎

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ فِیْهِمْ فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب بہ ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکہ تو از ایشانی پس باک نیست زیرا کہ مشک بعضی از خون غزال است حال آنکہ فائق است۔

بر وقت شناسان ہویدا است کہ تشبیہ لاحق از سابق پاکیزہ واقع شد۔

ایضاً در مدح پادشاه ؎

مثل از دانشش اوگر کند گوش فلاطون از مُثُل سازد فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ ومُثُل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی [1] مراد می شود عالم مثال کہ متوسط است درمیان عالم غیب وعالم شہادت وگاہی [2] مراد می شود صور علمیہ الٰہیہ کہ قائم بذوات خود اند نہ بذات خداوند تعالے شانہ وگاہی [3] مراد مے شود جواہر مجردہ کہ آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از مادہ ازلی وابدی کہ افاضہ کمالات جمیع افراد آن نوع وابستۂ اوست۔ و آن را بلسان شرع ملک البحار وملک الجبال وجز آن خوانند

این معانی از حاشیۂ میرزاہد بر امور عامہ شرح مواقف وکتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاه ؎

سپاہش چون عروضی وقت تصریع کند روشن بر اعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشہور است عروضی منسوب بآن وتصریع در لغت افگندن

[1] دیوان متنبی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۵۷ھ

و در اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوفُنَا" معنی آن درخشیدند شمشیرهای ما۔

در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان   اگر می دید خنساء سخندان

نمی کردی بشعر خویشتن فخر   بآن نار و علم دربارهٔ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشهور از قصیدهٔ خنسا بفتح خاء معجمه و نون و سین مهمله یکی از مشاهیر نساء سخن طراز عرب که در مرثیهٔ برادر خود صخر نامی گفته که ؎

وَاِنَّ صَخْراً لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ   كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِهٖ نَارٗ

یعنی بدرستی که صخر هر آینه اقتدا می کنند راه نمایان باو۔ گویا صخر کوهی است که بر سر آتش داشته باشد۔ چه کوه که در راهنمونی هویدا است خصوص در حالی که بالای آن آتش افروخته باشند۔

و درینجا مراد آن ست که اگر خنسا خط سرخ پیشانی فیل می دید به تشبیه کوه و آتش فخر نمی کرد۔

در صفت اسپان

چو گام شان به تندی آشنا شد   بهر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمة الابرش پادشاه یمن۔ گویند هرگاه جذیمه در بلاد روم رفت در وغا کشته شد قصیر که وزیر جذیمه بود بر آن اسپ سوار شد۔ اسپ بلاد بیزیر بسری میل خود را رساند و در انجا بول کرد۔ و در ان موضع برجی بنا کردند و برج العصا نام گزاشتند[۵۲] کذا فی المحاضرات للراغب الصفاهانی۔

---

[۵۱] کامل مبرد صفحه ۲۵۶ مطبوعه یورپ۔ [۵۲] (ملاحظه هو صفحه ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوب شان تعجب آفرین است — مثال طفرۂ نظّام این است

طفره در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید ظاء معجمہ عالم معتزلی مشہور قائل مسئلۂ طفرہ - و مراد نظّام از طفرہ این است کہ متحرک مسافت را طی کند بروجہی کہ از مکانی بمکانی بجہد و مسافت میانہ را اصلا محاذی نگردد -

معنی بیت آنکہ اسپان از بس سرعت برین روش مسافت طے می کنند و مثال طفرۂ نظام کہ محال است بوجود ے آرند -

در سنہ احدی وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۱) نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان کہ در قلعہ آگرہ محبوس بود واقعہ طلبان او را برآوردہ بر تخت نشاندند - امیر الامرا سید حسین علی خان بالشکر جرار از دہلی بہ آگرہ رسید و قلعہ را بعد محاصرہ مفتوح ساخت - میر عبد الجلیل قصیدۂ غرائی در تہنیت انشا کرد - نواب پنج ہزار روپیہ و اسپ و خلعت صلہ می داد - علامۂ مرحوم بر وفق ضابطۂ خود سر بقبول فرو دنیاورد قصیدہ این است ؎

مژدہ ای دوستان کہ در عالم — نقد شد نسیۂ بہار ارم

نونہال طرب ببار آمد — گل فشان گشت خاطر خرم

دل خوشی نشۂ رسا بخشید — بہ گل و سبزہ و بہار قسم

باغ از بس شگفتگی پر کرد — ساغر گل ز بادۂ شبنم

ابر دامن کشان خرامان است — برق رقصان و رعد گرم نغم

نوبہار از برای رسم نثار — ہر طرف از شگوفہ ریخت درم

کہ امیر سر آمد امرا — کرد تسخیر قلعۂ اعظم

(بقیہ حاشیہ) ابن اثیر جلد اول صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ یورپ و محاضرات راغب جلد دوم صفحہ ۳۷۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهب عظمی است | بر زبان واجب است ذکر نعم
پسر اکبر آنکه در افواه | یافت نیکو سیر بعکس علم
بود در حصن آگره محبوس | همچو مفهوم ممتنع بعدم
داشت عیشی و کنج عافیتی | خاطر آسوده تر ز صید حرم
ناگهان نفس شوم راهش زد | خفیه آمیخت در طعامش سم
دید اسباب بغی آماده | اشتها صاف و لقمه پر ز دسم
زر بسیار و زمرهٔ اوباش | اکبر آباد قلعهٔ محکم
ابروی فتنه زه نمود کمان | زلف آشوب گشت خم در خم
از پدر داشت ارث بغی از آن | فتنه انگیخت در کمال عظم
کرد پرویزنی ز چتر به سر | بیخت بر فرق خود غبار الم
چون برید این خبر به دهلی برد | شعله زد خشم داور عالم
خسرو دین پناه شاه جهان | آب و رنگ بهار فضل و کرم
آن ابو المجد و العلا ذو الجود | مسند آرای چار بالش جم
بنده اش کیقباد و کیکاوس | نوکرش گیو و بیژن و رستم
بخشی الملک را اجازت داد | تا کشد لشکر ظفر پرچم
آن امیر جماعهٔ امرا | چون حسین علی هژبر شیم
قرة العین حیدر کرار | نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم
خلف الصدق موتم الاشبال | پیش او شیر شرزه کم ز غنم
جود او شهرهٔ دیار عرب | تیغ او ضابط بلاد عجم
نازد از نسبتش سمو نسب | بالد از همتش علو همم
می کند با جماعهٔ دلریش | لطف او آنچه می کند مرهم

غوطه در جود او زند دریا | لطمه از دستِ او خورد قُلزم
هست مقیاسِ جود او بسحاب | مثل مقیاس فربهی بورم
در فنِ صرف همتش نبود | ذکری از لا و از لن و از لم
در صفِ جنگ با سرِ اعدا | چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو | می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق | همچو حرفی که می شود مدغم
در دلِ خصم او در آید رمح | چون در آید به اهل خود محرم
با کمندش سرِ معاندِ او | مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا | فتح با تیغ او بود توام
کرد نهضت بدولت از دهلی | فضل حق همعنان ظفر همدم
لشکری در رکاب بیش از حصر | دیو از نعرهٔ یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه | که به شیرِ ژیان زدندی بم
گرد اسپانِ فوج نصرت موج | دامن افشان برین بلندِ خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد | همچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری ریخت | سرمهٔ عجز در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی | توپها گرد قلعه جمع بهم
خصم را سوخت توپ شیردهان | کس ندیداست شیر آتش دم
اژدهای است توپ غازیخان | کو سرِ هندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا | اسم او برتلاش اوست علم
تا براید به قلعهٔ نصرت | سینه گردید فوج را سُلَّم
هر طرف شد مرتب از ساباط | دمدمهٔ بهر دشمنانِ دژم

زان طرف ہم مخالفِ سرکش — کوششے داشت در ثباتِ قدم
دست و پا زد درونِ قلعه بسی — چون جنینی که وا جهد بشکم
کرد اسقاط این جنین آخر — صدمۂ توپہائے مستحکم
کار بر اہلِ حصن شد دشوار — مرگ مقطوع زندگی مبہم
قلعه شد بر جماعۂ اعدا — از مصیبت چو حلقۂ ماتم
شد برون آمدن چنان دشوار — که سخن از زبانِ اہلِ بکم
از برون ہم رہِ رسد شد بند — چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم
از سرِ عجز خواستند امان — بالبِ خشک و دیدۂ پُر نم
از ترحم بجان امان بخشید — وقتِ قدرت خوش است ترک نقم
فتحِ قلعه بزورِ تیغ نمود — این چنین می کنند اہلِ ہمم
شد سیه طالعی ز قلعه برون — ہمچو از لفظ دائرہ ادہم
این معمی کشود فطرتِ او — ورنه این عقده بود جذر اصم
شاد گشتند دوستان یکسر — عام شد عیش در صنوفِ امم
شرحِ حالِ منافقان گویم — که بآن چو حذیفه ام اعلم
سرخیِ انفعال رویِ سیاه — خوش خضابی است از حنا و کتم
نَحْمَدُ اللهَ وَاهِبَ الْآلَاۤء — حَمْدَ مُسْتَظْهِرٍ بِمَا اَنْعَمْ
کن کتھن کی سکت کہان پاوے — رسنان لیه جو انیک جنم
رمضان ایچدی بولدی بخشی فتح — کلدی بوی آی نینک ایکی پرم
از پیِ ہم دو عید گشت پدید — معنیِ فطر جلوہ کرد اعم
ہر طرف مجلسِ طرب چیدند — آن یک از شعر و دیگری ز حِکَم
وان دگر از ترانۂ رنگین — چنگ و طنبور کرده باہم ضم

نغمہ گویانِ فارسی ز نشاط   کوک کردند زہرہ را باہم
نغمہ سنجانِ ہند سر کردند   سبہت سر در مراتب سرکم
نغمہ تا چاک دل رفو سازد   زہرہ از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جہان طراوت یافت   زانکہ در جوہرش بود ترو نم
شعرا ہم قصیدہا گفتند   انوری گشت پیشِ شان ابکم
ہر یکی سفت دُرِّ تاریخی   کہ از و آب شد گہر دریم
من ہم از باغ معنیِ رنگین   گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاض سینۂ حور   سطرہا سلک گوہر نیلم
شعر گر فضل من بپوشیدی   می شدم در فن سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من   میر خسرو دہد جواب نعم
کرد عبد الجلیل در تاریخ   "قلعۂ آگرہ گرفت" رقم
بردعا بہتر است ختم سخن   کہ بہ آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد   تا بود سبزہ در چمن خرم
دست زرپاش و تیغ اعدا کش   عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیدہ

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شہید است کہ جد اعلای ممدوح باشد۔ و ہم جد اعلای مادح ۔ موتم بضم میم و کسر تاء فوقانی یتیم کنندہ و اشبال جمع شبل بکسر شین معجمہ بمعنی بچۂ شیر یعنی یتیم کنندہ شیر بچہ ہا ۔ چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت ۔ ساباط سقف میان دو دیوار کہ زیر آن راہ بود ؎

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون   ہمچو از لفظ دائرہ ادہم

تلمیح است بمعمای مشهور به اسم ادهم ؎

کشیده تنگ چنان نقش آن دهن پرکار　　　که دور دائره در مرکزش گرفت قرار

دور دائره دال وهاست و مرکزش یا مرادف ام۔ چون دال و ها در ام قرار گیرد ادهم حاصل شود۔ و ادهم در لغت سیاه را گویند۔ خروج سیه طالع از قلعه مثل خروج ادهم از دائره بواسطه تنگ شدن قلعه و دائرهٔ تشبیه لطیفی واقع شده ؎

این معما کشود فطرت او　　　ورنه این عقده بود جذر اصم

جذر در لغت اصل را گویند و در اصطلاح اهل حساب عددی که آن را در نفس خودش ضرب کنند او را جذر نامند و حاصل ضرب آن را مجذور و اصم در لغت کر و سنگ سخت مصمت و در اصطلاح اهل حساب عددی که آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر و مقابل آن را مُنطق گویند چون تسعه۔ و جذر عدد منطق بسهولت حاصل می شود چنانچه جذر تسعه۔ ثلاث است و جذر عدد اصم در نهایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً و لهذا حکما در مناجات خود گفته اند:۔

"سُبْحَانَ مَنْ لَا یَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا هُوَ"۔ و در علم معقول جذر الاصم مغالطه ایست مشهور۔ و اضع مغالطه ابن کمونه بغدادی علامهٔ تفتازانی در شرح مقاصد گوید:۔

"وَهٰذِهٖ مَغْلَطَةٌ تَحَیَّرَ فِیْهَا عُقُوْلُ الْعُقَلَاءِ وَفُحُوْلُ الْاَذْکِیَاءِ وَلِهٰذَا سَمَّیْتُهَا بِمَغْلَطَةِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"

و نیز علامه در شرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید:۔

اَلٰکِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَضِیَّةِ تَرْکُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِنْشِکَالِ"

و میر باقر استرآبادی در افق المبین گوید مختصر عبارت آنجا این که:۔

"كَمْ زَلَّتْ فِيهِ اَقْدَامُ اَقْوَامٍ وَاَقْرَبُهُمْ اِلَى الصَّوَابِ وَاِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ"

مراد میر باقر از معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکہ این عقدہ در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

۵ شرح حالِ منافقان گوییم که بآن چون حذیفه ام اعلم

حذیفه نام صحابی مشهور صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت او را پنهان از حال منافقان خبر داده بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاهی که بآن خضاب کنند۔

۵ از پی هم دو عید گشت پدید معنی فطر جلوه کرده اعم

چون قلعه در ماه مبارک رمضان مفتوح شد دو عید بهم هویدا گشت اول عید فتح که عید مجازی است و دوم عید رمضان که عید حقیقی است و همچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوه کرد که کشودن روزه باشد و هم بمعنی مجازی که فتح است و آن لازم کشودن روزه باشد پس مراد از معنی اعم این است که مطلق معنی فطر باعتبار هر دو فرد خود که حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند که مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین شود که فطر بمعنی مجازی که مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بحیثیتی که متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را که کشودن روزه و کشودن قلعه باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است که معنی مجازی بنحوی باشد که معنی حقیقی فرد او گردد و اللہ اعلم۔

ع سبقت سر در مراتب سر کم۔

اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار دادہ اند و آن را "سبت سر" گویند یعنی ہفت آواز- و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند- و از سر ہر اسم حرفی گرفتہ سرکم بدان ترکیب کردہ اند- درین بیت لفظ سرکم اشارہ بہ ہمان مراتب سبعہ است-

مُعلم بالضم نشان کردہ شدہ-

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوا نیوشان را بمرغولہ سازی نوروز عرب می کشاید-

چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستارہ کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت- آنجناب در یک شب یازدہ تاریخ در السنۂ اربعہ ترتیب دادہ از نظر بادشاہ گذرانید- از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرمودہ و ید بیضائی از جیب فکر وا نمودہ- قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّهَ سُلْطَانُ الْأَنَامِ إِلَى	رَبِّ السَّمٰوَاتِ فِي تَأْيِيدِ إِسْلَامِ
أَقَرَّ إِبْهَامَهُ فِي أَصْلِ خِنْصِرِهِ	لوتر دیا قادر افتتاح آلام
فَصَارَ حِينَ افْتِتَاحِ الْاِسْمِ صَفْقَتُهَا	حِصْنٌ لِمَنْ عَبَدُوا أَحْجَارَ أَصْنَامِ
نَظَرْتُ فِي أَلِفَاتٍ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ	مِنْ فَوْقِ إِبْهَامِهِ مِنْ غَيْرِ إِبْهَامِ
وَجَدْتُهُنَّ بِعَامِ الْفَتْحِ حِينَ عَلَى	رَقْمًا عَلَى سَنَةٍ مِنْ مَدِّ إِبْهَامِ
لِلّٰهِ تِلْكَ يَدٌ بَيْضَاءُ قَدْ نُزِعَتْ	لِلنَّاظِرِينَ فَيَا مِنْ مُعْجِزٍ سَامِ
هٰذَا الْبَدِيعُ مِنَ التَّارِيخِ أَنْشَأَهُ	عَبْدُ الْجَلِيلِ بِتَأْيِيدَاتِ إِلْهَامِ

مقصد از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سہ بہ دستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود- و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار پیشتر اشتہا

یافته ؎

چو شه ابهام زیر خنصر آورد | بورد اسم اعظم در شماره
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پاره پاره
ز انگشتان شه بر مد ابهام | برابر چار الف کردم نظاره
بعینه بود شکل سال هجری | پی تاریخ تسخیر ستاره
چنین تاریخ گفتن اختراعی است | شد از عبد الجلیل این آشکاره

امیر الامرا سید حسین علی خان هر سال در مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم چراغان مے کرد و شیلان عظمی مے کشید۔ وصلای عام درمے داد و خود آفتابه گرفته بر دست مهمانان آب می ریخت۔ علامہ مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زہیر را تضمین کرد کہ ؎

أَضَاءَ مُلْكُ الْأَعَالِي سَيِّدُ الْأُمَرَا | شَهْرَ الرَّسُولِ شُمُوعًا فِي غَيَاهِبِهِ
أَمْسَى الشُّمُوعُ عَلَى الْحُضَّارِ مُنْشِدَةً | إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ

ونیز به امیر الامرا در تہنیت عید الاضحی نوشت ؎

تَهَنَّ بِعِيدِ النَّحْرِ يَا مَنْ عَطَاءُهُ | أَفَاضَ عَلَى مَنْ حَجَّ جُودًا أَعَوَائِدَا
تَنَسَّكْتَ هَدْيَ الْجُودِ فِي كُلِّ مَوْقِفٍ | وَأَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِينَ قَلَائِدَا

صاحب نہایہ جزری گوید: معتفی بعین مہملہ و فا کسی را گویند کہ طالب فضل و رزق باشد

و این رباعی مستزاد در السنہ اربعہ املا نمودہ ؎

جَاءَ النَّيْرُوزُ بِالنَّشَاطِ الْأَدْنَى ۔ فِي خَيْرِ قُدُومٍ
پھولیں درم پیل لہلہی بن او لہا ۔ ترور رہی جھوم
نیکی کنند و زکلدی بزی پولدی لش ۔ قتلغ بولسوم
چون شہپر طاؤس گل اندر صحرا ۔ آورد ہجوم

در آغاز عهد شباب برخی اشعار ریختیانه در سلک نظم کشیده ترجیع بند ایشان درین طور مشهور است که مطلعش این است ؎

منم آن بانکہ و دلبر و اچل — کہ من اُفتاد درجہان کھل بل

ازانجاکه ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود - و بشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت - مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان را که ازین جنس است بدیگری نسبت دہند حال آنکہ بلا ریب زادۂ فکر ایشان است

در اواخر ترجیع بند اتل تخلص آورده - و این بیت ہم ازان ترجیع است ؎

شعر بارہ ہزار یان دیدی — ٹھٹھۂ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت را ہم تغیر داده نوعی دیگر ساختہ اند -

و از اشعار ریختیانہ ایشان است ؎

عدو گر ہمہ تن ز فولاد جکڑد — ز سر تا قدم ہچو زنجیر اکڑد

بکف کتی برق سے دھڑ کہ پکڑد — بجز حکم اللہ پشمی نا کڑد

وله

ورد خود نام خدا با نام احمد کرده ام — دانۂ تسبیح از میم محمد کرده ام

بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری — بلاگردانی برگشتہ مژگانت تماشا کن

شام غم را در سواد نامہ پنہان کرده ام — صبح محشر سے دمد از صفحۂ مکتوب ما

بانتظار توای سرو لالہ در گلشن — ستاده قہوه بکف در پیالۂ یاقوت

رباعی

اولاد علی خلاصۂ ابرارند — چون والد خویش محرم اسرارند

تحلیل مواد فاسد کفر کنند — در منفعت مزاج دین جدوارند

رباعی

از مہر محبتِ علی ہستیِ ما ست　　گلچینیِ این بہار تر دستیِ ماست

دل ساغر و مہر ساقی کوثر می　　از میکدۂ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامۂ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم کہ اسم او در ترجمۂ میر عبد الجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ ناہا کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف بہ سید علی معصوم از مشاہیر ادبا و صنادید شعرا است۔ مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفہ کاملہ و حاشیۂ قاموس و سلافۃ العصر تذکرۂ شعرا عرب و دیوان شعر۔

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بودہ است و مدرسۂ منصوریہ شیراز منسوب بجد او میر غیاث الدین منصور است کہ از غایت شہرت حاجت بشرح ندارد

و سید علی باضافۂ نام جد قریب خود بہ سید علی معصوم مشہور گردید چون خواہر شاہ عباس ثانی صفوی ارادۂ زیارت حرمین شریفین نمود۔ شاہ عباس۔ میر معصوم را با بیگم ہمراہ کرد کہ بہ تعلیم مناسک حج پردازد۔ در اثناء راہ چون تقریب تعلیم و تعلم درمیان آمد و این معنی بحیلولت ستر بر وجہ احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید کہ کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوہ گر نشود۔ و حیلولت حجاب بر نخیزد۔ میر معصوم
آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاہ عباس معاودت وطن متعذر شد و توطن مکہ معظمہ اختیار افتاد۔ و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد و در مکہ معظمہ نشو و نما یافت۔ و ہمت بکسب فضائل گماشتہ از اقران فائق برآمد میر نظام الدین احمد

میر محمد سعید میر جمله اردستانی وزیر عبد الله قطب شاه والی حیدرآباد مبالغ فراوان فرستاده میر نظام الدّین احمد را و سید سلطان را که از سادات نجف اشرف بود به حیدرآباد طلبید که دو دختری که داشت آنها را در سلک ازدواج هر دو سید کشد- اتفاقاً سلطان عبد الله را هم دو دختر بودند سلطان خواست که دختران خود را به هر دو سید تزویج کند- میر جمله بر آشفت و برخاسته بدرگاه خلد مکان عالمگیر شتافت- سلطان عبد الله اول دختری را به میر نظام الدین احمد کد خدا ساخت و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد- میر نظام الدین احمد با سید سلطان رنجشی داشت- او و زوجهٔ او نخواستند که ازدواج سید سلطان صورت گیرد- شبی که نکاح سید سلطان مقرر شد- میر نظام الدین سلطان عبد الله را پیغام کرد که اگر تزویج سید سلطان واقع می‌شود- من بمخالفت شما کمر می‌بندم- و نزد خلد مکان رفته سعی در هدم بنیان دولت شما می‌کنم و احمال و اثقال بار کرده مستعد کوچ نشست- سلطان عبد الله متحیر شد- و ارکان دولت را جمع کرده بمشاوره پرداخت- آخر رای همه برین قرار داد که اگر میر نظام الدین احمد می‌رود فتنهٔ عظیم برپا می‌شود- تزویج سید سلطان موقوف باید داشت- و چون اسباب طوی همه مهیا شده بود- و در تاخیر ضائع می‌شد ابو الحسن را که آخر سلاطین قطب شاهیه است و با سلاطین قطب شاهیه قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند- مردم به طلب ابو الحسن شتافتند- دران وقت ابو الحسن در تکیهٔ بتقییدی نشسته بود- او را آوردند و بحمام بردند و بخلعت طوی آراسته نکاح بستند و موافق ضابطه توپخانه را سر دادند- دران وقت سید سلطان در حمام بود- چون صدای توپها شنید در استفسار افتاد که توپها را چرا سر دادند حاضران که ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند که سبب ظاهر است که امشب شب طوی ست- سید سلطان گفت ضابطه این است

کہ نوبتی نہ بعد عقد نکاح سر مے دہند۔ و مردم را برای خبر فرستاد۔ رفتگان خبر یکہ بود
آوردند۔ سید سلطان در آتش غضب اُفتاد۔ اسباب شادی ہمہ سوخت و اسپان را
پی کرد۔ و خود را بدرگاہ خلد مکان رسانید۔

میر نظام الدین احمد از دختر قطب شاہ فرزندی نیاورد۔ سید علی از بطن
زوجۂ دیگر شب شنبہ پانزدہم جمادی الاولی سنہ اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲)
در مدینہ منورہ متولد شد لہذا او را مدنی می گویند و بکسب کمال پرداختہ سر آمد
ادباء عصر گردید

و شب شنبہ ششم شعبان سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بقصد حیدرآباد
از مکہ معظمہ برآمد و روز جمعہ بیست و دوم ربیع الاول سنہ ثمان وستین و الف
(۱۰۶۸) بہ حیدرآباد رسید۔ و با والد خود ملاقات کرد

و چون سلطان عبد اللہ از سریر حیات فرود آمد ابو الحسن بر تخت فرمان
روائی برآمد و میر نظام الدین احمد ہم بعد یکسال فوت کرد۔ ابو الحسن در اتلاف
متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاہبانان گماشتہ راہ آمد و شد مسدود ساخت
سید علی عریضہ بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود۔
خلد مکان در آن ایام از ہند متوجہ دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابو الحسن
عز اصدار یافت۔ ابو الحسن سید علی را با اہل و عیال رخصت داد۔ سید رخت کوچ
بربستہ خلد مکان را در دار السرور برہان پور ملازمت نمود۔ پادشاہ او را بعنایات
خسروانی نواخت۔ و بمنصب ہزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپہ سرافراز فرمود۔ و
در رکاب خلد مکان بہ اورنگ آباد آمد۔ و چون رایات خلد مکان جانب
احمدنگر ارتفاع یافت۔ سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید
مدتے برین خدمت قیام داشت۔

پس ازان حکومت ماهور وغیره از نواح صوبه برار تفویض یافت۔ آخر از حکومت ماهور استعفا نمود و التماس دیوانی برهان پور کرد۔ درجۂ پذیرائی یافت۔ سیّد در برهان پور رفته بدیوانی پرداخت۔

و بعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت و با اهل و عیال به اماکن فیض مواطن رفت و ازانجا بزیارت عتبات عالیات نشتافت و به مشهد مقدس رسید و به صفاهان آمد و سلطان حسین صفوی را ملازمت نمود و التفاتی که مطمح نظر بود نیافت۔ ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید۔ و در مدرسه منصوریه پای اقامت افشرد و عمر را بافادۂ طلبه بپایان رسانید۔

(۱۲۱) شاعر۔ میر سید محمد سلمه الله تعالی

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور الله ضریحه از وجود همایون سالها چمن فضلا را بهاری تازه است۔ و اکنون گلستان فصحا را رونقی بی اندازه آنجناب در تاریخ چهار دهم شهر ربیع الاول سنه احدی و مأته و الف (۱۱۰۱) به شهرستان امکان رسید۔ بمنطوق اَلْوَلَدُ الْحُرُّ یَقْتَدِیْ بِاٰبَائِهِ الْغُرِّ نسخۂ جامع اصناف علوم است۔ و مرآت فضائل و کمالات والد مرحوم خصوص عربیت و لغت و محاضرات که درین فنون رابت یکتائی می افرازد و گوی سبقت از اقران می رباید۔

کتب درسی نزد اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه گذرانید و کمالات کثیره از والد ماجد خود اندوخت۔

پدر گرامی را نسبت به فرزند ارجمند ورای شفقت اُبوّت عنایتی و محبتی خاص بود۔ درحینیکه علامۂ مرحوم از بهکّر به دار الخلافه شاهجهان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید و مقارن آن مسرعی را فرستاد که چندی توقف باید کرد۔ و انتظار طلب

مثنی باید کشید۔ میر در جواب عملی فرمود کہ "لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ"
علامۂ مرحوم ازین جواب حظی کرد۔ و این رباعی رقم زدۂ کلک جواہر سلک ساخت کہ ؎

تا یأذن لی ابی بہ خطت دیدم گلہای طرب از چمن دل چیدم
از غایت اہتزاز پروانہ صفت ای شمع پدر رگرد سرت گردیدم

در اواخر عہد محمد فرخ سیر علامۂ مرحوم خود مستعفی شدہ خدمات بھکر و سیوستان را بنام
ولد ارشد گرفت۔ جناب میر سید محمد در سنۂ ثلث وثلاثین ومائۃ والف (۱۱۳۳) بہ محل
خدمات رسید۔ و مسند حکومت را از ابتدا تا انتہا بشیوۂ تدین وحسن معاملت رونق
بخشید۔ وضیع وشریف آن دیار تا الآن یاد می کنند۔ و سبحۂ ذکر خیر وحسن جمیل می گردانند۔
میر در سنۂ ثلث واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را بہ سیوستان
نائب گذاشتہ خود بدار السلام بلگرام تشریف بردہ چندی در وطن گذرانیدہ بنا بر
تخللی کہ در خدمت راہ یافتہ بود بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و بتوسل بعضی
امرا آن خلل را دفع ساخت۔

و در سنۂ خمس واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۵) کرت ثانی بہ سیوستان تشریف
آورد۔ و بندہ را در اواسط سنۂ سبع واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۷) رخصت ہندوستان
فرمود۔ و خود بمراسم خدمت مرجوعہ بدستور قیام نمود تا آنکہ نادر شاہ بر دیار سندھ مسلط
گردید۔ و سررشتہ خدمات بادشاہی گسیخت۔ اما خدایار خان مرزبان سندھ میر را
نگذاشت۔ و باعزاز واکرام تمام در سیوستان نگاہ داشت۔ و از جانب خود خدمتہا
بتقدیم رسانید۔

و چون ہنگامۂ نادر شاہیان دران دیار گرم شد۔ و اوضاع ملک بر نسق سابق
نماند۔ خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدایار خان خواہ نخواہ رخصت گرفت
و بیست و پنجم رمضان سنۂ خمس وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد۔

واز راه مارواړ متوجه وطن شده - بعد طی مراحل ببیست و هفتم محرم مکرم سنه ست و خمسین ومأته والف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت -

میر طبعی وقاد و ذهنی نقاد دارد - وچون از مطالعهٔ کتاب باز می پردازد عنان اندیشه به وادی سخن عطف می سازد - مهارت زبان عربی و فارسی و هندی از حد افزون است واشعار السنهٔ ثلاثه در خزانهٔ حافظهٔ عالی از حصر بیرون سخن را اکثر اوقات موزون می کند وجواهر آبدار در سلک نظم مے کشد - این چند بیت از دیوان سامی تحریر مے آید ؎

فروغ بادہ بخش ای ماہ سیما خانهٔ ما را　　ز نور جلوهٔ خود رنگ کن کاشانهٔ ما را

دل در خم گیسوی نگار است به بنید　　در دام محبت چه شکار است ببنید

نیست در عالم دوان غیر هوس کار دلت　　هست این طول امل رشتهٔ زنار دلت

محو گشتم چون حباب و عین دریا یافتم　　چشم پوشیدم ازین عالم تماشا یافتم

دران گلشن که سرو قامت جانان شود پیدا　　بجای طوق قمری دیدهٔ حیران شود پیدا

پیش مهر رخت قمر معلوم　　نزد قند لبت شکر معلوم

یار دور است و کوه غم حائل　　آفتاب آن طرف سحر معلوم

می کشد غمزهٔ جگر دوزش　　پیش تیر قضا سپر معلوم

از نگاه دو چشم میگویند　　بی خبر گشته ام خبر معلوم

در تمنای وصل او شاعر　　حلقه گشته ایم پا و سر معلوم

مگر از چشمهٔ آئینه آب خنجرش باشد　　که از حیرت طپیدن شد فراموش بسمل ما را

دستم بگیر گرچه ترا بازوی قوی است　　پایم رسیده است بسنگی که واه واه

هیچ محبوبی ندارد این قدر رنگ حیا　　بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) آوارهٔ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد

الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی مولداً ومنشأً والحنفی مذهباً والچشتی طریقةً

پیشۂ دریوزۂ گر کوچۂ فقر است - و ریزۂ چین مائدہ فضلا - درین مقام خود را بحاشیۂ محفل سخن سرایان می کشد - و شکستہ ناخنی بتار نفس گسستہ می زند -

من مقیم کوچۂ نادانی - و آئینہ وار صورت حیرانی - مدتی بر آستانِ سخن نشستم - و کمر در خدمت کلام موزون بربستم - چندگاه است کہ مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداختہ ام و از بیت سخن با بیت الحزن یعنی ما تمکدۂ ہستی خود ساختہ - اما موزونیت فطری احیانا سلسلۂ فکر می جنباند - و دماغ از کار رفتہ را بصدائی قلقلی مے رساند - تا بجای کہ در عالم مثال ہم گاہی خیال موزونی جلوہ می کند - چنانچہ در عشرۂ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) مزاجِ بندہ را وحشتی بہم رسید - بخاطر افتاد کہ از ہمہ قطع نظر باید کرد و بار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - و این داعیہ بمثابۂ قوت گرفت کہ عنقریب بود کہ از مکمن قوت بجلوہ گاہ فعل خرامد - ناگاہ شب بیست و ہفتم ماہ مذکور طرف سحر در عالم رویا اندیشہ متوجہ شعر گردید - بیتی موزون ساختم و معاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند و آن این است ؎

چہ خوش گفت گویندۂ نامدار　　مکش دست از دامنِ روزگار

لختی بہ تامل رفتم - دانستم کہ گویندہ سروش غیبی است و مخاطب بندہ - امتثال امر غیب واجب دیدم و ارادۂ کہ تصمیم یافتہ بود فسخ نمودم - و سرِ الہام آن است کہ حجی کہ فرض بود پیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاہری می کشیدم و بہ تحصیل نافلہ شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ع

ترک واجب نتوان کرد پے نافلہا

من بی مایہ را چہ شایستگی کہ در صفِ صاحب کمالان سر توانم افراخت - و طرح ہمزبانی با طوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرہا در جلوہ دل دیوانہ گشتم - بجاے نرسیدم سالہا در پے کاروان نالہ افتادم بمقامی سر نہ کشیدم - اما سہارا با وصف کم زبنگی

دربزم کواکب اذن نشستن وہلال را یاوجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست - باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد - وحرفی چند از خود بر یاران کرم فرما عرض می دارد -

فقیر حقیر در تاریخ بیست وپنجم ماہ صفر سنہ ست عشر ومائۃ والف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید - ودر ریعان آگاہی سر رشتۂ تحصیل علوم بدست آورد - وکتب درسی از بدایت تا نہایت در حلقۂ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید - و لغت وحدیث وسیر نبوی وفنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی واستاذی حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود - وعروض وقافیہ . . . .

. . . وبعض فنون ادب از خدمت والادرجت میر سید محمد خلف الصدق علامۂ مرحوم مرقوم تلمذ کرد -

ودر سنہ سبع وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ اندوخت -

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید - وشوق گلگشت حرمین شریفین زادھما اللہُ شَرَفًا وَّکَرَامَۃً از جا برد ودر سنہ خمسین ومائۃ والف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" از خطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بربست - ودر سنہ احدی و خمسین ومائۃ والف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشأتین حاصل کرد - ودر مدینہ منورہ عَلٰی مُنَوِّرِھَا الصَّلٰوۃُ وَ التَّحِیَّۃُ بخدمت شیخنا ومولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود واجازت صحاح ستہ وسائر مفردات مولانا فراگرفت - ودر مکہ معظمہ صحبت شیخ عبد الوہاب الطنطاوی المصری دریافت - وبرخے از فوائد علمی کسب نمود - شیخ عبد الوہاب نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ کاسر آمد علماء عصر ونزیل مکہ معظمہ بود - وہمیشہ

شیخ عبد الوہاب الطنطاوی

به نشر لوامع علوم می پرداخت و در سنه سبع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۷) به جنّة المأوی خرامید- و در جنت معلی آرامش گزید- شیخ عبد الوهاب علیه الرحمه اشعار عربی فقیر را بسیار تحسین کرد- و هرگاه آزاد تخلص بنده شنید و معنی آن را فهمید- فرمود "یا سیّدی اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰه" و ازین نفس مبارک حضرت شیخ که در حق این سراپا گرفتار سرزده امیدوار رهایی دارم-

فقیر در فن شعر عربی تلمیذ میر عبد الجلیل است- و شاداب افاضهٔ این سلسبیل برخی از قصائد خود در دفتر اول ثبت ساخته- و با وصف بینوائی قانونی به آهنگ حجاز نواخته- القصه در سنه اثنتین و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۲) مطابق کلمهٔ "سفر تخییر" ۱۱۵۲ جانب هند عطف عنان نمود- و از راه بندر سورت سری به دیار دکن کشید- و بست و هفتم ذی القعده همان سال وارد خجسته بنیاد گردید- و دست به دامن انزوا زد

بعد چندی دویم رمضان سنه اربع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۴) جاذبهٔ سیاحت از جا در آورد- و قلعه محمد آباد بیدر را دیده چهارم محرم سنه خمس و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۵) وصول حیدرآباد سرمایهٔ آرامش رسانید- و نوزدهم صفر سال مذکور از انجا برآمده پانزدهم جمادی الاولی همین سال سواد خجسته بنیاد چشم اشتیاق را سرمه کشید-

و در سنه ثمان و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۸) نواب نظام الدوله شهید از جانب پدر والاگهر نواب آصفجاه بصوبه داری اورنگ آباد مامور گشت و نواب شهید را با فقیر ربطی خاص بهم رسید و در سال دیگر نواب آصفجاه از حیدرآباد درایات بند و بست مهمات ملکی برافراخت و عنایت نامه طلب حضور بنام نواب شهید صادر شد- نواب شهید کمندی به تسخیر فقیر افگند- و حسن خلقی بجا آورد که با وصف آزاد بودن اختیار دام محبت لازم افتاد و بیست و هفتم ذی القعده سنه تسع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۹) توسن کوچ از اورنگ آباد بجولان در آمد- و تا مقام "سری رنگ پتن" که دار الاقامت

رابعۂ میسور است تماشا کرده - غرۂ صفر سنہ احدی وستین و مائۃ والف (۱۱۶۱) قدم جادۂ پیما راگل زمین اورنگ آباد دست داد

و درین سال گلگشت دار السرور برہان پور وصف عنان جانب اورنگ آباد واقع شد و در سنہ اثنتین وستین و مائۃ والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر برہان پور پیش آمد - وتا کنار آب نربدا سیر کرده رجوع به اورنگ آباد صورت بست -

و چہاردہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلۂ نہضت ارکات جنبانید - یک سال و چندماه دران الکہ بسر رفت - و در ارکات نسخہ "شمامۃ العنبر فیما ورد فی الهند من سید البشر" از دریای فکر بساحل قرطاس رسید - آخرالامر نواب نظام الدولہ بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت گذارش یافت

و بعد شہادت نواب خاطر ازان ملک برخاست و پانزدہم جمادی الاولی سنہ اربع وستین و مائۃ والف (۱۱۶۴) نزول خجستہ بنیاد نشاط راعروجے بخشید -

فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر برانگیخت ونہم رجب سنہ خمس وستین و مائۃ و الف (۱۱۶۵) خانۂ زین آباد ساخت وہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدرآباد نقش بست - شانزدہم ذی القعدہ ہمین سال جرس راحلہ صدای رحیل برداشت - پنجم ذی الحجہ معمورہ خجستہ بنیاد خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ملال وار مقصود ازین سیر و سفر تن پروری باشد حاشا و کلا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود - چندی طریقۂ آب روان اختیار افتاد کہ مشت گیاہی بہ نشو و نما در آید - ولختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چند لب بہ تبسم کشاید امید وارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند و قلم و سیر فی اللہ را جادہ مستقیم شود وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ -

اکنون برخی تراوشات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مصر مروت مے گزرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بپذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد۔ ور وی ناکامی بہیچ وجہ بیناد۔

صاحب قال حسب حال گوید ؎

تمام علیم و خوبان خریدہ اند مرا ۔۔۔ ز حسن خلق بزر بر کشیدہ اند مرا
اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج از چمنم ۔۔۔ برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند ۔۔۔ بچشم مرحمت خاص دیدہ اند مرا
کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد ۔۔۔ وگرنہ صورت رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایت ممتاز دیدہ ام آزاد ۔۔۔ بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را ۔۔۔ مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را
خیال نازک از جوش نزاکت راز دل باشد ۔۔۔ نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بربندد ۔۔۔ بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم ۔۔۔ کہ مستان دوست می دارند ابر برشکالی را
دل ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! ۔۔۔ پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گل بہار سخن یادگار ما ۔۔۔ این لعل بے بہاست چراغ مزار ما
امروز مدح گستر ما کیست جز قلم ۔۔۔ دم مے زند ز جوہر ما ذوالفقار ما
ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت ۔۔۔ کم فرصتے ززندگی مستعار ما
آخر شود کمند غزال رمیدۂ ۔۔۔ آزاد رشتۂ نگہ انتظار ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را ۔۔۔ تمنا می کند بار دگر غواص ساحل را
چہ سان راز شہیدان گل کند از سبزۂ تیغش ۔۔۔ کہ چون برگ حنا در خویش دزدد خون بسمل را

دهانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش   لب چاهی غنیمت می شود گم کرده منزل را
سر شوریدهٔ من طرفه اوجی داشت در طالع   که در وقت جدا کردن بپا افتاد قاتل را
بهار این چمن آزاد آخر رنگ می بازد   چو شبنم از جهان رنگ و بو بربند محمل را

ای نمک بر زخم دل از لعل خندان شما   صبح محشر داغ از شور نمکدان شما
تشنهٔ ما را به آسانی توان سیراب کرد   بوسهٔ کافی ست از چاه زنخدان شما
بر جبین چین عتاب تازه آید در نظر   تا چه رفت از من خطا ای من بقربان شما

بر د از خویش شوخیهای طفلان هوشیاران را   سپاه نازبا شد در جلو این نی سواران را
مزاج کم کسی بر الفت اول بجا ماند   بروز بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را
قیامت می کند سنگی که از کوه بلند افتد   مبادا خشم در جنبش در آرد بردباران را

اگر بخاطر عاطر بود شهادت ما   ز دست و تیغ تو مردن زهی سعادت ما
بشهد خنده بر آمیخت ترشی دشنام   انار میخوش او بیش کرد رغبت ما
سزای ماست که بیداد می کنی جانان   دلیر کرد ترا شیوهٔ مروت ما
کشود مشتری ما گره ز دست نامی   مگر همین زر نارایج است قیمت ما
گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد   که گل بخون جگر غوطه زد ز رقت ما

ندانستند خوبان آه قدر الفت ما را   تلف کردند بی تقصیر حق خدمت ما را
سرت گردیم قربانت شویم ای قبلهٔ عالم   که می سازد روا جز آستانت حاجت ما را

بر خاطر وحشت زده حقی ست الم را   صیاد شبانی کند آهوی حرم را

نمودم صرف اخلاص فقیران همت خود را   بخاصان الهی عام کردم الفت خود را
چرا ای گوهر شهوار می غلطی بهر پهلو   چنین از زان نکردی گر شناسی قیمت خود را

رفت ز وعده سالها چند کنم حساب را   وعدهٔ سال بیش نیست دورهٔ آفتاب را
مردم عمده بیشتر حرف زنند بیجهت   هست سواد یکطرف سر ورق کتاب را

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس	کو ندهد مرا و من بنده ام این جواب را
نرگسِ او بجا کشید سرمهٔ دلپذیر را	خوب کمند وحدت است مردم گوشه گیر را
شد جاذبهٔ حضرتِ گل داد رسِ ما	آویخته صیّاد ز گلبن قفسِ ما
ز طرزِ شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم	توان کردن بزورِ ناتوانی پهلوانیها
شاخ برهنه تیغ زند موسم خزان	یک برگ سبز زیر سپر می کشند مرا
تا غلامِ قدِ تو من شده ام	سروِ آزاد گفته اند ترا
کارِ بی اُجرت نمی آید ز دنیا دوستان	می ستاند حقِ خود سنگِ محک هم از طلا
دست و پا گم کردهٔ چون کاروانِ سبحه ایم	هر قدم در ره بزورِ سینه مے غلطیم ما
دارد بباغ جلوهٔ مستانه عندلیب	از دست شاخ گل زده پیمانه عندلیب
هر غنچه خوابگاه پری زاد نکهت است	دیوانه شد ز جوش پری خانه عندلیب
بروی یار عقیق دهن بود نایاب	ز خامه ماند درین نسخه سرخیِ هر باب
ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است	حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است
بر نمی دارم نظر یک لحظه از لعلِ لبت	آنچه می خواهم تو می دانی عنایت کردنی است
حالِ ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست	این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست
دور باید داشت از چینها گشادهٔ جبهه را	یا بِ حسن خلق را زنجیر کردن خوب نیست
گرد رخسارِ بتان چون زلف گشتن عارِ ماست	گرد خود گشتن برنگِ چشمِ ایشان کارِ ماست
خوبرویان می توان آزاده را آسان خرید	بیع کردن مفت خود را رائج بازار ماست
حرفی که آشنای قلم شد جهان گرفت	این طفلِ نیسوار زمین و زمان گرفت
خلقی ز حالِ گوشهٔ ابروی او گریست	ناحق سر بریده زنن با کمان گرفت
سرمه آلوده نگاهِ تو عجب عربده جوست	تشنهٔ خونِ دلِ شیر زبان آهوست
روز بد حاجتِ اشراف به دونان اُفتد	تکیه گاهِ سرِ لبریز تفکر زانوست

بتجرید دوست راه بآن آستانه یافت   تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت

دلی که آینهٔ مهر احمد عربی است   درون خانه چراغی و شیشهٔ حلبی است

ریاضتی کش و دریاب لذت عرفان   که آب را مزهٔ خوش بقدر تشنه لبی است

ادای طاعت روشندلان بسمت فناست   که قبله مشرقیان را بجانب غربی است

اگرچه خاک شدم اضطرب من باقی است   که پیچ و تاب رسن بعد سوختن باقی است

دلی نازک قلم نقشی ز چشم مست بست   چون نظر افگند بر محراب ابرو دست بست

خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست   این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست

شب که یاد ماه سیمائی دلم اندیشه داشت   ریخت هر اشکی که از چشم پری در شیشه داشت

آن مسی مالیده دندان آفت جان بوده است   در تبسم بر سر داغم نمکها سوده است

سرفراز آن جهان باشد ذلیل این جهان   حرف ختم صفحهٔ تاریخ صفحهٔ آینده است

گر نداری نظر رحم بمن بر خود کن   مشکن ای جان دل آباد که این خانهٔ تست

دوش مارا گرد بسمل چادر کوتاه او   می کشیدے از حیا هر سو نمی آمد درست

زده ام بر سر جهان پاپوش   بی سبب این برهنه پائی نیست

ز تصویر چشم سے توان یافت   که این عالم نمودار است و هیچ است

عروج بیخبران است مایهٔ وحشت   نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج

می پرست من نه از پیر مغان گیرد قدح   از کف آن نوجوان مهربان گیرد قدح

کار دانا نیست در ایام غم ناخوش شدن   وقت نرگس خوش که در فصل خزان گیرد قدح

تراز پرتو رخسار خود گریبان سرخ   مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سرخ

فتاده است بزنجیر آتشین کارم   که زلف او شده از چهرهٔ درخشان سرخ

کسی چه رنگ اقامت درین زمین ریزد   نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سرخ

وجود اهل کمال است زینت هر شهر   ز فیض لعل بود چهرهٔ بدخشان سرخ

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود　　نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود
ناتوانی خلق خوش را با عبادت جمع کن　　سبحهٔ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیه کار افتاد　　آن قدر باده کشی کرد که بیمار افتاد
می شناسد نگهش بسمل خود را از دور　　جرمم گشت که این مست چه هشیار افتاد
یاد پرواز بگرد دل او پر نزند　　عندلیبی که بدام تو گرفتار افتاد

در بیابان جنون گرم فغانم کردند　　جرس قافلهٔ ریگ روانم کردند
مایهٔ عمر اگر هست برای سخن است　　شمع سان پیکر من صرف زبانم کردند

خانه آرایان دنیا کار بیجا کرده اند　　از کتانها خیمه در مهتاب برپا کرده اند
بی دماغیهای آن گل را نمی دانم سبب　　عندلیبان چمن شاید که ایما کرده اند

تشنهٔ خون چمن قابل کشتن باشد　　که گل چیده ز گلبن سر بی تن باشد
گرچه از صلب قلم نامه شود آبستن　　در قبول سخن شوق سترون باشد
آهوان را روش ناز که آموخته است　　حسن بی ساخته آزاد چه احسن باشد

روزی که قضا فرصت عمر شررم داد　　تا چشم کنم باز نوید سفرم داد
نقشی ست عجب دائره هندی خطش　　کز سایهٔ خورشید جمالش خبرم داد
والله که من قابل پرواز نبودم　　دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دست دعا در هر خم موی تو بود　　لیلة القدری که می گویند گیسوی تو بود
شب ز ما آواز پا دزدیدنت سودی نداشت　　نکهت گل فاش از خاک سر کوی تو بود

نقش حسن روز افزون ترا مانی کشید　　ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید
می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد　　خامهٔ مو دامن خوبان به آسانی کشید

هر که چون نرگس خوبان در میخانه زند　　می و ساغر همه خود گردد و پیمانه زند
حسن در زینت خود صرفهٔ عاشق نکند　　شمع در جبههٔ زرین پر پروانه زند

سر گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست		دستِ آزاد اگر زلفِ ترا شانه زند

خط بر رُخِ زیبا نه پسندید بجا کرد		این صفحه غلط بود تراشید بجا کرد
خط روشنیِ حسن ترا بود حجابے		مقراض گل از شمعِ تو بر چید بجا کرد

بشکوهِ خال بروی حبیب باید دید		ستاره سوختهٔ خوش نصیب باید دید

شب که ساقی مجلس آرا بر کنارِ آب بود		دخترِ رز جلوه گر در چادرِ مهتاب بود

به پیشِ پای قاصد نامه افگندن ادا دارد		که دستی خاکساری در وصولِ مدعا دارد

نقش و نگارِ دُنیا سیرِ بهشت دارد		اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد

خطِّ مشکین خالِ رخسارِ ترا بر سر رسید		فوج هندُستان به تسخیرِ ملک عنبر رسید

مردم سرِ حلقه را حرص فزون تر بود		مقری تسبیح را رشته مکرر بود

این دلِ نو عشق یاد چشم دلبر می کند		طفل نو آموز درسِ صاد از بر می کند

شب از عتاب نرگسِ او دل دو نیم بود		بستم لب از سخن که مخاطب سقیم بود

مرا بحالتِ فقر آسمان نمے پرسد		که تیر ریخته پر را کمان نمے پرسد

دل در برِ من چه سان نشیند		او پهلوی دل ستان نشیند

فراهم گشت سامانِ بلا طرحِ قیامت شد		قیامت بر زمین یک سرو قد بالیده قامت شد

خبر رساند عزیزی غرور یار نماند		بگفتمش که درست است گفت خط آمد

چون دو یکدل که در آئینه بهم جلوه کنند		صحبتِ ما و تو صد حیف دمے بیش نبود

مرا به عربده کشتی و باز آمدهٔ		فدای ناز تو گردم دگر چه خواهی کرد
بیک کرشمه عجب ناخنی بدل زدهٔ		هنوز ماه نوی بیشتر چه خواهی کرد

حذر ز آفتِ ممنونِ خویش باید کرد		که آفتاب ز بیداد ماه مے گردد

مرا ز قبله نما این سخن یقین گردید		که خضرِ راه شود سنگ گر خدا خواهد

مرا آزاده وضعِ پرتوِ خورشید خوش آمد		سحر گر بر زمینی مے نشیند شام برخیزد

زمانہ جلوہ کند ہر نفس بحالِ دگر پیالہ نوش و مکش انتظارِ سالِ دگر
قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان چون آن نہال کہ روئیدہ در نہالِ دگر
چہ باغبانیِ دلخواہ کرد دخترِ رز کہ داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر
زن بود در زبانِ ہندی نار وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار.

ہمتِ والایِ زلفِ او تماشا کردنی ست در پریشانی چہ خورسند است از عمرِ دراز

در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس ناتوانان از کجا یابند فریادِ جرس
این چنین صیادِ ظالم ہیچ مظلومے ندید وقتِ گل پوشید از برگِ خزان روی قفس

مرا در اضطراب طرفہ دارد تندیِ خویش کہ ہمچون شاخِ آہو پیچ و تابی خوردہ ابرویش
بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل کہ می آئی ز سیرِ لیلۃ المعراج گیسویش
زدم بر دست او گر بوسۂ گستاخ معذورم مرا تعلیمِ شوخی می دہد تعویذِ بازویش

چہ می پرسی زحالِ نسخۂ دل چیست تحریرش کتابی در بغل دارم کہ قرآن است تفسیرش
زابرویِ تو می آید گرفتن کشورِ دل را نہ ہر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش
درین صحرا سرِ شورافگنیِ مجنونِ ما دارد توان وا کرد قربانت شوم یکبار زنجیرش
سعادتمند بیند زلفِ مشکینِ تو در رویا کہ چون در خواب آید اژدہا گنج است تعبیرش
زقاتل نیست امیدِ رہائی جانِ شیرین را کہ می آرد برون مانندِ طوطی بالِ شمشیرش
ہلاکِ حیرتم از شوخیِ نازِ آفرین طفلے کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحہ تصویرش
سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے چہ مضمون ہا کہ ظاہر می شود از طورِ تقریرش

اشکِ بینایم کند در دیدہ صبح و شام رقص می کند این طفلِ نادان بر کنارِ بام رقص
گرد بادم کارِ من دیوانگیِ آشفتگی است می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص
دُرِّ غلطان وجد در گردِ یتیمی مے کند کارِ روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص
نسبتِ تام است با طاؤسِ نخجیرِ ترا بال افشان می کند در حلقہ ہای دام رقص

حالِ منِ درویش بہ سلطان کہ کند عرض ... از مورِ پیامی بہ سلیمان کہ کند عرض
درکوچۂ این شہر مرا تنگ گرفتند ... بیتابیِ مجنون بہ بیابان کہ کند عرض
عمریست کہ یک خانہ نشد قسمتِ پایم ... حرمانِ عربی بہ مغیلان کہ کند عرض
از دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر ... این حرف بآن زلفِ پریشان کہ کند عرض
آزاد ازین باغ بچینند گلِ رعنا ... یکرنگیِ اورا بہ عزیزان کہ کند عرض

درعاشقی ز یار ادا کردہ ایم شرط ... خود را بخون نشاندہ حنا کردہ ایم شرط

بر روی یار طرۂ ممتاز کن لحاظ ... بسم اللہِ صحیفۂ اعجاز کن لحاظ
درخاک رفت و چہرۂ آسودگی ندید ... انجام کار گریۂ غمّاز کن لحاظ
مردان زخاک ہم خبرِ آسمان دہند ... فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ

سخن روشنگرِ آئینۂ جان است در واقع ... چراغِ مشہدِ طوطی نوایان است در واقع
نظر کن صبحِ نوروزی کہ اُفتد روز عاشورا ... نشاط و غم بہم دست و گریبان است در واقع
برہمن از درِ بتخانہ بے جا کام می جوید ... بجای خویش بُت ہم سخت حیران است در واقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سر برید آخر ... نگاہِ عجزِ بلبل تیغِ عریان است در واقع

زخالِ گوشۂ آن چشمِ سخت مے ترسم ... کہ ہندوئی شدہ با کافرِ فرنگ رفیق

کسی چگونہ شود آشنایِ نشۂ تاک ... غذائی دوزخیان است آب آتشناک

دل ازخیالِ مہوشان یک شہر سامان دربغل ... این شیشہ باشد دیدنی دارد چراغان دربغل
روزِ قیامت ہر کسی در دست گیرد نامۂ ... من نیز حاضر می شوم تصویرِ جانان دربغل
تا وا کند بادِ صبا فالی برایِ مقدمت ... آمد بہ گلشن شاخ گل از غنچہ قرآن دربغل
شہرِ نکویان دیدہ ام خوانند درسِ حسنِ خود ... جای کتاب آئینہ ہر طفلِ دبستان دربغل
از دستِ موجِ ادلین بی طاقتیہا مے کنی ... دارد حباب آسمان بسیار طوفان دربغل
از سردیِ طبعِ جہان وا ماند خلق از کارہا ... گیرند مردم دستہا فصلِ زمستان دربغل

آزاد با این دردِ دل آرد اگر رو در چمن   پوشیده قمری را کند سروِ خرامان در بغل

درعدم از جلوهٔ حسنت خبرے داشتم   دیده را محوِ تماشای کمر می داشتم
کرد آخر نا توانیها ز صیادم خجل   می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم
تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر   گر نه این دستِ دعا بودی چه بر می داشتم
از کمانِ بخت کج هر جا خدنگی سر کشید   پیشش روانه مُهرِ خاموشی سپر می داشتم
خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم   ورنه از سودای رفعت دردِ سر می داشتم
حسن او نا دیده شورِ عشق در سر داشتم   از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم
هر کسی برداشت چیزی را ز اسبابِ جهان   من ازین دنیای فانی دست را برداشتم
نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد   داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم

دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم   چون بوی گل شکسته قفس بال و پر زدم
تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن   چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشم او در انجمن دیوانه گردیدم   ز جا برخاستم گرد سرِ پیمانه گردیدم
به پیشِ غیر با من نامناسب دید آمیزش   ز انداز نگاهی یافتم بیگانه گردیدم
کجا در بزمِ من آن شمع بی پروا قدم زد   خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سروِ سرفرازِ توام   مریدِ سلسلهٔ گیسوی درازِ توام
من از جنابِ تو دستِ حمایتی خواهم   چراغ سوختهٔ داغ جانگدازِ توام
نگاه تست به آزاد بیش از دگران   غلام معتقدِ حسنِ امتیازِ توام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم   ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم
ز من جدا شده دل رفت در پیِ دهنش   ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم
تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق   بیا درین دو سه شب بیتو داغ شد جگرم
شبِ وصل است گیر و اشکِ شادی راه دیدارم   چه باید کرد افتاد است با طفلی سر و کارم

دریدپردهٔ حیرت سرشک بیتابم — ز پشت آینه بر رو دوید سیمابم
شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن — اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم
یار را دیدن من در عرق شرم نشاند — از نگاه غلط خویش پشیمان گشتنم
بحقوق بندهٔ صاحب وفا رعایت کن — تصدق سر خود بوسهٔ عنایت کن
غریب شهر توام درد من تو می دانی — اگر دوا نکنی نوبتی عیادت کن
امیدوار گرفتاریم درین صحرا — ز دام جذبهٔ خود حلقهٔ کرامت کن
گره ز ابروی خود وا نکرد قاتل من — شهید این دو کمان مهره است بسمل من
چو شیشه که دران نرگس از هنر سازند — خیال چشم کسی جا گرفت در دل من
حباب خوش منشم مے زیم بوضع صفا — ز آب صرف بنا کرده اند منزل من
بحال مجلسیان طرفه گرم دلسوزی است — خدا زیاده کند عمر شمع محفل من
سپر حسن آن ذقن با زلف عنبر فام کن — سایهٔ و چاه است ای دل اندکی آرام کن
می رسد از خانهٔ آئینه سرشار جنون — این پری از سایهٔ خود شد گرفتار جنون
تیغ تو سینه را کرد افگار تا بگردن — این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی — در زر اگر نشیند زر دار تا بگردن
نگردد محو از لوح جهان حرف ثبات من — که باشد در دم تیغ قلم آب حیات من
دل آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت برحالم — که انشا کرد بعد از مرگ تاریخ وفات من
به دامان کسی جز دامن خود جا نمی گیرد — برنگ جوهر آئینه گر خیزد غبار من
تنها چو برق تا در مطلب دویده رو — بی انتظار قافله در خون طپیده رو
لازم بود زکوٰة مغیلان درین طریق — از خارهای بادیه دامن نچیده رو
نه از خلخال زرین زیور آن سرو سهی کرده — بپایش بوسه زد خورشید و قالب را تهی کرده
بزرگ و خورد جهان است در نیاز یکی — که هست شاه و گدا در صف نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری نهان در پردهٔ نی ناخنِ شیر است پنداری
سرِ دنبالهٔ چشمِ تو دارد خال موزونی کمر بستند با تارِ سیه تعویذ بیماری
به پشتی کار گیرد از صفِ برگشتهٔ مژگان توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری
دلِ آزاد را خشمِ بتان غمگین نمی سازد نگردد در هوای آتشین آئینه زنگاری

آئینه وار تصفیه گر آرزو کنی دل را ز آبِ دیدهٔ خود شست و شو کنی
گفتم باو - چرا شکنی دل - جواب داد در ملکِ من ترا نرسد گفتگو کنی
زیبد ترا اگر به لباسِ برهنگی از نقشِ بوریای قناعت اتو کنی
آزاد پیرِ میکده ارشاد مے کند در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانه به ویرانهٔ ما می آئی می توان یافت که از شهرِ وفا می آئی
طرز شوخی نگذارد که نشینی یکجا به تماشای چمن یا بحنا می آئی
می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن گر به گلگشتِ مزارِ شهدا می آئی
بر سرِ مشهدِ آزاد شنیدم امروز که تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قربِ بدنی تشنهٔ دشتِ عقیق است سهیلِ یمنی
داد آزاد گهرها قلمِ واسطه را هست رسمِ شرفا پاسِ حقِ هموطنی

نمود جلوهٔ اعجاز شمعِ مطّلبی نماند شوخیِ چشمِ شرار بولهبی
فدای خاصیتِ وادیِ عقیق شوم که کرد ریگِ روانش علاجِ تشنه لبی
زیارتِ تو کند آفتاب هر شب نذر رود صباح جلو ریز جانبِ غربی
ز بسکه ذوقِ شکستِ تو داشت ساغرِ ماه گرفت رنگِ نزاکت ز شیشهٔ حلبی
خوش است حسن تقاضا ز باغبانِ کریم نصیب ذائقه ام کن حلاوتِ رطبی
بآفتابِ نبوت رسانده ایم نسب توان ز ذرهٔ ما دید نورِ خوش نسبی
بملکِ هند چو من نیست طوطئ آزاد که کرد تربیتِ من شکرلبِ عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین　　پروانۂ او چراغ ماه و پروین
نخلِ قدِ او درین چمن سایہ فگند　　برق جہانیان نہ بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالی

بن سید محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی - ولادت او بیست ویکم شوال روز دوشنبہ سنہ ست عشر ومأتہ والف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیہ سابق واسطۃ العقد فضلا است وحالا بیت الغزل شعرا - صاحب شان عالی است - وعزیز مصر صاحب کمالی - زلیخای دانش را در پیرانہ سری بہ خلعت جوانی نواختہ - وحاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچہ مرتبہ ارزان ساختہ - طبع دقیقش نشتر عروق اشکالات - قوت حافظہ اش پریخانہ فراوان معلومات - عملی کہ ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش - وحسن خلق کہ گل سرسبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش

من شکستہ بال ومیر صاحب کمال دخترزادہای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نوّر اللہ ضریحہٗ - از بتاشیر ایام زندگانی تا اواسط ہنگام جوانی درس آموز یک دبستان - وعندلیب یک گلستانیم - کتب درسی از بدایت تا نہایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی بَرّدَ اللہُ مضجعہٗ گذرانیدیم - ولغت وحدیث وسیر نبوی در خدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجلہ اللہ تعالی بسند رسانیدیم وعروض وقافیہ وبعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالی اخذ نمودیم -

طریق تحصیل چنین بود کہ پیوستہ دو کتاب یا کتابی واحد از دو مقام بسماعت و قراءت یکدیگر مے خواندیم - وشبدیز سعی در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیانا یکی را عارضۂ روی داد سبق دیگری در معرض توقف مے افتاد - ودر وقت اقامت وطن وکسب علوم چندی اوقات در افادۂ طلبہ نیز صرف گردید -

میر محمد یوسف در سنہ سبع و خمسین و مأئۃ و الف (۱۱۵۷) در دار الخلافہ شاہجہان آباد از بعض فضلاء آن بلد علوم ریاضی ہیئت و ہندسہ و حساب و غیرہا خواندہ قدرتی عالی در فنون ریاضی بہم رساند۔

و بہ ارادت سید العارفین میر سید لطف اللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ استسعاد یافتہ ہموارہ بطاعت و عبادت و بمطالعہ و مباحثہ کتاب می گذراند۔ و باوصف شواغل معاش تعمیر اوقات از دست نمے داد۔

و میر کتابی تالیف نمودہ باسم "اَلْفَرْعُ الثَّابِتُ مِنَ الاصل الثابت" مشتمل بر چہار اصل و خاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید کہ تحریرش بسیار متین و لطیف واقع شدہ و مطالب بلند و مقاصد ارجمند فراہم آوردہ شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَہٗ۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید ؎

میر یوسف عزیز مصر کمال　　از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شہود رقم　　نسخۂ تازۂ بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ　　کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق　　یادگاری ز خامۂ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد　　گفت۔ شمع مجالس تحقیق

۱۱۶۲ھ

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنے دارد۔ و نسائم انفاس ہمایونش خرامیدنے ؎

ز جام مہر لبو ہمچو بدر ہستی ما　　بقدر وصل شود محو یار ہستی ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر　　چہ نامہا کہ برآوردہ است پستی ما
ز طرف دامن پاک تو کامیاب نشد　　بخواب ہمچو زلیخا دراز دستی ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم　　ز آفتاب رخت رنگ باخت ہستی ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف | غبار آینه گردید خود پرستی ما

از نالهٔ ما در دلِ جانان اثری هست | پیوند سرِ رشتهٔ ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی | افتاده به کنجِ قفسی بال و پری هست
قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است | بسمل شدهٔ قدِّ ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دلِ سوختهٔ من | شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوزد جگرم از اثرِ گرمی آهش | دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست
پیغامِ من و بادِ صبا این چه خیال است | در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانیِ چاهِ ذقن از خود شده یوسف | داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده می رویم | صد جاده سوختیم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس | آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاهراه عشق نداریم کاهلی | چون شمع در مقام خود استاده می رویم
در دور چشم یار شکستیم توبه را | بیرون ز دام سبحه و سجاده می رویم
در راه شوق تا سر کوی تو عمرهاست | بی دست و پا چو جادهٔ افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل | یوسف عنان خویش ز کف داده می رویم

از تواضع رتبهٔ صاحب کلاهی یافتم | یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم
تا تغافل کرد دیدم سیر آن طنّاز را | التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت | کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم
نامهٔ اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام | حرف انجامش همین لطفِ الهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی | در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی
یوسف نتواند که کند نعت ترا | آغاز دو عالمی و ختمِ رُسُلی

شاهی که لباس نور پیرایهٔ اوست   خورشید و قمر بهره ور از مایهٔ اوست
هرچند که ذات پاک او سایه نداشت   اما دو جهان غنوده در سایهٔ اوست

گر مهر رخ تو جلوه پیرا نشدی   یک ذره ز کائنات پیدا نشدی
در نقطهٔ نور نگشتی مرکز   نه دائرهٔ فلک هویدا نشدی

خود شافع محشر است شاه مردان   این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو که عبادت است دیدن او را   چشمی بگشا بروی شیر یزدان

دریاب بهار گل و ریحان نبی   سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایهٔ کونین ازینها بر گیر   کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل به مشارٌ الیه فرستادم ؎

جان می طلبد لقای یوسف   دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن   از نکهت جان فزای یوسف
آزادم و بوده ام گرفتار   در سلسلهٔ هوای یوسف
از دیدهٔ شوق تکمه سازم   وز پردهٔ دل قبای یوسف
گیرند بسرمه خاک راهش   چشم من و خاکپای یوسف
مصر دل من همیشه آباد   از جلوهٔ دلکشای یوسف
هم عمر برادر شفیقم   از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا   نقد دل من بهای یوسف
او قدر شناس بندهٔ آزاد   من شیفتهٔ ادای یوسف

مشارٌ الیه در جواب این غزل طرح کرده ارسال فرموده ؎

سلطان جهان گدای آزاد   جم مرتبه بینوای آزاد
پهلو ز کنار من تهی کرد   این دل که شد آشنای آزاد

شوریده بسانِ قمریم کرد   سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید   بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من   گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرویش   وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من اداکرد   یک عمر کنم دُعای آزاد
گر جمله زبان شوم چو سوسن   دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف   من در گرد هوای آزاد

وایضاً این غزل به فقیر تحریر نموده

تا دلم از رهِ تو دُور اُفتاد   چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریهٔ من   کوه را داد ناله ام برباد
دلِ من قمری است زمزمه سنج   سروِ موزونِ من قدِ آزاد
که رساند غبار من به درش   کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش   یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم   این نگین را چه خوب نقش اُفتاد
به که بر دوستان بیان سازم   ربط اورا برائے استشهاد
من و او ئیم از ازل توام   سینهٔ ما یکے ست در میلاد
هر دو بودیم موردِ یک فیض   درس خواندیم پیش یک استاد
وقت تحصیلِ ما به بیضاوی   مشترک بود کسب استعداد
چون کمر بست جانب حرمین   بهره اندوز شد ز خاک مراد
سعی یک عمره کرد از پیِ من   دلِ او باد از صفا آباد
چه توان کرد شرح احسانش   جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جهان یاد چون تخلص خود　　یا رب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) غلام میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سرہ که در فصل فقرا از دفتر اول مذکور شد۔

تولد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنہ احدی عشر و مائة و الف (۱۱۱۱) دست داد و او همشیرہ زادۂ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نوّر اللہ مضجعہٗ۔ هرگاه خبر تولد او به علامۂ مسطور که با خلد مکان در نواحی قلعہ ستارہ تشریف داشت۔ رسید حضرت علامی خواست که تاریخ تولد او ضبط نماید۔ در همین فکر خواب برد۔ در عالم رویا صورت مولود را دید که می گوید ع نور چشم باقر عبد الحمیدم

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل بر آمد۔ سه مصراع دیگر فراهم آوردہ قطعه در بحر رمل مسدس سالم که سه بار فاعلاتن باشد نظم کرد که ؎

نور چشم میر باقر گفت با من　　چون گل خورشید در عالم دمیدم
سال تاریخ تولد خود بگفتم　　نور چشم باقر عبد الحمیدم ۱۱۱۱

و به مردم بلگرام قلمی فرمود که این مولود مسعود شاعر خواهد شد۔ آخر نوعی که از زبان شریف بر آمدہ بود بظهور رسید۔

مشار الیه در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و هندی ممتاز اقران۔ تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ نمود۔

و سلیقۂ او با ترتیب نظم نهایت مناسب افتاد۔ بیما شعر هندی که درین فن کوس یکتائی می نواخت۔ و طوطیان هند را دوچار آئینۂ حیرت می ساخت۔ برخی از نورسان

حدیقۂ طبعش در فصل ثانی جلوہ می کند

ونیز در موسیقی وساز ہندی نقش مہارت می زد۔ با این ہمہ ہنر ہا در میدان شجاعت دلیر بود۔ و در فن تیر اندازی بی نظیر۔

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[1] پیش آمد میر غلام نبی در معرکہ مفقود گردید۔ و چون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید۔ واین سانحہ بیست و دوم شوال سنہ ثلث وستین ومائۃ والف (۱۱۶۳) مابین بیتالی وسہاور از توابع اکبر آباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحید زمان سید خوش سخن ‏ ‏ بہ فردوس مے زد ز جام نبی
قلم گریہ سر کردہ تاریخ او ‏ ‏ رقم کرد "ہی ہی غلام نبی"

فیمابین میر و فقیر محبت تام بود و سالہا در بلگرام و شاہجہان آباد و الہ آباد ہم صحبت بودیم۔ حیف کہ این چنین ہم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد و انجمن یاران را بی حلاوت ساخت۔

میرزا جانجانان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

ہمیشہ در دلِ خود یاد زلف او دارم ‏ ‏ فسونگرم کہ چنین مار در سبو دارم
از خرام او دری بر خویشتن وا می کنم ‏ ‏ عالم بالا درین عالم تماشا می کنم
آخر از تیرگیِ بخت نگین کام گرفت ‏ ‏ کہ ز لعلِ لبِ او بوسہ بہ پیغام گرفت
بسکہ شد آغوش ہستی منزلِ آرام من ‏ ‏ چون نگین در موم ہم بالا نگردد نام من
ہمرہِ خود این رقیبِ بدرگ آوردی چرا ‏ ‏ من نہ آن صیدم کہ بگریزم سگ آوردی چرا

[1] مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۳۶۷۔۳۶۴ تذکرہ صفدر جنگ۔

خط ز زلف تو برخ بزور گرفت — جای مار این هجوم مور گرفت
تا نمک ریخت به جراحت من — لب شیرین یار شور گرفت
در چمن چون گل بنا شد آشنای عندلیب — گر نه دل زر بر آرد از برای عندلیب
در چمن گل بر کف خود زعفران آورده است — تا بدل با خنده سازد گریهای عندلیب
دوزخ عشاق باشد بی رخ جانان بهشت — باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب
داد از دست نگاه تو که هنگام وصال — چون تغافل دید از دست حیا ساز کند

رباعی

آنها که براه بی هراسی شده اند — در خلق علم بحق شناسی شده اند
در باب که این خدا فروشان جهان — در ترک لباس خوش لباسی شده اند

(۱۲۵) عجیب - سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدین جد القبیله یکی از قبائل اربعه محله سیدواره و برادر خاله زادۂ حقیقی جد جلیل میر عبد الجلیل است۔

خوش خلق و ظریف بود۔ و سلیقه نظمی داشت۔ در مدح سیدی می گوید

گل همان به که ز گلزار پیمبر باشد — مل همان به که ز میخانۂ کوثر باشد
گوهر آن نیست که از نطفۂ نیسان زاید — گوهر آن ست که از معدن حیدر باشد
ای خوشا تازه نهالی که به بستان شرف — دست پروردۂ زهراء مطهر باشد
آنکه از جبهه او نور سیادت پیدا است — عالم افروز تر از نیر اکبر باشد
در زمینی که بخندد گل خلق حسنش — هر کف خاک بخاصیت عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی — چمن آرای جهان این گل احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب — زانکه از حوصلۂ خامه فزون تر باشد

اداخرایام زندگانی همراه نواب مبارز الملک سربلندخان تونی۔ جانب گجرات احمدآباد رفت و درآنجا این بیت فارسی و هندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم به سمند — ٹیلۂ هفت آسمان ٹپ جائے

قضارا برطبق مضمون بیت درسنہ اربعین ومائة والف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلوریز ساخت که گردی از هیچ جا برنخاست۔ عمرش قریب به شصت سال بود۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۲۶) بیخبر۔ میر عظمت اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس اللہ اسرارہما گلهائی مناقب و الا از چمن اول باید چید۔ و روائحی که مشام ملأ اعلی را معطر سازد باید شنید۔

میر بی نظیر از عرفاء شعراست۔ و از صوفیۂ صاحب لسان۔ و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان۔ طرز کلامش به نمکینی ادای خوبان و اندازبیانش به دلنشینی عشوۂ محبوبان۔ نکہت خلقش سرمایۂ ختنہا۔ و رنگینی صحبتش سازو برگ چمنہا۔ خاص و عام راغب مجلس خاص بودند۔ و درخور استعداد طرفی می بستند۔

بیخبر تخلص بجا می کرد که باخبر بیخبر بود۔ و برقول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود که ؎

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز — ورنہ در مجلس رندان خبری نیست که نیست

و او را با میرزا عبدالقادر بیدل ملاقات است۔ در تذکرۂ خود مسمی به "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کرده۔ در ینجا کلام او نقل کرده میشود:۔

"فقیر را که اتفاق دید دا دید ایشان افتاد۔ حقا که درکمال خلق ومزه و درد وشوق یافتم۔ تاکه
"تشنه بودم سوای اشعار مقتضی شوق و نفر دیگر حرف برزبان نراند۔ بنده گفتم ضیافت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی ہمچو شما ہمرنگ را غنیمت یافته ایم۔ بعد ازان این
"سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود ها خوانده شد نقل گرفته برخاسته رخصت فرمود۔ ابیات اگرچه
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجهت اتمام تقریب نوشته می شود ؎

"این قدر هرزه چه پویی راست دیدن عبث است　　چاک کن سینهٔ خود را سر راهی دریاب
"بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را　　کشد پائین محفل قدر من بالانشینان را
"خون شدم بیخبر ز دست تهی　　جامهٔ فقر رنگ باید کرد

"برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد۔ میرزا فرمود۔ در فقر
"مرتبه ایست تا خدا کرا نصیب کند۔ مجملاً شرح آن این مصراع بیخبر است که ع
"دولت پاینده در دست تهی ست

"وآنچه میرزا از اشعار خود به تقریبها خواند تاکجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
"آید ؎

"بیدل همه تن خاک شدی لیک چه حاصل　　در خاک نشستی و بران در نه نشستی
"گویند بهشت جای خوبی ست　　آنجا هم اگر دماغ باشد
"واین بیت خاقانی هم خوانده بود ؎
"همسایه شنید ناله ام گفت　　خاقانی را دگر شب آمد انتهی

در سنه اربع وثلثین ومائة والف (۱۱۳۴) میر و فقیر از بلگرام تا شاهجهان آباد
هم سفر بودیم۔ و چون کواکب سیاره به شرکت گردون راه پیمودیم۔ تمام راه بحظ دلخواه گذشت
این چنین سفر بمراتب بر حضر رجحان دارد۔
"روزی نقل فرمود که هرگاه این مطلع از من سرزد ؎

از صف مژگان خونریزش نگاه آید برون | چون سوار یکه تازی کز سپاه آمد برون

شخصی که خود را شاعر می گرفت مطلعی در جواب انشا کرد- چون مطلع او از معنی معرا بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود- جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست-

میر خط شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت- و در موسیقی هم فهم رسائی داشت-

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است- از دیوانش این اشعار بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد-

بهائی نیست بجز از نقد تحسین شعر موزون را | مده هرگز بجوهر ناشناس این در مکنون را

نباشد این قدر آسان بتحقیق سخن رفتن | خدا رس می شود هر کس رسد انداز مضمون را

مکن جمع آن قدر دولت که گردد بار بر دوشت | فرو سنگینی زر برد زیر خاک قارون را

مکن ای صبح ضائع بر جبینش صندل خود را | که دوران سر از دود دل خلق است گردون را

ز مسِ دختر رز هر که شد علامه می گردد | که حکمت منکشف از خم نشینی شد فلاطون را

سخت زندانی ست هستی ای ز خود غافل برآ | می شوی پابند آخر بیشتر زین گل برآ

ما غریبان را بزیر خاک هم نگذاشتند | صبح محشر می کند فریاد کز منزل برآ

تا توان لیلی شدن حیف است آهنگ جنون | این چنین کز خویش بر می آئی از محمل برآ

عالمی در انتظار آن وفا بیگانه مرد | کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل برآ

تا کی نهی برای صبوحی بباغ پا | چشم کسی به بین و بزن بر ایاغ پا

صد کاروان بروشنیم راه می روند | در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا

آن را که زیر خاک کند چرخ مرده نیست | چندی دراز کرد به کنج فراغ پا

کس نیست بعالم که شود همنفس ما | ای بیکسی اکنون تو شدی دادرس ما

مائیم بصد رنگ گرفتار محبت | فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما
کی بود بازیچهٔ شادی و غم آئین ما | گردش احوال قربان است بر تمکین ما
ناخن اول در دل شاعر زند شعر بلند | تیغ خون آلوده آید مصرع رنگین ما
در قیامت هم نگردد از هم مژگان او | بشنود فرهاد گر افسانهٔ شیرین ما
ما به هفتاد و دو ملت صلح کل داریم و بس | جادهٔ دارد بهر مذهب طریق دین ما
صحبت یاران موزون سرو گل از یاد برد | غیرت گلزار باشد مجلس رنگین ما
تا سر از زانوی آن آرام جان بر داشتم | نیست غیر از ساعد خود تکیه بالین ما

تا به کی داری چنین حیران و سرگردان مرا | یکدم ای ظالم بگرد خویشتن گردان مرا
غیر را در بارگاه دیدهٔ من دخل نیست | چوب حجاب است گرد چشم این مژگان مرا

سلامت در جهان عزلت بود تنها نشینان را | که باشد صد خطر بیرون در خلوت گزینان را
بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را | کشد پائین محفل قدر من بالا نشینان را
نمی بیند میانش را کسی یارب نمی دانم | مگر در چشم افتاد است مو باریک بینان را
بچشم عارفان زلفی در رخساری است کفر و دین | جز از حلیهٔ آن ذات باشد پاک دینان را
شود از پیش بینی نقد حاضر نسیهٔ غائب | قیامت بر سر انشا و است دائم دوربینان را
ز یاران لباسی کی نماز عاشقان آید | وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را
در اول گام بر پا می کنند ایشان قیامت را | چه سان یک کوچه بیند کسی این نازنینان را

کوهی رضا گزین نه غم خیر و شر برآ | تسلیم کن سر خود و از درد سر برآ
تا کی اسیر هستی موهوم بودنت | دستی بجود فشانده چو آه از جگر برآ

حق ندانستی و در دل نقش بستی باد را | تا کجا در مشت خواهی داشتن ظالم باد را
دشمنستانی که غفلت فرش راحت گسترد | خواب شیرین بهتر از شیرین بود فرهاد را

برنگ آئینه کسب دگر بود ما را | گذشتن از همه جوهر هنر بود ما را

نه می باقی نه مانده از رفتنت میخانهٔ ما را ‌ ‌ خیالی بیش نبود می کفِ پیمانهٔ ما را

کمندِ وحدت از گردن کشد زلفت فقیران را ‌ ‌ کند مجنونِ صحرا گرد چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را ‌ ‌ یک مصرعِ بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمدستم از صحبتِ اخوان مرا ‌ ‌ کوچهٔ مصرِ فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد منّتِ منعم گوارا مفلسِ ما را ‌ ‌ ز نام کیمیاگر رنگ می گردد مِس ما را

ای بدورِ گردشِ چشمِ تو خوش ایام ما ‌ ‌ نرگسِ شهلاست از یادِ تو صبح و شام ما

صبحدم چون کرد وا آن چشمِ خواب آلوده را ‌ ‌ جام می آمد بکف هر دست برهم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست ‌ ‌ گرم چون گردید جا فرشِ نمد باشد مرا

نمی گویم بلندی برگزین یا سیرِ پستی کن ‌ ‌ بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی زشوخیِ نازِ تو کس نیاسود است ‌ ‌ نشستن و خرامِ تو می کشد ما را

برگزین حضرتِ دل عزّتِ شاهی دریاب ‌ ‌ باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

این قدر هرزه چیب وراست دویدن عبث است ‌ ‌ چاک کن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب

کیست کز گردشِ چشمِ تو بجائی نرسید ‌ ‌ آخر ای شوخ مرا هم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا دریا بار ‌ ‌ لذتِ این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر هرچه از خانه برون می آئی ‌ ‌ باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

نمک چشم شکر خواب می کند مهتاب ‌ ‌ پیاله را گلِ مهتاب می کند مهتاب

گرچه بالای سراپا نازِ هر دلبر بلاست ‌ ‌ پیشِ مصراعِ قیامت قامتِ معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیلِ جائی بیش نیست ‌ ‌ آنچه پنداری بقا آخر به تغییرِ فناست

شکوه از بیوفائیهای معشوقم نبود ‌ ‌ یار چندانی که شد بیگانه آخر آشناست

نشّهٔ دیگر توان در می پرستی یافتن ‌ ‌ بیخبر گر ساقیِ کوثر علیِ مرتضاست

ترکِ محبتِ من ناشاد کرد و رفت ‌ ‌ گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بر نخورد　　ای من گواه او که ترا یاد کرد و رفت

پرویز هم ز قربت شیرین نیافت است　　از دور آن نگاه که فرهاد کرد و رفت

هرکس که دید مصرع برجستهٔ قدش　　چشمی کشود و بر سر او صاد کرد و رفت

رنگ ثبات نیست درین گلشن دو روز　　خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت

دائم بنای بیت سخن می کنم بجا　　هرکس تلاش در حق اولاد کرد و رفت

دیگر کسی چه در پی او بیخبر فتد　　گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

کیش اگر کفرست و گر اسلام دینی بیش نیست　　حاصل چندین گمان آخر یقینی بیش نیست

آنکه ما در جلوهٔ او دست و پا گم کرده ایم　　آسمان بر خاک درگاهش جبینی بیش نیست

آشنائیهائی دریا محنت بی حاصل است　　گوهر مقصود در خاک خراب ساحل است

نزد این صورت پرستان کز انا الحق منکر اند　　حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است

قامت معشوق می روید بجای نیشکر　　دیده ام بند محبت را زمین قابل است

نقص خود دریافتن باشد کمال آدمی　　ورنه هر ناقص که بینی در حقیقت کامل است

یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر　　دستی از بالای دستی هست دست باذل است

گرچه خلقی دیده ام از دام تعلق جسته است　　بر نیاید تا کسی از خود کجا وارسته است

سبزهٔ خط نیست بر رخسار آن آئینه رو　　بسکه آب حسن او استاد زنگی بسته است

گرچه شب در خواب روزم در قدح نوشی گذشت　　این قدر شادم که عمر من به بیهوشی گذشت

خواهش ملک سلیمان ابلهی است　　دولت پاینده در دست تهی است

طفلی که بر احوال شهیدان نظرش نیست　　مردیم که از شوخی خود هم خبرش نیست

هرگز فروتنی نگزیده است پیکرت　　خاک ره کسی نشدی خاک بر سرت

همچو آن شامی که روشن گردد از رنگ شفق　　کاکلت از تاب رخسار تو زنجیر طلا ست

بهر رنگ آن ندا کز جانب دیگر صدا برگشت　　چو بر گرد دید بیرون رفتنم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد آه در زلف شکن در شکنش چیزی هست

خدا را دیده ام اما پیمبر سید به قربانش روم یارِ قدیم است

ستم رسیدهٔ غمهای دهر می داند که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است

بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است

به بالِ دیگری گر می پرد کس به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست

هرگز نبود قابلِ خط صافیِ رخت شرمم تو آب ریخت بر آئینه زنگ بست

هزار بار توان کرد با خدا شوخی ولیک دم نتوان زد به مصطفی گستاخ

این سروها که سر به گلستان کشیده اند شمشیر بازیِ قدِ او را ندیده اند

هر چند حسن از پسِ صد پرده رُخ نمود ناموس پرده ایست که رندان دریده اند

کردم نگاه صفحهٔ تصویرِ خویش قدان صورت گران شبیه تو بالا کشیده اند

جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند

کیست تا از دستبردِ حسن صورت بگذرد معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد

هر قدم مژگان گیرائی ست خار این طریق مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد

بسکه کم گردید تعظیمِ بزرگان از جهان وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد

کی بود یارب که ما کوسِ خداوندی زنیم حیف اوقاتی که در قیدِ عبادت بگذرد

بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید بگذرد عمر عزیز و در اطاعت بگذرد

یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید

عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد رفتم از خود این جهان و آن جهان بیهوده شد

بی حلاوت نیست عسرت در جهان نان چو شد کمیاب شیرین می شود

هزار بین شده چشمم ز شوخیِ حسنت غنیمت است که این احولان دو می بینند

در لباسِ تو است یار مدام نیست مفلس چرا کهن پوشد

معنی از دل بر نمی خیزد ز ضعف مشتری   از گرانبهای قیمت گوهرم در بحر ماند

جز چشم کبود او که دیده است   بادام که پسته مغز باشد

کنون که پیر شدی از خودای فلان بگذر   ز قد خم شده چون تیر از کمان بگذر
کسی ز هر دو جهان و کسی ز خویش رود   نمی روی تو اگر این چنین، چنان بگذر

ما هم اندر پیچ زلف او گرفتار آمدیم   اتفاق طرفه افتاد یاران شب بخیر

نه چینی شکند این چنین نه شیشه ز سنگ   بآن صدا که ز دستت دلم شکست امروز

خوشا جهان تهی دستی و غریبانش   زوال نیست در اقبال بی نصیبانش
فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این   پرید رنگ مگر از رخ غریبانش

کسیست تا ز من رساند هم مرا پیغام خویش   کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش
عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود   پیش پا افتاده می بیند چراغ انجام خویش

خود پسندی ست حرفی از خویش   آینه پیش کرده رو سوی خویش

دماغ نازک فقرم ملامت بر نمی تابد   همان وا کرده دستار از برای درد سر بستم

گرد ملال کز دل صد چاک بیختیم   برداشتیم و بر سر مقصود ریختیم
بودیم پای سعی ولی از نهیب خار   چون سایه در حمایت دامن گریختیم
تا آمد است فرد حقیقت بدست ما   سر رشتهٔ حساب دو عالم گسیختیم

نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم   بیا و دوست سلامی که ما دماغ نداریم
به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند   که ما به کلبهٔ تاریک خود چراغ نداریم

بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدیم   وحدتم در غیرت آمد یکه بر لشکر زدیم
سهل نبود زخم تیغ ناز او برداشتن   بارها زین سرگذشتم تا گلی بر سر زدیم

یاوت هرزه بخشید دل از رزق بریدیم   تا نام تو گرفتیم و لب خویش گزیدیم
آخر نشود سلسلهٔ حسرت عشاق   آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم — این بار گران بر سر خود دیده خمیدیم
یارب چه لطافت بود آن غیرت گل را — جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم

سروِ قدّت تو نهالی ست که من می دانم — چشمِ شوخِ تو غزالی ست که من می دانم
آنچه در چشمهٔ حیوان ست خضر می داند — در لب یار زلالی ست که من می دانم
زاهد از چشم بتان روغنِ بادام طلب — سرِ خشکِ تو سفالی ست که من می دانم
بارها از سخنِ خویش بوجد آمده ام — قال را رتبهٔ حالی ست که من می دانم
دردلم زین ره و رسمی که جهان می دارد — بیخبر سخت ملالی ست که من می دانم

مدتی شد که در خیالِ خودیم — پر فشاندیم و زیر بال خودیم

من بهر جه آن پری رو را تماشا کرده ام — همچو گوهر چشم خود بر شش جهت وا کرده ام

بتی کز چشم عالم شد نهان من دیدنی آیم — شود قربان خود گرد سرش گردیده می آیم

فیض سخن است اینکه بهر بزم رسیدیم — از بال و پرِ مصرع برجسته پریدیم

بهر تحقیق خود از پیش خدا می آیم — فکر بسیار بلندم ز کجا می آیم

نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم — توکّل هر کجا رخصت دهد چون داغ بنشینم

دستِ طلب به دامن آن خوش کمر زدم — دیدم که پر تهی ست کشیدم بسر زدم

مرا بر مسندِ جم می نشانند — الهی بر سرِ آن کو نشینم

زبس صحرای امکان وحشت انگیز ست در چشمم — در اول دیدنی همچون نگاه واپسین جستم

زبسکه تنگ شدم درمیانِ هر دو جهان — رهی نماند که در خود گریختم رفتم

بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند — ما هم از دستِ ردِ خود چیزها بخشیده ایم

کجا تابِ رخِ خورشید دارد دیدهٔ شبنم — تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم

درمیانِ کشمکشِ ملایان مفگن خویش را — بیخبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم

از صفِ مژگان خون ریزش نگاه آید برون — چون سوارِ یکه تازی کز سپاه آید برون

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا | یوسفِ مقصود تو شاید ز چاه آید برون
رند می داند که بیرون آمدن از خویش چیست | زاهد ار جرعت کند از خانقاه آید برون
عالمی از بسکه غمگین رفت در زیرِ زمین | وقت آن آمد که جائی سبزه آه آید برون
سعی یاران چیست گردیدن طلا یا مس شدن | عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطرها چه باشد احتیاطِ شیشهها | دردِ سر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن
از دو چشم او نگه مستانه می آید برون | همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون
گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم | که نشست است غیر از گردکس بر پوست تخت من
کی شود یا رب که در بزم وصالِ آن پری | من ز خود آیم برون او از نقاب آید برون
دوش یار آمد بسویم تا کشم در بر گذشت | چون کمانِ حلقه بر گردیده ماند آغوش من
شبنمی اما توانی سیل صحرائی شوی | قطرهٔ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست | انتظارت می کشد دلبر که شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی | باش در کارِ کسی تا کار فرمائی شوی
فیض خودداری چراغِ قطره را روشن کند | آبروی حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش | نیست غیر از دردسر گر محفل آرائی شوی
مشاطه نیست محرم از حُسن روستائی | فرش است سبزه زائی زیبِ برهنه پائی
دلت پر می طپد بر اختلاطِ صحبتِ دُنیا | مبادا بیخبر بیدا کنی زین قحبه سوزاکی
بغیر در نتوان راه برد در منزل | به مصطفیٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم | تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید | غافل چه نشستید شما هم هستم
حق است دگر چه تقریر کنم | این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل   من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت اللہ در شاہ جہان آباد روز دوشنبہ بیست و چہارم ذی القعدہ سنہ اثنتین و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ و در جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ مدفون گردید۔

جامع اوراق در وفات او قصیدۂ انشا کرد کہ ہر مصراعش تاریخ است و مطلع و حسن مطلع بیخواست ذو قافیتین اتفاق افتادہ۔ پارۂ ازان قصیدہ بر نکتہ سنجان عرض می شود ؎

می زند جوشِ تلاطم بازِ عمّانِ الم   اشک می ریزد بہ بردیِ لوحِ مژگانِ قلم
صفحۂ احوال ماتم سینۂ مجروحِ گل   سنبلِ زلفِ بیانِ چیدہ پریشانِ صنم
طائرِ آسودگی در سیرِ پروازِ فنا   آہوِ ہامونِ طاقت برقِ مہمیزِ عدم
چہرہ پردازِ ازل گویا بہامون برکشید   یک قلم چون علقِ بسمل چشمِ آہویِ حرم
شعلۂ اندوہ می بالد بہ صحنِ روزگار   صبحِ محشر می زند از مطلعِ آفاق دم
از حسابِ نوحۂ گیتی چہ می پرسی دگر   بانگ آہی می کشاید پردۂ گوشِ اصم
بیدلان در کہنہ عالم حلقۂ شیون زنند   ہر یکی دارد بہ سیلابِ تحزن دیدہ نم
لیکن از ادراکِ کاملِ سیّدِ شیرین بیان   طرفہ نہری قدسیان چیدند باہم در ارم
شمعِ بزمِ اہل بیت و کوکبِ اوجِ صفا   مطلعِ صبحِ ہدی ہم شاعرے نازک قلم
عیسی معجز بیانِ افصحِ شیرین زبان   زبدۂ مشکل کشایانِ فصیحانِ عجم
کلکِ آن دریای جوہر ابرِ نیسانِ بہار   موجۂ سنبل نزاکت زلفِ دل جوئی رقم
زادۂ کلکش بود حرفِ طلسمِ رازِ حق   نسخۂ دیوان او دارد پیامِ جامِ جم

(۱۲۷) فقیر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالی

خلف الصدق میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی قدس سرہ السامی۔ منشاطۂ طبع

همایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید- و درین محفل برقع ازروی پری زادان معانی می کشاید-

اکثر سایۂ التفات بر سر سخنِ موزون می گسترد- و این خانه زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد- اشعار او از قصیده و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آه سردی برنخاست | خانۂ هستی ز پا افتاد گردی برنخاست
در حضورِ شمع جان بی صرفه می سازد نثار | از نژادِ عشق چون پروانه مردی برنخاست

از یار پیام دغلی را چه کند کس | این قندِ خوشاب عملی را چه کند کس
بلبل نسیان قدر شناسد چمن را | در باغ دماغ جعلی را چه کند کس

قبای عقل که پودش غم است و تار افسوس | اگر ز عشق نشد پاره صد هزار افسوس
برون ز حلقۂ نقش قدم چگونه زنم | که پای همت ما را گزید مار افسوس

صفای آینه از شستشو نمی آید | علاج دل سیهی از وضو نمی آید

در وجودیم و لی رو به عدم می داریم | در گلو این رگِ جان رشتۂ حب الوطن است

زیر فشانی مرغانِ روح شد روشن | که دلنشین تن را حتِ قفس هم نیست

دین و دل جان و تن ز دست همه | آه بی فرقِ او خدا چه می کنم

گرچه بر چشم فقیر از دام سعیِ مال و جاه | احتیاجِ آب و نان آخر شکارم کرده است

بعد اتمام تذکره- میر نوازش علی شب دوشنبه هژدهم شعبان سنه سبع و ستین و مائة والف (۱۱۶۷) به عالم قدس خرامید- و در جنب جد خود میر سید لطف الله قدس سره مدفون گردید- محرر اوراق گوید ؎

روشن دلے سپهر نفیسه پاک گوهرے | وا حسرتا که دامن ازین انجمن فشاند
دل را طپید و نالۂ تاریخ را کشید | میر یگانه میر نوازش علی نماند

۱۱۶۷

(۱۲۸) غریب سید کرم اللہ بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمہا اللہ تعالیٰ۔ تولّدا و دوم شعبان سنہ خمس وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۵) رو نمود

جوانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عبا ست۔ بہ انواع قابلیت آراستہ و بہ تہذیب اخلاق پیراستہ۔ بیعت بخدمت برادر والا گہر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ بجا آوردہ۔ و از آغاز تا انجام تربیت در صحبتِ ایشان یافتہ۔ و بحکم وراثت از مذاق صوفیہ صافیہ کامیاب است۔ و در سلیقہ شعری کامل نصاب۔

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نمودہ۔ و اشعار فراوان در خزانہ حافظہ فراہم آوردہ۔ این چند بیت از وی آید۔

بسکہ دودِ نالۂ من در سرش پیچیدہ است ❊ ہمچو فانوسِ خیالی آسمان گردیدہ است

لعل باآن سرخیِ پا وزنِ پاسنگی نداشت ❊ دل بہ میزانِ تأمل ہر دو را سنجیدہ است

بعد عمری آشنا شد دلبرِ نامہربان ❊ میتوان دانست قدرِ آشنا فہمیدہ است

بعد مردن ہم بہ اُمیدِ وصالِ آن پری ❊ چشمِ من در خود نگاہِ واپسین دزدیدہ است

کرد یادِ نگہِ شوخِ تو بیمار مرا ❊ داروی نیست بجز شربتِ دیدار مرا

بسمل اُفتادہ ام از تیغ فراقش شاید ❊ دل طپیدن برساند بہ درِ یار مرا

دل نہ تنہا از سرِ کوی بتان ناشاد رفت ❊ آہ این مشتِ غبار من ہمہ برباد رفت

نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر ❊ سرو را دیدم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

نمی دارم خیالِ ہمکلامی با لبِ لعلش ❊ بگوشِ خویش نامِ خود شنیدن آرزو دارم

دیدمش چون آسمانی چشم پرسیدم کہ چیست ❊ گفت این آہوز جولان در غبارِ خود گم است

آہ این برگشتگی از طالعِ من کی رود ❊ من ز طفلی خوردہ ام در کاسۂ گرداب شیر

مردمِ چشمِ او دلِ مارا ہیچو زنبور نیشدار گزید
بیک وزدیدہ دیدن خشک مغزی رفع می سازد نگاہش روغنِ بادام باشد ناتوانان را
چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دیدہ مرحبائی گفت

رباعی

شیطان چو در گاہ خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود
گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سرو آزاد۔ عزیب بیست و ہفتم جمادی الآخرہ سنہ تسع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید و در بلگرام مدفون گردید۔ مؤلف کتاب تاریخ بتعمیہ گوید

شاعرِ خوش گوی صوفی مشربے مُرد در عینِ جوانی یا نصیب
وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بہر تاریخ وفاتش یا غریب

۱۲ ۲۳
۵۴
۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفٰے بلگرامی قدس سرہ

بن سید عبد اللہ برادر زادۂ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ۔ سحاب قلم در دامن بحر بینشین دُر مناقب سامی ریختہ۔ و جوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ۔ درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی ابدا بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود۔ و نشئہ فقر و درویشی در بالا داشت ہموارہ بہ شیوۂ سپاہ گری کسب معاش ضروری می کرد۔ و نعل واژون زدہ شبدیز سیر فی اللہ جولان می داد۔

در سنہ ست و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دار الخلافہ شاہجہان آباد زیر سایۂ عنایت حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی جا داشت۔ مشارٌ الیہ نیز دران ایّام دران مقام بہ علاقہ نوکری نواب مبارز الملک سربلند خان تونی وارد شد۔ و مثنوی ترجمانِ اسرار قیومی مولانا رومی قدس سرہٗ از خدمت حضرت علامی سند کرد۔

دران نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبہ گجرات احمد آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گردید مشارٌ الیہ در رکاب نواب بآن دیار شتافت و چون حکومت گجرات از عزل نواب بہ راجہ ابہی سنگھ[1] مرزبان خطۂ مارو ار مقرر شد۔ و با نواب و راجہ صورت مخالفت رو نمود۔ و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد۔ مشارٌ الیہ در آن معرکہ جرعۂ شہادت چشید۔ و در سلک اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ منتظم گردید۔ و این واقعہ ہشتم شہر ربیع الاول سنہ ثلث و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۳) رو داد۔

بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شہدا در میدان یافتند الا سید غلام مصطفےٰ کہ ہر چند تفحص کردند اثری گل نکرد۔

پچند روز پیش از شہادت رباعی گفتہ بود۔ و از حال آیندہ اخبار نمودہ۔ رباعی این است ؎

در خلوتِ ماورای ما یاری نیست یعنی کہ بہ عرش و فرش اغیاری نیست
ما روح مجردیم ز آلایشِ مرگ ما را بہ جنازہ و کفن کاری نیست

سلیقۂ سید در انشاء رباعی مناسب اُفتادہ۔ و دریاہای حقائق و معارف بر طرز مولانا سحابی استر آبادی از منبع طبعش جوشیدہ۔ الحق ہر رباعیش چار موجہ ایست از بحر عرفان۔ و ترانہ ایست از پردۂ لامکان۔ ہر نکتہ اش تازیانۂ دلہای آگاہ است۔ و پرتوی از شعلۂ اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ۔

دیوان رباعیاتش مدون است۔ و مذاق فقرش از کلامش مبرہن ؎

---

[1] مآثر الامراء جلد سوم صـ۵۰۵ تذکرہ سربلند خان تونی۔

جز دوست هر آنچه هست اندیشهٔ ما | چون شعلهٔ آتش است در بیشهٔ ما
ما جام شراب عشق اقرب زده ایم | یعنی همه اوست در رگ و ریشهٔ ما

در عشق که فتح باب کردم همه را | سرمست شراب ناب کردم همه را
مرغان که همی زدند پر هائی دوئی | در نار یکی کباب کردم همه را

این هفت فلک که چون حباب اند ترا | تا در نگری همه دواب اند ترا
تو پادشهی ولی ز خود بیخبری | پا نه به مه و خور که رکاب اند ترا

هان حال رجال را ببازی مطلب | تا ساخته کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر | توحید حق از سخن طرازی مطلب

هر نشئه که هست از می ناب من است | جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چه خبر ز رتبهٔ عالی من | چون عالم بحت مستی خواب من است

ما را که نه عزّ و نه شرف درکار است | نی بحر و نه گوهر و صدف درکار است
در دیدهٔ دلی بهر شناسائی خویش | خاک قدم شاه نجف درکار است

این هستی من برون ز آب و خاک است | وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا | کین هیئت من کنه وجود پاک است

من عاشقم و رمیده از دشمن و دوست | از خویش گذشته نی بد و نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانها شده ام | کز روز ازل دریده ام چندین پوست

ای زنده تمام عالم از فیض دمت | خواهان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست که شد | سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

ما عاشق ذاتیم صفاتی دگر است | بیرون ز جهاتیم و جهاتی دگر است
با واجبی ایم ذکر واجب گوئیم | افسانهٔ نوبیس ممکناتی دگر است

از دیدن روی تو رسیدم در خود | یعنی که جمالت همه دیدم در خود

صد شکر که از شوق تماشای رخت | چون برق طپیده آرمیدم در خود

هر کس در خود بهار و باغی دارد | در کلبهٔ تاریک چراغی دارد
تو غرّه مشو که ماهیِ دریائی | غوکِ لبِ جوی هم دماغی دارد
زاهد که عبادتِ ریائی دارد | در مجمعِ خلق خود نمائی دارد
هر چند که الله بگوید هر دم | والله که الله هوائی دارد

آن فرقه که خویش را ولی می دانند | بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند | چون در نگری خلیفهٔ شیطانند

هر کس خفاش آفتابش باشد | کی محو جمال بی نقابش باشد
زاهد طلبِ مقام تنزیه کند | غافل که همان عین حجابش باشد

سر تا بقدم چو دیده می باید شد | یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشهٔ پر شراب با صد مستی | بر طاق بلند چیده می باید شد

وا رستهٔ دردها دوا را چه کند | بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطانِ جهان بال هما را چه کند | هر کس که بخود رسد خدا را چه کند

آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل | نی انجم و مهر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصهٔ عشق پائی زاهد لنگ است | آری نرسد بجای احمد جبریل

در دهر که غول و رهبرِ خویش منم | یعنی که مقر و منکرِ خویش منم
هر چیز فتاده است زیرِ نگهم | یک نیزه بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند ز اُستا کردیم | بیهوده تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخرکار | چون دفترِ وقت خویش را وا کردیم

بر مشت غبار خویش آبی زده ایم | یعنی که به بزم جان شرابی زده ایم
خفاش مباکه بر درِ خانهٔ خود | هر جا گلِ میخ آفتابی زده ایم

وقت است که دل ز دهر بر کنده کنیم | چون لاله و گل برین چمن خنده کنیم
در خلوتِ خویش فحبهٔ دُنیا را | عریان همه تن شویم و شرمنده کنیم

بر دست بگیر، ہیچو من پیمانه | تا وا رہی از یگانه و بیگانه
آن گل که دمیده بود بر بام سرا | عمریست که چیدمش بصحنِ خانه

عشق است که گاه مهر باشد گه ماه | هان تا نشوی چو کور چشمان گمراه
هر چیز که تو طالب آن می باشی | در صورتِ مطلوب تو آید الله

بشنو ای دل حقیقت پنهانی | ایمان موقوف شد بر انسان دانی
هر چند بصد سجده تو حق را خوانی | تا سجده به آدم نکنی شیطانی

ای آنکه تراست نسبت پنهانی | بیچون و چگون بحضرت سبحانی
از جسم چه می روی بجان رو سویش | کس سایهٔ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی۔ سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفےٰ قدّس اللہُ اَسرارَہُما سیدی بود پاک نژاد۔ دست به دامن صلاح و تقوٰی زده۔ چاشنی گیر لذّت فقر و فنا لنگر بحر وقار و تمکین۔ مریدِ عم مکرم خود سید العارفین قدس سرہٗ۔

کتب تصوف اکثر مطالعه می کرد۔ و مثل برادر خود میل به رباعی بیشتر داشت۔ عدد رباعیاتش زیاده از چهار صد باشد۔

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لوای یکتائی می افراخت۔

چون هنگامهٔ احمد خان ابدالی در سنه احدی و ستین و مأته والف (۱۱۶۱) از طرف قندهار بلند شد۔ و لاهور را غارت کرد۔ و محمد شاه سلطان دهلی فرزند خود احمد شاه را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان۔ و نواب صفدر جنگ

ابو المنصور خان و دیگر امراء عظام - برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود -
میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدر جنگ بود - و در اثناء سفر به بیماری
درد جگر مبتلا گردید - ناگزیر در سهرند توقف کرد - و چون شاهزاده از سهرند گذشته
کنار دریای ستلج بر معبر ماچھی واره رسید - ابدالی با سی هزار سوار از راه لودیانه
بالا بالا داخل سهرند شد - و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی و ستین و مأته و الف
(۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود - و هر که دست به شمشیر برد کُشته شد - سید احمد جائیکه
اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ
بر شکم خورد - قضا و قدر از درد جگر نجات داده بزخم جانستانی معاوضه کرد - و روز
پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ رُوح او از قفس جسم پرواز داد - روز جمعه در
همان حویلی مدفون گردید -

و چون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجه جانب سهرند
تافت - فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی - از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست
و هشتم مه آتش حرب اشتعال داشت -

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمر الدین خان زیر خیمه
نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گولهٔ توپ از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد - و
راجه ایسر سنگھ پسر جی سنگھ سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار از کشته
شدن وزیر بی استقلال شده راه گریز بملک خود پیش گرفتند - لشکر فیروزی با آنکه
این دو رخنهٔ عظیم راه یافت پای استقلال افشرده افاغنه را شکست فاحش داد -
و بمفهوم آیه کریمه الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ - بعد شکست نادر شاهی این فتح عظیم نصیب پادشاه
هند شد - تاریخ گوئی "فتح خداساز" تاریخ یافت -
۱۱۶۱ھ

وبعد یک ماه از فتح محمد شاه سلطان دہلی بیست وہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) برحمت حق پیوست وپایئن مزار سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاہ ووزیر ونواب آصف جاہ کہ درہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیہ می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آہ ۔ موت شاہ و وزیر و آصف جاہ

۶ ۔ ۱۱ ۶۷ ۔ ۱۱۶۱

القصہ ہرگاہ فتنۂ جنگ فرونشست بعد یک ماہ از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانہ سالم برآمد۔ وبیرون لاہوری دروازہ شہر پناہ سہرند بفاصلہ دو تیر پرتاب از دروازہ جانب جنوب از شاہراہ درمقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

با قدر تو رفعت ہمہ پست آمد ۔ ہشیار ز ہیبت تو ہرمست آمد
بیخود افتادہ ام بگیری دستم ۔ ای آنکہ ید تو فوق ہر دست آمد

این بندۂ بی ادب کہ ناہموار است ۔ دانم کہ متاع کاسد بازار است
یا از دوجہان بساز اورا آزاد ۔ یا پیش نظر دار اگر درکار است

گر خار بہ گلزار تو باشد باشد ۔ ور قلب بہ بازار تو باشد باشد
ہر چند سیاہ رو نباید این جا ۔ گر نیل بہ رخسار تو باشد باشد

آنکس کہ گنہ نکرد پیدا نبود ۔ او خود خلف آدم و حوّا نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود ۔ عیب است اگر عفو خدا را نبود

نامند بنامہا خلائق مارا ۔ چون فیل کہ ہست درگروہ اعمیٰ

ما را نه مقیّد و نه مطلق خوانند　　امّا پیداست این صفتها از ما
امکان که تمام راز در جیب ویست　　مقصود ز یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ویست
از غیب مراد این شهادت باشد　　ایمان آرش که سِرِّ لاریب ویست
گر من عوضِ بخششِ خاصت یارب　　در حضرتِ تو شکر کنم نیست ادب
با تو نه برابری مرا می شاید　　شکرِ کرمِ خویش تو از خویش طلب
در عقل بسی حال بتر می باشد　　گه خوف و گهی رجا بسر می باشد
خوش آنکه درین دیر خرابات اورا　　از خویش و نه از خدا خبر می باشد
در گفت و شنید اوست مشهور منم　　دیده شده اوست لیک منظور منم
با این همه خیر و شر بمن منسوب است　　می نوشد دیگری و مخمور منم
دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی　　با خویش کنی بهر که بیداد کنی
هر سود و زیان که از تو باشد بر تست　　در یاد خودی اگر خدا یاد کنی
ای دل بسرت قسم که جانانه توئی　　سرمایۀ هر عاقل و دیوانه توئی
با تست خدا و مصطفٰی و هر چیز　　امروز امیر بزم این خانه توئی
مقبول اگر کنی مرا ور مردود　　نازم که مرا حضرتِ تو یاد نمود
معشوق به قهر گر بعاشق نگریست　　روزی کند از لطف هم اورا خوشنود
ای نامِ تو احمد ست و روحِ تو احد　　یعنی که توئی باعثِ هر جان و جسد
از اسم مبارکت چو موسوم شدم　　محتاجِ دگر مکن چه از نیک و چه بد
ای احمد مصطفٰی شفیعِ دو جهان　　بسپرد بدستِ تو مرا خالقِ جان
الحال بدستِ تست کار و بارم　　مختار توئی هر چه بخواهی کن آن
از عین علی ذات خدا شد خوشنود　　آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصل آدم اورا　　ناچار ابو تراب کنیت فرمود

در حبِّ علی زجان و دل بر یابی | وز هر دو جهان رتبهٔ برتر یابی
حق رمز زعین ولی چنین می فرماید | کز لفظ علی ذات مرا دریابی

(۱۳۱) فرد - سید اسد الله بلگرامی

برادر زادهٔ حقیقی سیّد غلام مصطفیٰ و دختر زادهٔ حقیقی سید العارفین میر سیّد لطف الله و مرید آن خدا آگاه است قدّس الله اسرارهم

ولادت او دهم شهر ذی الحجه سنه اربعه عشر و مائة والف (۱۱۱۴) رو نمود - به صفائی ذهن سلیم و ذکای طبع مستقیم ممتاز بود - و بدقائق سخن خوب می رسید و نثر خوب می نوشت - و چاشنی تصوف بلند داشت و از همنشینان راقم الحروف است -

حیف که در عین شباب آن قدر امراض مزمنه عارض او گشت که حیات چند روزه را در نهایت بی حلاوتی گذرانید - و شب شنبه بیست و دویم جمادی الاولی سنه تسع و اربعین و مائة والف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید - محرر اوراق آیهٔ کریمهٔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَائِكِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلهٔ میدان پوره برکنار مقابر اسلافش واقع شده -

این چند بیت از مسودات او بدست آمده

شب که آن ماهِ جهان افروز رخصت خواه شد | آه من تعظیم کرد و اشک من همراه شد
نگاه شوخ چشمم هر طرف بی باک می افتم | نریزد آبروی من اگر بر خاک می افتم
سرشک طفل طبعم شوخ چشمی در بغل دارم | نه پیچم سر اگر بر روی آتشناک می افتم
به پایش بوسه زد رنگ حنا سرخی دو بالا شد | دلم خون شد ز حسرت این عجب هنگامه برپا شد
نه هر که تاج بتارک زند سری داند | نه هر که خرقه بپوشد قلندری داند

دلاوران صف عشق کشتهٔ خویش اند — نه هر که تیغ به بندد سپهگری داند
کسیکه دولت اقلیم نیستی دریافت — شکست آئینهٔ دل سکندری داند
چو سرو هر که بآزادگی قدم افشرد — بزیر بار تعلق شدن خری داند
جهاد نفس بود کار شیر مردان فرد — نه هر که صف شکند او بهادری داند
بود بعالم تجرید ما لباس دگر — بریدن از دو جهان است قطع جامهٔ ما
عروس مقصدم مشتاقی را از خدا خواهد — دگرنه این حیا پرور دکس محرم نمی داند

(۱۳۲) سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادرزادهٔ حقیقی سید غلام مصطفیٰ ست قدس سرهٗ۔

تولد او شب چهارشنبه هشتم ذی القعده سنه ثلث عشر و مائة و الف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وقوف به تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنا بر مناسبتی فطری گاهی خود هم سخن موزون می نمود۔ و در فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچهٔ تصوف رایت بلندی افراشت۔ معهذا در وصف شجاعت سرخیل دلیران بود و در بیشهٔ پُردلی نی در ناخن شکن شیران۔

او آخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی که نواب وزیر را با افاغنه[1] بیست و دوم شوال سنه ثلث و ستین و مائة و الف (۱۱۶۳) مابین پتیالی و سهاور صورت گرفت میر عظیم الدین و میر غلام نبی که ذکرش نگارش یافت۔ در عرصهٔ کارزار تلف گردیدند۔ و جز داغ حسرت لاله اثری از این

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحه ۳۶۷ مطبوعه کلکته۔

زین گل نکرد۔ راقم الحروف گوید ؎

میر عظیم الدین والا گہر — زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی — در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سر میدان سر جان گذشت — در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان — رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود — سال وفاتش "ہمہ فوز عظیم" ۱۱۶۲ھ

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی[1] پیش او خوانده شد ؎

چون زعکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود — گرد ران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد۔ درہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی بافقیر گفت آن بیت چہ بود۔ فوراً بیت مذکور خواندم۔ تعجّب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد۔ گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شمارا پسند افتاد۔

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیرابم ہنوز — آتشم اما چو صہبا عالم آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را ببین — در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را ببین
خواب و بیداریِ چشمِ تو عجب معجونی است — بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثرِ لبت — یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب۔ سید غلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفےٰ مذکور قدس سرہ۔ جوانی بود صاحب السیف والقلم

[1] تاریخ الاذکار صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

درصف بزم ورزم پیش قدم - تیغ زبانش جوہردار حسن بیان - مدسنانش بسمای صفحہ میدان - بارہا درمعارک صفہا شکست و بزنجیر جوہر فولاد پای تہمتنان بربست درریعان تمیز میل سخن بہم رساند - ودواوین سخن سنجان نو وکہن راسیر کردو باخوشگویان عصر مثل شیخ عبدالرضا متین صفاہانی وآقا عبدالعلی تحسین ملاقات نمود -

ودر عالم نوکرپیشگی بصوب بنگالہ رفت وازانجا برگشتہ درسلک نوکر وزیر الممالک صفدرجنگ درآمد - وچون نواب وزیر برکرت ثالث لشکر برسر افاغنہ کشید - وافاغنہ درد امن کوہ مداریہ کہ شعبہ ایست ازکوہ سوالک پناہ گرفتہ مستعد پیکار شدند و بعد محاربات صلح انعقاد یافت - درایام جنگ بیست وہفتم صفر سنہ خمس وستین و مأتہ والف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی درباخت - حیف کہ این چنین جوان قابل وفرد کامل درعین شباب ازدست روزگار ضائع شد - و واماندگان را داغی کہ علاج پذیر نیست بردل نشاند - محرر سطور گوید ؎

درفن سخن بلند تقریر محب | درمعرکہ آبروی شمشیر محب
تاریخ وفات او ز دل پرسیدم | فرمود "بہشت محفل میر محب"
۱۱۶۵

شجاعت ارث خاندان اوست - واکثر مردم ازین دودمان ساغر موت احمر چشیدہ اند وگلگونۂ شہادت بررومالیدہ - ازانہا جمعی کہ بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوہ نمودند -

چندبیت از محب برمحبان سخن ملتمس می شود ؎

دل از مژگان وخال پشت چشم او حذر دارد | کہ ترک چشم او مستانہ شمشیر وسپر دارد
بہ بزم می پرستی عشرت رندانہ بشب کردم | نقاب شیشہ وا از چہرۂ بنت العنب کردم
زفیض نیست بیرون سیر بینوائی ما | بہ فرق خار نہد گل برہنہ پائی ما

بسکه از دیوانگی باشد لبساما ن کار ما   سنگ طفلان گل زند در گوشهٔ دستار ما

ز سبزه بر رخ او کرد گل بهار دگر   به پای دل ز سر نو خلید خار دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش   دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر

قدم برون نگذارم ز آستانهٔ خویش   شدم چو جوهر آئینه نقش خانهٔ خویش

ز من نگار بایماء پیام گفت و نگفت   بسینه دست نهاد و سلام گفت و نگفت
مقام صید دل خود ز یار پرسیدم   نمود کاکل پر حلقه دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگه را بدست مردم چشم   به عاشقان جهان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح بر آورد خواجهٔ حسنش   مرا ز بنده نوازی غلام گفت و نگفت
ببین که ساقی کوثر محب صادق را   اشاره کرد بسوی حوض جام گفت و نگفت

امشب ای شمع درین بزم بناز آمدهٔ   آفرین باد که پروانه نواز آمدهٔ
غیر محراب دو ابروی بتان سجده مکن   عشقباز الله اگر بهر نماز آمدهٔ
جرس شوق درین دشت بجنبان از دل   گر تو با قافلهٔ عجز و نیاز آمدهٔ
قصهٔ شوق مکن در شب هجران کوتاه   اگر ای شانه ازان زلف دراز آمدهٔ
هیچ جز وصف علی نیست بشعر تو محب   آفرین باد که خوش مدح طراز آمدهٔ

(۱۳۴) قابل سید عبد الله بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلهٔ میدان پوره۔ پیشتر در طبقهٔ فضلا ممتاز است و حالا در گروه شعرای انباز۔

تخلص او اسمی با مسمی بود۔ و در فضل و کمال و تحریر هفت قلم و فنون سپاهگری و ورزش اسلحه و اکثر صناعات اهل حرفت وقوف عالی داشت۔ و در صفت کبری مشارٌ الیه انامل می زیست۔

ہموارہ روزگار فرین اعتبار گذرانید و بیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد۔ و بخدمت عدالت عسکری پرداخت۔

و چون کرت اولی سربلند خان در سنہ اربع و عشرین و مائۃ و الف (۱۱۲۴) ناظم صوبۂ گجرات احمد آباد شد۔ سید عبد اللہ را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود۔ سید با ارباب وظائف سلوک پسندیدہ کرد۔ و غربا و ضعفا را باحسان نواخت آخر الامر در دار الخلافہ شاہجہان آباد و بیماری استسقا عارض شد۔ بہمان حالت بہ بلگرام آمد۔ و بعد چندی موافق سنہ اثنتین و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۲) جان بجہان آفرین سپرد۔ و بسمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلۂ خود مدفون گردید بعد انتقال آن مرحوم کتابخانۂ او شیرازہ جمعیت گسیخت۔ و اشعارش بتاراج حوادث رفت۔ ہمین یک بیت بدست آمد ؎

گر بسرمہ اثر کرد ضعف طالع من ۔۔۔ کہ بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمۂ ابوالانسب اوتقر پروردۂ لطف الٰہی سید محمد اشرف درگاہی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت۔

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف و ذہن شریف بود۔ و سراپا بہ حلیۂ مکارم اخلاق و جلائل اوصاف آراستگی داشت۔ اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید و عطر خلق محمدی از گل عنصرش می تراوید۔

شعر بزبان فارسی و ہندی می گفت۔ و جواہر زواہر بمثقب اندیشہ می سفت سخن شیرینش بہ گلو سوزی نبات است۔ و شعر آبدارش بہ گوارائی آب حیات

از یاران میر عظمت اللہ بیخبر بود۔ و نسبت بہ فقیر شفقت فراوان می فرمود۔

آبائی میکه والد ماجد او سید محمد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دار السلطنة لاهور می پرداخت او را با کفار آن نواحی جنگ رو نمود- میر عبد الواحد در معرکه جرعهٔ شهادت چشید- و همانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید- و این واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع وثلثین ومأته والف (۱۱۳۴) واقع شد- عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود-

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه بر آورده ؎

میر عبد الواحد شیرین سخن   از زبانش آب حیوان می چکید
سید والا گهر صاحب هنر   تا ثریا نظم و نثر او رسید
والد او حاکم راهون شده   در رکابش رخت آنجانب کشید
خطهٔ پنجاب را از مقدمش   آبروی تازهٔ آمد پدید
با زمینداران کافر رزم کرد   از شهادت جرعهٔ صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود   لفظ ذوقی هم تخلص بر گزید
چون که واحد رفت سال رحلتش   کلک خونین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵
۱
۱۱۳۴

صیاد فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار تقیید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد- برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبین تو چین دیده ایم ما   صد رنگ ناز را به کمین دیده ایم ما
گر بود ره یک قدم بی رهنما دور است دور   بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست
سوختم در آرزو بیش کاش ای صورتنگران   گردهٔ تصویر او سازید از خاکسترم

آگہ زدل شکستن بلبل نۂ ہنوز　　طرفِ کلاہ خود مگر ای گل ندیدۂ

عمر بیست در رخِ تو تماشائی خودیم　　آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین

نباشد از گدازِ دل محبت نامہ ام خالی　　چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا

آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پُر سوز خویش　　گر سمندر نیستی مکشای مکتوبِ مرا

نیستم محتاجِ خضر از فیض سوزِ خویشتن　　اخگرم خاکسترِ خویشم بہ از آب بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی　　زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی

اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی　　از خنجرِ انفعال بسمل باشی

و او را نسخۂ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و درخاتمہ نکات شیرین آوردہ۔ و درین نسخہ بمناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند۔ و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد۔ برخی ازان در فصل ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ۔ در خطبہ این نسخہ گوید :-

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطہ "مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر　　کہ اصلِ ہمہ آمد آن منفخر

"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند　　کہ انداخت در گردنِ جان کمند

"بحلوای تر آن فرح بخش جان　　بمقراضی آن غم تراشِ جہان

"بہ پُر مغزیِ پستۂ خندہ رو　　کہ چون سبزہند است زیبندہ رو

"بآن نرمیِ مجلۂ بلگرام　　کہ شبنم نزاکت ازو کردہ وام

"ندارم سرِ بنگ باور کنید　　کہ دارم ازو ننگ باور کنید

"به تریاک هم نیستم آشنا   هم از تهمت کو کنارم رها
"کنون به که تمهید کمتر کنم   غزل خوانیِ مدعا سر کنم

آنانکه پرده از رخِ لوزینه وا کنند   آیا بود تواضعِ صحنی بما کنند
نان از تنور بهر مربّا جدا شده است   لازم بود که حق غریبی ادا کنند
در کار خیر حاجتِ هیچ استخاره نیست   اهمال در تنا ولِ فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید   پنهان ز چشم بد به لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش برکشیده اید   بارِ دگر به کیله ندانم چها کنید
هنگام آن شده که اسیران انبه را   بر کام دل ز محنتِ زندان رها کنید
آورده ام برای شما شربتِ انار   نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید
گر خاطرِ شما ز اناناس خوش نشد   چون ذوقی از شریفه و تربز غذا کنید

شیرین نشدی ز ذائقه شکر نشدی گر   چشم نشدی سیر مزعفر نشدی گر
فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت   باری ده او روغن و شکر نشدی گر
چندان به ادب دوست نمی داشتمش من   با شیر و شکر حُبِّ پیمبر نشدی گر
حلوا نفزودی به دماغ این همه قوّت   ذوقی همه اجزاش برابر نشدی گر

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش   ریزه قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش
در قدح بلور کن شربت قند با گلاب   چمچه بزن در آن میان یک دو سه چار و پنج و شش
پیده دلفریب را اگرچه ثقیل گفته اند   لیک ندارد ست زیان یک دو سه چار و پنج و شش
شاهد انبه ام بکف گرفته از کمال شوق   بوسه هم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش
صحن پر از مزعفر و کاسه پر از برنج و شیر   خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش بیده ایم ما
مصرع نغز اطعمه وه چه خوش است ذوقیا   خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و شش ال زیر پا ست

نه تنها دل ز ذوقِ برفیم بیتاب می گردد   که از بادِ زلالی محو پیچ و تاب می خواستم

ببین بسوی چپاتی بدیدهٔ انصاف | که بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسم برسات اوله و بوندی است | وگرنه این همه تمهید برق و باران چیست
چرا نه نیشکر از خرمی بخود بالد | که آل او همه مقبول آمد و منظور
در تمنای ملاقات شکرای ذوقی | آب گردید دلِ شیر بالفت سوگند

(۱۳۶) ایما- بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبدالواحد ذوقی بلگرامی- گل سرسبد چمن استعداد بود- و نهال سربلند قابلیت خداداد- مصوّر ازل حسن صورت را باحسن سیرت آمیخته- و رنگ حیرت در دیدهٔ تماشائیان ریخته-

در صغر سن مصحف مجید را از بر کرد- و در پانزده سالگی فنون عربی و فارسی و هندی را فراهم آورد- شعلهٔ آوازش دل سنگ می گداخت- و حسن قراءتش ایمان سامعه را تازه می ساخت-

از انجا که کسب هوای زندگانی و تحصیل اسباب کامرانی مقتضای عهد شباب است در عنفوان عمر از وطن مالوف بر آمده شاهزاده عظیم الشان بن شاه عالم را ملازمت نمود و به منصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاهی در ان وقت نوکر شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت- و شاه عالم از کابل محمد اعظم شاه از دکن بداعیهٔ محاربه شتافتند- و در میدان دهولپور برمنازعت ...ده کروه از اکبرآباد تلاقی فئتین رو نمود- و محمد اعظم شاه در معرکه نقد زندگانی ...خت و نسیم ظفر بر پرچم الویهٔ شاه عالم وزید- بعد فراغ جنگ سید محمد حسن ...ان تازنین بود و سلاح در بر داشت- تاب حرارت هوا نیاورده به خیمهٔ خود

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجهیز و تکفین بر دروازه ڈھول پور دفن ساختند-

چون راه آمد و شد واشد سید درگاهی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفته بود- بیطاقتیها کرد فائده نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شهر ربیع الاول واقع شد- سید محمد حسن بیست و یکم ماه مذکور سنه تسع عشر و مائة والف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست- آیه کریمه "اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست که علامهٔ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی یافته و بگرفتار حالت یعقوبی سید محمد اشرف درگاهی تحریر نموده

این چند بیت تذکرهٔ ایماست ؎

جمالش بسکه در بزم تخیل جلوه پیرا شد | سویدای دلم چون مردمک محو تماشا شد
مرکز گردش ما نیست بغیر از دل ما | محمل ما دل ما هم دل ما منزل ما
وصف تو اگر بر لب دریا گذر آرد | از گوش صدف پنبهٔ گوهر بدر آمد
مگر در یاد ماهِ من ز بلبل ناله می خیزد | که مدِ شاخ گلها در چمن چون هاله می خیزد
انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام | وای بر بلبل که از گل یک سخن نشنیده است
کشاد کارم از جمعیت خاطر نمی آید | نشد چون غنچه بی چاک گریبان فتح بابِ من
رسید قاصد و واشد گره ز غنچهٔ دل | هوای بال کبوتر نسیم باغ من است
ز تمکین تو ای ظالم فغانم خوشتے دارد | سکوت گل زند ناخن دل مسکین بلبل را
نیاز و ناز را با یکدگر خوش جلوه می بخشد | درازیهای دست از من از دو پا من کشیدنها

(۱۳۷) آگاه- سید علی رضا سلمه اللہ تعالی

خلف الصدق میر عبدالواحد ذوقی مذکور- همعمر و یار دلپذیر این فقیر است و

بحکم ارث گلدستهٔ اخلاق حمیده و نسخهٔ جامع اوصاف پسندیده۔
کتب مختصرات درسی تحصیل نموده و در فارسی استعداد شایسته بهم رسانده۔ بدقائق
شعر خوب می رسد۔ و گاهی خود هم فکری کند۔ این رباعی زادهٔ فکر اوست ؎

هرچند بود ضمیر پاکت روشن   بی راهبری گام درین راه مزن
پیداست که شمع پیش پای خود را   بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف۔ محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہٗ که ذکر شریفش در دفتر
اولیاء اللہ گذارش یافت۔

تولد محمد عارف روز جمعه نهم ذی القعده سنه اثنتین وعشرین ومائة والف
(۱۱۲۲) دست داد۔ جوانی است سنجیده۔ و عندلیبی است نورسیده۔ اول شخصی
از دودمان مخدوم رکن الدین که چراغ سخن افروخت۔ و طرز موزونی از مبدءِ فیاض
آموخت۔ اوست

از عنفوان شعور به گلگشت کوچهٔ سخن خرامید۔ و در فن فارسی و هندی کمالی بهم
رسانید سیما شعر هندی که این فن را خوب ورزیده و غزالان تازه در دام کشیده۔
برخی از سبزان هند در فصل ثانی نقاب از رخ می کشایند۔

بافقیر محبت تمام دارد۔ و همیشه به نامه و پیام مرهمی بر دل ریش می گذارد۔
این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گرمی محفل من از رخ صهبا باشد   رشتهٔ شمع من از پنبهٔ مینا باشد
قطع این راه توان کرد بیک قطع نظر   خار پایت مژهٔ دیدهٔ بینا باشد
بسکه نیرنگی حسنت بنظر جلوه نمود   مژهٔ من پر طاؤس تماشا باشد

نیست معلومم کہ چشم زخم من چون می پرد ‌‌ ‌ شاید از مژگان او آمد پیام بوسۂ

مشو برای کبابے بآتشی محتاج ‌ ‌ چو سنگ از جگر خویشتن شرار طلب

چون صریر خامہ نبود نالہ ام را آفتی ‌ ‌ سرمہ می سازد بلند آواز فریادِ مرا

رباعی

ختم آمدہ منشور ولایت بر تو ‌ ‌ انجام صحیفۂ ہدایت بر تو

تعقیب خلافتِ تو برجا باشد ‌ ‌ چون ہست مدار ہر نہایت بر تو

ای دل کردی چہ کار یادِ تو بخیر ‌ ‌ رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر

در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی ‌ ‌ ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید کہ ما خدائیم ہمہ ‌ ‌ زاہد گوید کہ با خدائیم ہمہ

این ہر دو بکار خویش ضدی دارند ‌ ‌ مائیم خدا و با خدائیم ہمہ

(۱۳۹) صانع۔ نظام الدین احمد بلگرامی

ہمین نام تاریخ تولّد اوست۔ مطابق سنہ تسع و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرۂ قضاۃ عثمانی مہذب و مؤدب۔ در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت۔ و در خدمت میر نوازش علی سلّمہ اللہ تعالیٰ تربیت یافت۔

مشق سخن از خدمت میر می کند۔ و طبع سلیم و ذہن مستقیم دارد۔ و از قبیلۂ قضاۃ عثمانی اول کسیکہ شعر درست انشا کرد۔ و لآلی دلپسند بہ غواصی فکر بر آورد اوست۔ ایزد سبحانہٗ عمرش بیفزاید۔ و پایۂ سخنش را ترقیہا کرامت نماید۔

این چند شعر نتائج طبع اوست ؎

نقش روی یار را مانی بہ پرکاری کشید ‌ ‌ چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید

نتوان زائل نمود از بخت عاشق تیرہ رنگی را ‌ ‌ کند گر صنعتِ مشاطہ زیبا روی زنگی را

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافر حشمت | مگر دادند اعجاز مسیحا ابن فرنگی را
داغ احسان بر نتابد همت والای ما | از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما
هرگز از دور فلک عشرت نصیب ما نشد | سر که شد از شور بختی بادہ در مینای ما
در جهان امروز از بس قدر اہل زر بود | می زند پہلو بہ عیسی ہر کہ صاحب خر بود
گرد کین از جانب ما بسکہ در دلہا نشست | در میان ما و یاران سد اسکندر بود
در جہان از بسکہ باشد صلح کل آئین مرا | می شمارم آفرین ہر کس کند نفرین مرا
در بہارستان غفلت ایمن از غارتگرم | غنچۂ تصویریم و نبود غم گلچین مرا
بسکہ ہر شب سبزۂ خط تو می بینم بخواب | سبز ہمچون بال طوطی شد پر بالین مرا
مپوش چشم خود از روی نوخطان زاہد | کسی کہ منکر مصحف بود مسلمان نیست
ہیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم | گر ز نی نغمہ گرفتند شکر بخشیدند
آنچہ باید در خور ہر شخص سامان می کند | دختر رز را بود گہوارہ از پیمانہا
تنگ چشمان را ز دولت خست افزون می شود | مشت بر بندد صدف ہر گہ گہر آید بدست
شادمانی می کنند از مرگ خود روشندلان | شد مرا این نکتہ روشن از لب خندان برق
نام آبا روشن از فرزند صاحب جوہر است | حرمت دیگر بہ عالم از گہر دارد محیط
اہل ہمت را چہ باک از خصمی بد گوہران | سنگ نتواند کسی بر شیشۂ گردون زدن
بہ مستی داد جانان وعدۂ یک بوسہ ام صانع | چہ سازم گر خدا نا کردہ از اقرار برگردد
از ہجوم داغ ناپیداست دل در سینہ ام | در سواد خویشتن این شہر پنہان گشتہ است
چرا ز عشق خود آگاہ کردمش صانع | اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۰) سخنور - شیخ محمد صدیق بلگرامی[۱]

پدرش قاضی احسان اللہ امروز بہ منصب قضاء شہر قیام دارد - سخنور کلام اللہ

۱؎ نتائج الافکار صفحہ ۲۲۴ -

را از بر کرده مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایهٔ تربیت میر نوازش علی
می کند و فکری صحیح دارد - ازوست ؎

تا بہ گلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود — بر سرِ قمری چہ آشوبِ قیامت می رود
می شود سرمایهٔ ناز آن سپاہی پیشہ را — آنچہ از جنسِ نیازِ من بغارت می رود
بی دماغانِ جنون از فکر صحرا فارغ اند — از خراب آباد دل طرحِ بیابان ریختند
در چمن آید اگر آن غنچہ لب بلبل زشرم — زیر بالِ خود کند چون بیضہ پنہان غنچہ را

(۱۴۱) ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی

خواہرزادهٔ قاضی احسان اللہ مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاہی فکر شعر
می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد - ازوست ؎

از بسکہ سوده دم از سرِ افسوس کف بہم — دستم رساند آبلہا چون صدف بہم
ز سنگہای جفا مشکن ای پری پیکر — ترحمی کہ ترا منزل است شیشهٔ دل

(۱۴۲) وامق - نواز محی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سربلند خان تونی
بود وامق ذہن درستی دارد - و با کتب درسی اشتغال نموده حیثیتی بہم رسانده
و مشق سخن از میر نوازش علی استفاده می کند - ازوست ؎

گر بہ بینی تو مرا بر سرِ راہی گاہی — چہ شود گر بنوازی بنگاہی گاہی
بسکہ در ماندهٔ ہجرم ز خدا می خواہم — وصل ہر روزه اگر نیست بماہی گاہی
یاد روزی کہ گزر داشت بہ کویش وامق — بود با او نظرِ لطفِ تو گاہی گاہی
بسکہ حیرانِ تماشای تو گردیدم نماند — در چراغِ دیده ام چون دیدهٔ بسمل فروغ

(۱۴۲۳) محزون۔ سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت۔ جوان شایستہ است۔ اکثر بہ دواوین و کتب فارسی وارسیدہ و اخذ آداب و مشق سخن از میر نوازش علی نمودہ۔ ازو می آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم | عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ تا اُمید مکن | کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین | مددِ ذوالفقار می خواہم
با گناہِ ز حد فزون محزون | رحمت از کردگار می خواہم

دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم | خط برون آورد و مارا کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نوبہار فصل اول بہ مراد رسید۔ و دل و دیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید۔ قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت۔ و زبان آتشین گفتار شمعہا گیرانید تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت۔ اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند۔ و تاریخ اختتام بہ عرض موزونان نکتہ سنج می رساند ؎

ز نوکِ کلک من نقشے تراوید | کزو تصویر حیرانی است بہزاد
اگر تاریخ این تالیف پرسند | بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جزاہُمُ اللہُ بجائزۃِ الخیر

من ہیچمدان با زبان عربی و فارسی و ہندی آشنایم۔ و از ہر سہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم۔ در عربی و فارسی عمرہا مشق سخن کردم و نو رسان معانی را در آغوش فکر پروردم۔ مشق سخن ہندی ہرچند اتفاق نیفتاد۔ و فرصت تسخیر سبزان این قلمرو دست بہم نداد۔ امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظی وافر است۔ و

ذائقہ را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی متکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشہ چکانیدہ اند۔ و شیوۂ نازک خیالی را بہ اعلی مراتب رسانیدہ۔ افسون خوانان ہند ہم درین وادی پای کمی ندارند بلکہ در فن "نایکا بھید" قدم سحر سازی بیش می گذارند۔ کسی کہ زبان فارسی و ہندی ہر دو ورزیدہ۔ و باسفیدی و سیاہی آشنائی کامل بہم رسانیدہ۔ بہ تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ و سجل دعوی خاکسار را بہ مہر شہادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان ہندی در بلگرام فراوان جلوہ نمودہ اند۔ و دماغہا را بہ روائح صندل تر تازگی و شگفتگی افزودہ۔ لہٰذا فصل این جماعہ علیحدہ بہ تحریر رسید و شمامۂ معطری بہ دست بوشناسان حوالہ گردید۔

(۱) شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرۂ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر بادشاہ عمدگی و اعتبار داشتند و لوای فوقیت بر افراشتند۔

شیخ شاہ محمد دران عہد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم ہندی اُستاد کامل بود۔ و گوی نکتہ سنجی از اقران می ربود جمیع ماہرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ و سخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آوردہ اند کہ در سرزمین ریپری چند وار حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود بہ عزم شکار بر آمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دہی واقع شد درسواد آن دیہ دُختری صاحب جمال را دید کہ سرگین گاو را پاچہ می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت کہ آن را در ہندی

"ثابت" گویند- و ابریشم سیاه دران تعبیه کنند-

شیخ شاہ محمد اشارہ بآن زیور کردہ گفت :-

"چہ خوب بھنور بر کنول نشستہ است"

بھنور زنبور سیاہ و کنول نیلوفر را گویند- ابریشم سیاہ را بہ زنبور و دست را بہ نیلوفر سرخ تشبیہ داد کہ در موزونان ہند مستعمل است- و عشق زنبور سیاہ بر نیلوفر نیز نزد نکتہ سنجان ہند مقرر چنانچہ عشق بلبل بر گل و عشق قمری بر سرو نزد اہل فرس -

چنپا بزبان شکستگی جواب داد کہ :-

"بھنور نیست گوبروندہ است"

یعنی جعل کہ در سرگین پیدا می شود-

شیخ شاہ محمدؒ ازین جواب محظوظ شد- و لطافت طبع او را دریافت- و او را بہ اسپ گرفتہ در ربود- و بخانہ آوردہ تربیت کرد- و او در نظم ہندی فائق و در لطافت و ظرافت و بدیہہ گوئی یگانہ برآمد تا بحدی کہ در نظم ہندی از شیخ شاہ محمد سبقت بردہ-

دوہا فراوان در سوال و جواب شیخ شاہ محمد و چنپا بین الجمہور مشہور است- اکثر سوال از شیخ شاہ محمد و جواب از چنپا است- و این دلیل افزونی قدرت چنپا است کہ سوال را فی البدیہہ جواب بہم می رساند-

روزی شیخ شاہ محمد و چنپا بر کنار دریائے نشستہ بودند-

شیخ شاہ محمد مصراعی گفت :-

"دھوم جو اوٹھت ترنگ موں یہ اچرج مم آہ"

چنپا فی البدیہہ پیش مصراع بہم رساند :-

"اونل روپ کو کامنی مجن کر گئی ساہ"

یعنی در ایام برشکال کرم شب تاب در ہوا می رفت-

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"سیام رین مین کینتھ اور ین چمکن کوٹ دس"

چنپا برا ہتہ جواب داد :-

"من منتھ باری دیٹھ بن پیہ تیہ کہو جت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد - چنپا چشم پُر آب کرد - چنانچہ از نرم دلی رسم زنان ہنود است -

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت -

"رکم درگ ڈھری سنار مم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینہین نین پکھار ملن ہنی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد - و اکثر اوقات در شعر بحج افیون می پرداخت - و چنپا قدح افیون می کرد - روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا پیش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل بھنبھن بیراگ رپ ہاری باہن سوئے

چنپا دی پرہٹائے بہ جوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنہ اون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد

ہون نہہ پہو پچون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمدؒ در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا ازین عالم انتقال نمود - از منظومات او چند نسخہ متداول است -

برخی از نتائج طبع او سمت تحریر می یابد -

پچھپ دشت اور کونج من سہج پر پواہنت
پھر نکی ہوئی کہت سیخری تب بہینتی بہگونت

کیچ چہوٹی تیہ سیس سون بب کیچ رہی اتنگ
مانھہ کچن کلس تین امرت پیوت بہونگ

پہپ تراین چہرنس مانگ نک گج راہ
بدن چند دن دیکہت ام کر بہو لو ساہ

اِل مالا بپن گبیعٔ آہ کل دری پتار
مرگ مد کرتن کو چھوئی برن پاس تو یار

تن بنکٹ بہر کٹی ملن سوسو بہاجیہ جاگ
ادہر دہنک منون شرکہہ کی پانک بپسارت کاک

میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکھہ اپان لک
جگ بینی نہچت سچت بہیو نہ مکھہ سمک

تو مکہ پانپ امیہ بدہ دیکہت نیت نہ کات
نین بچتر اکہت بب پیوت ہون نہ اگہات

پریتم نین ترنگ چڑہ چہانہہ جو میلت آئی
من پارا گہٹ کو پتین ابھر وہ ہون وس جائی

مرگ نینی مرگ راج کٹ مرگ باہن مکھہ جاہ
مرگ انگ مرگ مدتلک مرگ رتبہت سرتاہ

این سہ دوہا از چنپا نوشتہ مے شود

ساہا انک دن یون ہنتے چتون کہنچی اکاس
بہیو کہٹولن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سردسس کرپا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نا نہہ
منون سراوت تن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤالدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہان بن سید علاؤالدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقراء تحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ درعصر خود ممتاز و کرم می زیست۔ وصفت مروت وسخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت و ہموارہ خلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و درصحبت نکتہ سنجی و لطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم ونثر بہم رسانید۔ و این فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ و در ناظمی سرآمد برآمد۔ و کتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔ آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس است کتب سنسکرت و بہاکا کسب نمود۔ و مہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از علم نادوتال و سنگیت ساز یکتائی نواخت۔ و محقق و مدقق این فن و نایک وقت شد۔ ازینجاست کہ مدہنایک تخلص می کند۔ و دو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندرکا دوم مدہنایک سنگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی دران عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

ومشکلات را به حل می رسانیدند۔

نقشہای او مشہور است۔ و خوانندہا در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اہل ہند۔ و در کلام میرزا صائب گوش گرفتن بسبیل تعظیم بنظر در آمد ازینجا مستفاد می شود که در اہل ولایت ہم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید ؎

آتش نفسان گوش به تعظیم بگیرند ہر جا که من سوخته را نام بر آید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش به استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند۔ تا به انسان چه رسد۔

استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعه فرمود که وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی که ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد که از نایکان پیشین تصرفها به عالم ظہور رسیده که برزبانها دائر است درین ایام که قحط باران و کار خلق خدا تباه است اگر توانند تصرفی به ظہور رسانند۔ و به فریاد خلائق برسند۔ فرمود بنده عاجز است و توانای مطلق جل شانه بر همه چیز قادر۔ و صندلی طلبیده در صحن دیوان خانۂ سید محمد فیض گذاشت و بر صندلی نشست۔ و راگ میگھ خواندن گرفت تا آن زمان که مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکه بقول مشہور "ما فی السماء قدر راحة سحابا" ابری بقدر کف دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد که خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ و برای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان که ابر پہن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید که روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتها کرد و خلائق به دعاء خیر تر زبان گردیدند۔

سید را با ہندو دختری بسندر نام عشق بہم رسید۔ دختر نیز به جذب عشق کامل دل از دست داد۔ رفته رفته راز گل کرد۔ قوم دختر به پرخاش برخاستند۔ ازانجا که سررشتهٔ

محبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ شاہ آباد بُرد و زیور اسلام پوشانیدہ در حبالۂ نکاح درآورد۔ نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان صاحب شاہ آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید بتقدیم رسانند

بعد چندی شورش ہندوان فرونشست۔ و سید بہ وطن اصلی معاودت فرمود و سالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ و غرۂ رمضان المبارک سنہ تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشتِ روضۂ رضوان خرامید و در بلگرام مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ۔

چند کبت از و بقلم می آید:۔

—: سکیا برنن :—

سنگ لاگی ڈولت مکر سر ساکرن چپون پان کو چپہ ترکا ہو چنیو
للت رسن دب بولت کلت دنت ابکدہ ہسن ادہرن ہیت ہنیو
اوکت ہوت نہ سر پر کنتی سار چھپر کنت مکہ کہتا کو کنتھن کہو کہہ ہیو
روس ہون سورس ال سپنت نلن جبین دیوس مکہ دیکھ کہنسار کا تہی نیو

—: سکلا ابہارکا :—

چند ادی چلی چندمکہی تن گورہ چندن کہور ن کہو رہین
دونیہ جوت بڑہی جت جوبھہ مانو پاہی بینکہہ کو رہین
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندہن جورین
ہاتھ لیین سر پچین کون سو کیو سر پنچ پر پچھ تو رین

—: نیین برنن :—

کاری کجراری انیاری جگ موہنی کون تن پچ تاری ات ترل تربہری ہین

جیسی ہین ساوک جاوک جل پہرین پہرکین سوکیسہون رہت نہ گہیری ہین
لال مدہنا ایک سومیرو من موہنی کون پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالوکی سدہار سوبہاوہا اوہکار ایسی ہین کی کہلونان کدہون نین پیاری تیری ہین

چکہہ برنن گھونگھٹ مین:-

جو چتر انن چت چدہی نہ بدہی بدہ ببیدن گرنتھ نہ گائی
بہار نکھی بہوری کری بہرمین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو نکہہ جوت جگی نہ تہکی مدہنا ایک گھونگھٹ چنچل تائی
جہین دو کول پہی جہلکی اپچھ براجت اچھ رجہائی

چند کی سیامتا برنن:-

کوئی کہی چند کی مرگنک انک دیکہیت کوئی کہی چہایا چہت بہوتل پرکاس کی
کوئی کہی اندہکار بیوہی سو دیکہیت کوئی کہی کالمان کلنک انیاس کی
مدہ کہی ساہر لیبون کرتار سب تاہی کی سنواری بہامان کانہ کی بلاس کی
تادن تین چہاتی چہید پری ہین چہپاکر کی وار پار دیکہیت نیلتا اکاس کی

(۱۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است
کہ ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شدہ و او سوای قبائل اربعہ مشہور سید وارہ
است و نسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی
درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ
دیوان سید بھیکہ از عظماء عہد بود۔ و در سخاوت و شجاعت و مروت و نجابت طینتی
شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاهی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

هنگامی که هندول بیانه در علاقهٔ نواب مرتضیٰ خان در آمد- زمینداران قطاع الطریق تلوهای پادشاهی را از دست قاصدان بغارت بردند- نواب مرتضیٰ خان بنابر آنکه سرکشان به تمرد و جرئت مشهور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند- دیوان سید بهیکه این معنی را از چهرهٔ نواب دریافت- و با برادران خود سوار شده بر سر مفسدان رفت- و به ضرب شمشیر راجهٔ آن ضلع را با اهل و عیال دستگیر کرده پیش نواب آورد- و تلوها مسلم بدست آمد- نواب مرتضیٰ خان تلوها را به حضور خلدمکان فرستاد- و تردد دیوان سید بهیکه معروض داشت- دیوان مورد تحسین و آفرین شد-

دیوان تا سی و یک[۳۱] سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری به حکومت سیونده وغیره محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبهٔ اوده قیام داشت-

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکوره به نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید- و نواب مرتضیٰ خان بنابر ارتباط سابق و بواسطه آنکه نقش میر سید بهیکه از مدتی دران الکه خوب نشسته بود- به آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود-

قضارا بعد یک ماه ازین قضیه نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان که در آن ایام حکومت خطهٔ بیسواره داشت برای محاسبه پنج سوار از کچهری خیر اندیش خان دیوان لکهنؤ به احضار میر سید بهیکه تعین نمود- سید ضیاء الله بلگرامی که در فصل اول ذکر یافت سفارش

میر سید بھیکہ بہ خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامۂ سید در ینجا ثبت می کنم کہ شمۂ احوال میر از ان بوضوح می انجامد۔ نامہ این است : ۔

" ازان مدت کہ تشریف باین ملک اتفاق افتاد ۔ چون حقیقت سکنہ این دیار از وارد
" وصادر بسمع شریف رسیدہ باشد و می رسد چہ احتیاج کہ در اظہار وقائع بلگرام بتکرار پرداختہ
" دردسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور کہ لازمۂ بشریت است تکرار اظہار ناچار شد۔
" حقیقت حضرت قبلہ گاہ دیانت پناہ سیدی میر سید بھیکہ کہ از مشاہیر کبار این دیار است
" یقین کہ مسموع شریف گشتہ باشد کہ آن بزرگ بعد از آنی کہ بچل سالگی رسید از وطن برآمدہ
" مدت پنجاہ سال در خدمت امرا و ملوک گذرانندہ حق گذاری و دیانت داری را بحدی رسانید
" کہ مدار علیہ ہر سرکار و صاحب اختیار ہر کار گشتہ سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل کہ سال
" وی بہ نود [۹۰] کشیدہ و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیدہ چارۂ کار بی آنکہ آمدہ بوطن
" نشیند نیافت ۔ مرتضیٰ خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود غرض خود
" خود را بر قصد سید مقدم داشت ۔ چون الحاحی بغایت کرد ۔ انکار سید پیش نرفت ۔ بعد از آنی
" کہ عازم این پرگنات شد چل روز تمام نگذشت کہ مرغ روح نواب بہ آشیانۂ علیین پرید ۔ گردہ
" پرگنہ کہ ازین واقعہ متنبہ شدند پیش از انکہ میر از حویلی برآید کوچہا بر بستند از انجا کہ غلبۂ اسلام
" یقینی است برادران ہمراہ کہ آہن خائی بہ عادت داشتند رکاب میر را نگذاشتند خجالت بخشش
" ہر مایۂ فساد شدند ۔ میر را چون طاقت عود بدہلی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکہ تمسک
" بہ عصا کند متعذر شدہ بالفعل حالت پیری این و تخلل نوکری آن و شدت افلاس کہ نتیجۂ دیانت
" است زیادہ از آن ۔ و طلب کچہری کہ باغوای حامد خان شدہ علاوہ بر آن ۔ اکنون بجز
" خدا پناہی نیست ؎

" در چار موج حادثہ یکتا خدا بس است   چون ناخدا مدد نرساند خدا بس است

" مسموع است از حدیث شریف کہ ابن ثمانین [۸۰] از عتقاء خدا است ۔ اکنون بندہ ہای خدا می خواہند

"کہ این تسعین[۹۰] را معتنی ندانستہ بقید حساب کشند و بتقصیر خدمت یک ماہ اہانت آن بی گناہ
"کنند جای وحشت است والسلام"

چون این نامہ بہ خیراندیش خان رسید۔ میر سید بھیکہ را از مطالبہ معاف داشت لیکن سید رحمت اللہ ابن الابن میر مسطور کہ محاسب ممتاز بود بہ رغبت خود رفتہ بہ کچہری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کردہ خود را بخدمت جد بزرگوار رسانید۔

میر سید بھیکہ بہ جناب میر سید طیب بن میر عبدالواحد اکبر بلگرامی قدس اللہ اسرارھما بیعت داشت۔ و بعد خانہ نشینی اوقات را بہ طاعت و عبادت معمور می داشت تا آنکہ نہم شہر ربیع الاول روز پنجشنبہ سنہ اربع و تسعین والف (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود۔ و پائین مزار میر عبدالواحد مدفون گردید۔

سید خیر اللہ

اما سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ ہمراہ پدر خود می بود سید بھیکہ عبدالرحیم نامی را متبنی گرفت و او را سر فوج ساخت۔ سید خیر اللہ را این معنی گران آمد و از پدر جدا گردید۔ و این قضیہ یاد از قضیہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنھما می دہد۔

سید خیر اللہ در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکہ سید بھیکہ وسائط برانگیختہ سید خیر اللہ را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود و در جنگی بہ زخم تفنگ جرعۂ شہادت چشید۔

اما دیوان سید رحمت اللہ بن سید خیر اللہ دختر زادۂ سید لطف اللہ بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است۔ ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت اللہ در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت۔ و بہ نیابت او بسرانجام خدمت می پرداخت۔ چون دیوان سید بھیکہ را پیری دریافت سید رحمت اللہ

عرض کرد که حضرت حالا در خانه نشینند و من خدمت بجا می آرم جد بزرگوار ملتمس اورا قبول کرد۔

سید رحمت الله بحکومت جاجمو و بیسواره وغیره می پرداخت و در دیانت و راستی دقیقهٔ از دقائق فرو نمی گذاشت۔ و مدبر و شجاع و صاحب عزم و عالی همت بود و اکثر مواضع قلب را تسخیر کرد و سرکشان را مطیع و منقاد ساخت۔ و از سرکار خیراندیش خان عالمگیری و از سرکار عبدالصمد خان روشانی و امراء دیگر نیز محالات فراوان داشت و باوارد و صادر سلوک پسندیده می کرد۔ و دست جود و احسان کشاده می داشت۔

سید حبیب الله

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب الله جانب دکن به اردوی خلد مکان رفت و پادشاه را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان با شاهزاده محمد اعظم شاه فرمود که این خانه زاد قدیم ماست و پدرش نلوها را از قطاع الطریق بهادرانه بدست آورد۔ سید رحمت الله به منصب دوصدی و جاگیر از محال سائی پور و سید حبیب الله به منصب صد و پنجاهی سرافرازے یافت۔ بعد چندی سید حبیب الله در دکن فوت شد۔ و سید رحمت الله به جاگیری که یافته بود اکتفا نموده بوطن رسید۔ و برای تربیت برادرزادهٔ خود سید کرم الله بن سید حبیب الله به سلیم پور رفته اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب الله با دختر سید پیاری حسینی واسطی اناهی شده بود و سید پیاری سید حبیب الله را خانه داماد ساخت۔ ازین جهت اولاد سید حبیب الله در اُناهم می بود۔ اُناهم بروزن حکام از توابع لکهنو است و سلیم پور یکی از قرای اُناهم است۔

آخر سید رحمت الله در سلیم پور سیزدهم شهر ربیع الآخر سنه ثمانیه عشر و مائه و الف (۱۱۱۸) به رحمت حق پیوست نعش اورا در بلگرام آورده به خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ در ہندی اُستادِ عصر بود۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تعریف خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجموٗ بادفروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازۂ کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید روزے دوہۂ از منظومات چنتامن در "اننیا النکار" پیش دیوان خواند۔ درین مقام اول "اننیا النکار" را بر نگاریم بعد از آن سر رشتۂ مقصد اصلی بدست آریم۔

"اننیا" بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسور و یای تحتانی مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و "النکار" بروزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و "اننیا النکار" آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تتبع نرسیدہ کہ کسی از ادبای عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست　　در محبت یگانہ می باشد

و در منشآت میرزا جلالای طبا طبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رُخ آئینۂ جم منم　　ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دلستان　　توئی چون تو خیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

رأت کثیر حسانٍ فی الوری مقلی　　ما لاح مثلك الا انت یا املی

محرر کلمات گوید: ـ علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آوردہ اند و اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ "ھُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃِ

أَمْرٍ لِآخَرَ بِالْكَافِ وَنَحْوِہٖ" وازینجا دریافت شدکہ وجود تشبیہ بی مغایرت مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست ـ وتشبیہ راسہ رکن است مشبہ[1] ومشبہ بہ[2] ووجہ تشبیہ[3] پس مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از تشبیہ و اثبات یکتائی اوست بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون تو کسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل درکلام ملاظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد اگرچہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ ؎

نتوان گفت زخوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد

بخاطر می رسد کہ نام اول "تَمْثِيلُ الشَّيْءِ بِنَفْسِہٖ" ونام ثانی "تَفْضِيلُ الشَّيْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہۂ چنتامن در "انئیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید رحمت اللہ خواند این است ؎

ہیو ہرت ارکرت ات چنتا من چت چین
وا مرگ نینی کی لکھی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "انئیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را مرگ نینی گفت ـ ومشابہت چشم او با چشم آہو ثابت شد ـ شاگردش این دخل را مسلم داشت ـ وہرگاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف نمود ـ ودوہہ را تغیر داد ؎

وا سندر کی بین لکھی واہی کیسی نین

چنتامن شاعر ہندی — واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است ودو برادر او بہوکن و متراm نیز شاعر خوش فکر مشہور اند ـ چنتامن در علم سنسکرت سرآمد اقران بود و

و در سرکار شاہ شجاع بن شاہجہان بادشاہ با عزت بسر می بُرد و اورا تصنیفی است "کبت بچار" نام کہ درمیان سخن سنجان متداول است دوہہ مذکور در انتیا النکار درکبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شدہ بہ تقریب غسل دریای گنگ کہ از تحت جاجمؤ می گذرد با قبائل خود بہ جاجمؤ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مہمان نوازی نوعی کہ باید بہ عمل آورد۔ چنتامن مدتی نزد دیوان اقامت کرد۔ و بہ مناسبت موزونیت صحبت گیرا اُفتاد۔ وکبتی در وزن "جھولنا چھند" در وصف شجاعت و جوانمردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ؎

"گربب گہہ سنگہہ جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دہایو"

"بجت اک جمک گہن گہمک دندبھن کی ترنگ کہہ دہمک بہو تل ہلایو"

"بیرنہہ کہت ہیہ کنپ ڈرجو رسن سین کو سور چھون اندر چھایو"

"کہو چل پائی تج ناہ سناہ یہ رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زرِ نقد و خلعت زرین بسنگین صلۂ کبت بخانۂ چنتامن فرستاد و بعض رسانید کہ می خواہیم در حضور را لاقامت مباہات خود را بہ آئین خلعت آرائیم۔ دیوان زبان بہ معذرت کشود کہ این لائق شما نیست۔ غائبانہ قبول باید کرد۔ آخر چنتامن درحضور دیوان آمد۔ و سرمجلس کبت را خواند و خلعت پوشید و انعام برگرفت۔

کبت مذکور در نسخہ "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوہا ازان کتاب کسوت تحریر می پوشد ؎

کاری سٹکاری کری کہری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار

سوہت بینی پیٹھ پر جہینین پٹ کی بہائی
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی

مانگ سہاگ بھری الی ہب پاٹی چھب چھائے
سیام منون گھنسیام مین چپلا لیک لکہائے

بہونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکہائے
کدھ من سونن تور کی تہارو پیارو پائے

آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دہی لاگت سالت جو یہ دیکہت بیدہت پران

ہوئی ترچہی ترچہی تکیو بہتو بہا ہنی بہیر
چبھ چتون چت مون کئی کاڑہت بادہت پیر

سندر مکہہ چو کا حمک اپمان گوبرنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین

کرا چاپی جہائی تیہ دہاری بیچ انکہہ بہائی
منو چپلا دوئی توک ہوئی گری بہوم پر آئی

سوبرن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ

او پمان سندر نکہن کی من آدی نہین اور
اندیدہ ہوا پنہد کی کلن بہئین بسر مور

چہلا چھیلی چھانگین بب چھب مل اک ساتھ

پچھلت چھیل منگو کرت پچھلا کلا کی ہا نتھ
اودرلست روما ولی موہن موہن بھانت
مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت
تاپہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹھٹ کی دیکھ میور کریو کچ گرکی کراڈہ
گوری بھوری گورٹی تہوری بکیں سہائی
بھوری بھوری بات سون چورت من کو آئی
لست سیت پچھوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیل سی جھلملی بال چاندنی سنگ
پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹت ہنست سنہرات درگ للچاوت رجھوار
بھج اُچائی انگڑائی پن پیم جنائی جھائے
چیٹ پٹ ہرہرنی کٹی ٹھگ لاڈ و دکھرائے
ہرمرلی ہرکی لئے دہری اروج بنین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین
کھیلت پھاگ ہلاس سون بھاگ بھری لکھہ ناتہہ
موٹھی داڑ گلال کی من کیو موٹھی ماتہہ
جھک جھک کھیلت ہی للی جھومر سکھن سماج
جھوم جھوم من جگت کی پرت پگن پرآج
بھوتہہ چڈہائی جنائی رس جھونٹھ بان جنائے
انہت ہی پیہ من بھتو او تہن اینٹھ بنائے

گھٹ لئے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنکھ ہوت
گھٹ پٹ کی سدھ گھٹی ٹٹکی مکھ کی جوت

للن چلن کی نام سن گری گھوم کی بھوم
پیارین پیاری لکھ پیا پیران دئی مکھ چوم

پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس
کھوری ہوری لپٹ سنگ کھیلن پران اسیس

کہہ کہہ اٹھت جری جری گھری گھری وہ بال
چل کی ٹیک بلو گئی اٹھین جت کو ہال

گھٹ سیس کر دھر ستون سیاھم بام پرائیس
کنٹھ نکٹ سانک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ

پیشتر فی علم واسطی نثراد گوش مستمعان را از تصانیف والاچہ حجازی وچہ عراقی نواخته ـ اینجا شکر ہندی می افشاند وطوطیان ہند را غذائے روحانی می رساند ـ

رتبۂ عالی ازان بیشتر بود کہ لب بہ تعریفات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید وزبان مخاطر را بہ گفتگوی دور از کار آلاید لیکن احیاناً اگر قصیده جگرے التماس معالجہ می کرد بنابر جامعیت فنون شاعری از فن ہندی بہرہ می آورد چنانچہ خود می فرماید ؎

شعر گر فضل من پژوہشید ی می شدم در فن سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیت من میر خسرو دہد جواب نعم

مصر دواکر شاعر ہندی

مصر دواکر بن مصر ہربنس کہ از برہمۂ معتبر بلگرام است و در فنون سنسکرت و بہاکا مسلم خاص و عام۔ وعلامۂ مرحوم ورا بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید۔ دوہۂ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہ او ہوے گا ایسو کہین سو سبیل"
"جیسو احمد نند جگ ہوی گیو میر جلیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دوہہ را عدد کردہ شد بی زیادت و نقصان تاریخ بر آمد۔ رحلت آن جناب بیست و سوم ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۸) واقع شد۔

از منظومات عالی "سکہ نکہ" در وزن بھیروی ست۔ این چند گل ازان چمن چیدہ می شود ؎

الہ نام پوتھی پر لکھی ایتھہ بھائی   جیون جڑائی کو ٹیکو بھال سہائی
کیس پاس کی پہانس پہانسو لوگ   ایک سیام تم ادیری الگ سنجوگ
پہلواری گہونگھٹ کی پاتین جات   سمن باس بن چہانین نہیں سہات
واکپول شرمل تین در بین ہار   پرت انت جھونٹھی کی مکھ چہار
وانکی دیکھی پترن باڈھت جوت   دت چیکنون دیکھی ہلست کوت
لکھ پوت واکریوان اتھہ ابہرام   ہوئی انیت کرڈاری سیری سیام
شنکھ نا نہہ چیو موری دہون کیا کہوئی   کری لاک جہان چہر لوہت تہان ٹی
نکہس جہلک مہندی سنگ بھن دین   چنین لال نرچبین ڈاک نوین
بہاد نا بہہ کی تر کو کہو نجات   کنول کلی لو موندی بہلی یہ بات
بینی پیٹھ دو دل منتو جو کین   لانبی چکلی باتن من ہر لین
چکل جنگھ سو موہن انکو جاے   انت باندھیت گنہی کہنین لاے

کنول سا نجھ موندت نہیں کوس سکور   واچرن کو بندت انجل جور

و از منظومات والاست این چند دوہے

بہلواری جگ بین سے سینچت لی لی باس
سو کہی رد کہہ پلاس کون رُت بسنت کی آس
رہنی سجنی بیہ سنگ پاؤن روپ بہات
اب پیہ بیتم بچھری بہئ پاؤن پک کی بہانت
تونا سا کی ڈاہ کی کیر لگی جیہہ کو پنج
رہر کہو نٹھ نت کری کہی دبت ہی چونچ
پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید
چھن بچھرت جا کی پری چھاوان چھاتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادہ میر عبد الجلیل بلگرامی - ترجمہ او در فصل اول جلوہ پیراست و درین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ جلمش در قلمرو سخن فارسی و ہندی نفاذ دارد - اما بہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تخت سخن را یک قلم از اوج غرور انداختہ - الحق ہیچ طوطی در ہندوستان بخوبی کلکش شکر افشانی ننمودہ - و ہیچ طاؤسی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال و پر نکشودہ - جوہر تیغ ہند از نیزہ خطی بہ این حسن وا نمودن جز او کہ می داند - و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ احد کہ می تواند -

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر و اشعار ہندی میر شنید - حظی کرد - و این

قطعه در سلک نظم کشیده

درین زمانه که ارباب فضل کمیاب است | زبلگرام دو شخص اند در سخن اُستاد
یکی امام زمان سید غلام علی | کسی به شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جهان هنر سید غلام نبی | رساند فطرت او شعر هند را بمراد
نگاهدار الٰہی ہمیشه ایشان را | بمُوَسِّلِ عَرَبِیٍّ وَّ آلِهٖ الْاَمْجَادِ

میرزا جانجانان مظهر دهلوی سلّمه الله تعالیٰ فن شعر هندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکهه نکهه" صد و هفتاد و هفت دوها است که آن را "انگ درپن" نام گذاشته و دیگر "نایکا برن" که در ۱۱۵۴ھ هزار و صد و پنجاه و چهار هجری تصنیف کرده و مطابق این سال دوها در خاتمهٔ کتاب درج نموده و "رس پربودھ" نام مقرر ساخت مضمونش آنکه ازین کتاب تسلّی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند که نزد اهل هند مقرر است که تغیر و کیفیتی که در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دهد آن را "رس" گویند و آن نه حالت است۔ و کتاب "نو رس" که ملا ظهوری دیباچه آن نوشته این معنی هم دارد۔ نو در هندی نه را گویند۔ از ان نه حالت

اول۔ "سنگار رس" که عبارت از کیفیت کمال محبت است که مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و همچنین کیفیتی که زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او هم می رسد۔

دوم۔ "هاس رس" که عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" که عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چهارم۔ "رود ر رس" که عبارت از کیفیت کمال تهور است۔

پنجم۔ "بیر رس" که عبارت از کیفیت کمال شجاعت و سخاوت وغیره است

ششم۔ "بهیانک رس" که عبارت از کیفیت کمال خوف است

هفتم۔ "بیهتس رس" که عبارت از کیفیت کمال کراهت است

هشتم "ادبهت رس" که عبارت از کیفیت کمال تعجب است

نهم "سانت رس" که عبارت از حالتی ست که دران حالت همه لذتها محو شود و همه نیک و بد یکسان نماید۔ و اصل منشاء این حالت ترک و تجرید است۔

و درین کتاب اکثر مقامات را که از مصنفین پیشین کم کسی به تحقیق آن رسیده مبر به دقت و نازکی تمام آن مقامات را حل نموده مثلاً فرق درمیان اقسام دهیرا و کهندتا و فرق درمیان بهین بدکدها و سوین دوت و فرق درمیان کریا بدکدها و بودهک ها۔ و سبب جدا شدن انبه سنبوک و کهتاد کرنیا و مانی از هشت نایکا باوجود شریک بودن این مجموع درادشتها بهید که مراد از اقسام حالات است خوب بیان کرده۔ و دیگر مقامات که تفصیل آنها اطالت می خواهد بوجه احسن ضبط نموده۔ و درایجاد و اختراع مضامین دقیق و خیالات نازک چه قدر قوت فکری صرف کرده۔ تمام نسخه از اول تا آخر تمثیلات تمام دارد۔ و مجموع کتاب انتخاب و سحر حلال واقع شده۔

و سوای این دو کتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد و "رسلین" تخلص می کند۔ یعنی بمعنی محو است یعنی کسیکه در رس محو باشد۔

درین مقام صد و بیست و پنج دوها از هر دو نسخه بمراعات ترتیبی که در کتاب است انتخاب زده۔ و چند کبت چیده ثبت می شود۔

اول - از انگ درپن

۔: منگلا چرن :۔

سوپاوت پاجگت مون سرس نیه کو بهاے

جون تن من تین تلن لو بالن ہاتھ بکائے

:-جورا برنن:-

چند مکھی جورد چتی چت لینہون پہچان

سیس اٹھایو ہی تم سس کو پا پچھو جان

:-ارن مانگ پاٹی جت برنن:-

تیہن مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار

است پہری پرئی دہری رکت پہری تروار

:-بھونہہ اینٹھ برنن:-

اینٹھن ہون او ترت دہنک یہ اجگت کی تان

جیون جیون اینٹھت بھرو دہنک تیون تیون چڑھت ندان

:-کرن مکت برنن:-

مکت بھئی گھر کہوئی کی بیٹھی کانن جائے

اب گھر کہوت اورکی کیجئے کہا اوپائے

:-نتر برنن:-

ترنگ دیٹھ آگین دہرین برنین دل کے ساتھ

تیوری چکہہ مکہہ کی جگت کیو پھت سب ہاتھ

:-کاجر برنن:-

ری من ریت بچترہ تیہ نینن کی چیت

بکہہ کاجر نج کھائی کی جیہ اورن کی لیت

:-کاجر کورین برنن:-

تیہ کاجر کورین بڈہی کیہ پورن کب پنچھ

لکھیت کہنجن اچھ کین پچھ الکچھ پرہ پچھ

:- نتنرن کی لال ڈوری برنن :-

انجن کی دورت نہین لوین لال ترنگ
کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

:- ناسکا برنن :-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچھت سب گانو
کئی نواسن ناس کی ٹھیو ناسکا نانو

:- لٹکن برنن :-

تھک لٹکن نتھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ
مار مروریو جگت تیو نٹ نٹ وولت ہاتھ

:- پناری برنن :-

للت پناری کلت یون لست ادھر سکمار
منون اہی بہاست پریو چھنے انگری بہار

:- ادھر برنن :-

تیرس وتیا دوہن سس ایک روپ بنچ ٹھان
بہور سانجھ کہہ ارنیئ بہئی ادھر تو آن

:- مہندی برنن :-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی
ابھیہ دو ہنچھیرن دس نکھن مہندی بہئی بنائی

:- سکمارتا برنن :-

لگت بات تا کو کہان جا کو سبھم گات

نیک سانس کی جھوک بن پاس نہیں ٹھہرات

-: روماول برنن :-

ال اودروا سکھ بن روماول کی بھیکھ
پرگھٹ دیکھئی سانس کی آواگون بن ریکھ

-: پیٹھ کی نال برنن :-

ہین پیاری پیٹھ تو کیتھو دیٹھ بچار
دھسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار

-: کٹ برنن :-

سنیٹ کٹ سچہم نپت تکت ندیکہت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا بین بین

-: جنگھا برنن :-

سیس جٹا دہر مون گہ کھڑی رہیں ایک پای
اپنی نپ کدلی تپو لہین نہ جنگھہ سبہای

-: پگ تل برنن :-

لکھہ پگ تل کی مرودتا کب برنت سکچاہہ
من تین آوت جیبھہ لون مت چھالی پرجاہہ

-: نکھہ برنن :-

دوت وا اوت نکھن کی بہنی کون کب ایس
پای پرت چہت جاہ کو بہو چند پہ سیس

-: شرپ انگ برنن :-

مکھہ سیس نر کہہ چکورا ددتن پانپ لکھے ہین

پگ پنگج دیکھت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربودہ

-: پربیت بھاو :-

توہت نو نزنیہہ کو اچھو ہر ہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت پہل ہون کی جائی

-: سکیا :-

دہرت نہ چوکی نگ جٹی یاتین اربین لائی
چھانہہ پری پرپرکہہ کی جن تیہ دہرم نسائی

-: الکرت جوبنا مگدہا :-

بون بالا جوبن جھلک ارجن ہین درسائی
جیون پرگٹت من کو بچن بیہ پتزن مین آئی

-: نو جوبنا مگدہا :-

جیون بیہ نتھہ باڑہت کلا جوبن سیس ادہکات
تیون سستانس تمرگہٹ چھب دُت پھیلت جات

-: پنھہ :-

انست ہین تو ارج ارنکست جھلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی پری جین ہین آئی

-: گیات جوبنا مگدہا :-

سکھن کنت لون تیہ نین کچھ نک بہس لجات
مانو کمل کلین چنتی البین ہلس رہ جات

:- اگیات جوبنا مگدہا :-

دادن باندہی سانس مین ہور سکہن سون لائی
سو میرین بیہ تہور ہوئی ہیہ مین اسی آئی

:- نبودہا مگدہا :-

سکہن کہین لال آبہرن نیک نہ پہرت بام
من ہین من سکچت ڈرت بہرم لال کی نام

:- بشر بدہ نبودہا مگدہا :-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دہک دہک جیون دامنی ناچہین برسی میںہ

:- پنچھ :-

تیہ اگیان ارگیان مین پریم نہ دیت جائی
جمن گنگ بیہہ پائی کی رہی سرستی بہائی

:- مگدہا کی سرت آنت :-

یون بنجیت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پیہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

:- ودہیا :-

پیہ تیہ ملن کپاٹ کٹ نرکہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جورتین منت نیم کی جور

:- پنچھ :-

رنین من یادت نہین لاج پریت کو انت
دہون اور اینچو پہرے جیون بب تیہ کو کنت

—: مدہیا انت کاما :—

بیون تنیہ نہین لاج مین لست کام کی بہائی
ملیو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

—: مدہا کی پیرت :—

کان پرت مرگ لون بہری مرچہہ للن کی پران
کنٹھ ٹھنک نوپر جھنک دہن لئی جب تان

—: مدہیا کی پیریت :—

رمت رمن پیریت یون لاج مدن ہن چھاک
جیون رنہہ ہانکت سارتھی دہون لیک کون تاک

—: پیروڑہا :—

جب بنتا پرکھ راس مین رب جوبن چمکائی
مدن تپن پرت دیوس مدہ لاج سیت گھٹ جائی

—: پیروڑہا کی سنرتانت :—

ڈہرک پری کہون اربھی نکہہ کچھ سبیس سہائی
تنرن چھپیو منون کر سکہرونج نکس درسائی

—: مدہیا دہیرا :—

لکہت ہنی درگ کمل لئی چور بدن رب اور
اب الخہ ان چند ہت کر بو نین چکور

—: مدہیا ادہیرا :—

جہی بٹ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے
ہانتھ پرت ہو اور کی پاین پرت سو آئے

-: مدھیا دھیرا دھیرا :-

کت بنولیت نٹھری یہہ پونچھت گہہ ہاتھ
دہن انسو اگہن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-: پرورہا دھیرا :-

پاگ دھرین پیری کہری پیہ مکہہ پری نہار
پہول جھری کربین دہری آنکھ بہری جھجھکار

پرورہا دھیرا دھیرا

نین لال تک رس دری کچہو نہ بولی بال
بانہہ گہت ہین لال ارہتی تورا رمال

-: جیشٹھا کنشٹھا :-

کن بچتر یہ کہیل بل دینہون تمہین سکہائی
موٹھہ ماروا کی درگن موکہہ ماندت دہائی

-: پرورہا دھیرا :-

ڈری گانٹھ جو بال ہیہ لہی نہ کیہون ناتھ
پرگٹ بال مدہ گانٹھ لون بہئی گہت ہین ہاتھ

-: اوڈہا پرکیا :-

نین اچل چل منج تو دواو بدہ من رنج
نج پت لاگت کنج ارا پیت لاگت کہنج

-: انوڑہا پرکیا :-

روکہی ہوجن باس لون چوری دیت جنائی
ہنان جڈہین سرنیہ جو چڈہیو نیہ سرائی

لـ:سا مانیا:ـ

مکت مال لکھہ دہن کہیو یہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تہاری ار بسی شو میری ار مانہہ

ـ:انیہ سبنہوگ دکھتا:ـ

تیری پاس پرکاس پر نیہ سباس بسائی
موکارن لیائی نہین آئے آپ لگائی

ـ:پریم گرتیا:ـ

پیہ مورت میری سدا اکہین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

ـ:روپ گرتیا:ـ

جوبن لہہ ان روپ ٹہنگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مارکے ہتیا موہر دین

ـ:مانتی:ـ

دہرت مانتی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال

ـ:سوادہین پتکا:ـ

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس نیہ چکہہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور

ـ:انکنٹھا:ـ

سکہی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھ
گرہ یہولی کہگ لون پھری موہن سوجن ماتھ

:-کھنڈتا:-

پیہ نن مکھہ لکھہ یون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرند کون اگل گئی پھر کھائی

:-پرلبدہا:-

لکھہ سنکیت سولون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

:-کلہنتریتا:-

الی مان آہ کی دسی جہار یو ہر کر نیہہ
تیو کرو دہ بس نان چہنتواب چھوٹت ہی دیہہ

:-باسک سجیا:-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کھیت بنائے کسان جیون رہت میںھہ اوسیر

:-ابھارکا:-

ایسین کا من لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین ستنا کو سلل پون ساھیین پائی

:-پنتھہ:-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کھولت بج چھٹا جنئی ڈھانپت گھٹا نہار

پرو گھٹ تپکا

نس جگای پرانتھ چہت پران مجھوری ہال
انگ نگر بین برہ بیہہ بھیو نیو کنتوال

:کلمکہت نپکا:-

پھاہین پاکہہ نہ آیہو جو اساڈہ کی مانس
پر تھمہ جھڑ جیت باس لون نکسی پیہو سانس

:پچہت نپکا:-

پیہ کی چلت بدیس پچہو کہہ نہہ سکی لجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچہورا پہور

کر دی یہ جو چکنین ہرنت لاے سینہ
برہ اگن جو چہنک بین ہون چہت اب کیہ

:المکہت نپکا:-

ہرا دن سن پتہاک نکہہ اگن ہر کہہ سینہہ
نکہہ تین سکہہ لون بال کے بہئی چکنین دینہہ

:الچہت نپکا:-

آدنت لہہ گہنسیام کی آن دیس تین پات
چپلا ہوئی چمکن لگیو نیہ نہی کو گات

:انگت نپکا:-

سکہی پچہرن سمر کی ہوتی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بہی لہہ بسنت سوکنت

:اتہا:-

کیہون اوکن انگ کو لکہین نہ ہنت کی جور
پیہ بینک نکہہ کی بہی رونی تین چکور

-: مدھیا :-

پیہ سنگہ سنکھہ رہت بکھہ بکھہ ہوئی جات

تیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

-: ادھما :-

جیون جیون آدر سون للن پانپ دیت بنائی

تیون تیون یہا من مین لون کہن کہن انیٹھت جائی

-: پت نایک :-

جب تین لالن رون کو کون لے آئے سنگ

تب تین شیو لون آپنی کر راکھی اردھنگ

-: انکول نایک :-

نئی لبسن جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجانھ

بن پر کہے دہن بچن کی ہیر سکت ہین ناتھ

-: دچھن نایک :-

ساگر وچھن دہن کی سم برنت ہین پریت

وہ ندین یہ تہین سون ملت ایکہی ریت

-: سٹھ نایک :-

ہیر ہیر مکھہ پھیر کت تانت بہو ہنہہ ندان

بانن بدہ کا ہون نہین راکہی چڑھی کمان

-: دہرشٹ نایک :-

کاہہ گیو ہی آپہین موسر سو ہین کہائی

آج سیس جاوک لئین پھر لوٹت ہی پائی

:- اوپپت نایک :-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران

:- بیبیک نایک :-

لال ادہر ہیرا رون جنھہ سبرن تن ساتھ
دیجبئی کنھ دہن لیائے جو کیجئی تنہ دہن ہاتھ

:- روپ مانی نایک :-

بار بار ہیرت کہا درپن مین چت لائی
نیک لکہو نج بدن سون رادہی بدن ملائی

:- پروکہت نایک :-

اگن روپ بن ری بره کت جارت ہی موه
ننیہ تن پانپ پاپی کے بور مار ہون توه

:- سرورن درسن :-

جب تین موہ سنائی تون کہے کانہہ کی بات
تب تین درگ مرگ لون چلی کانن ہین کون جات

:- سپن درسن :-

جاگت چور جو پائی دور لاگے ساتھ
سپنین کو چیت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

:- چتر درسن :-

چترہ چیتوت چتر یون رہی ایک ٹک جوئی
متر بلوکت رادری کہو کون گت ہوئی

— : سوشنگھ ورنن : —

جیون پیہ ورگ لال بہنوت نتیہ بدن کمل کے اور
تیون پیہ مکھ سسں کی بہتی نتیہ کی نین چکور

— : دوتی برنن : —

کیجی سکھ گھنشیام ہرن آج پون کی رنگ
انکھ چپلا چمکا ہی ہون لیاسے تہاری انگ

— : نایکا کی استت : —

کسک کسک پوچھت کہا جبک مسک اثمان
کہسک جاسے گی ٹھسک بیہ نیک سسک سن کان

— : بیرہ نوبرن : —

کہا کہون واکی وسا جب کہک پولت رات
پیو سنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

— : بسنت رت برنن : —

کہون لیاوت بکست کسم کہون ڈلاوت پانی
کہون بچھاوت چاندنی مدھ رت واسی آئی

— : شرد رت برنن : —

سرور مانھ اٹھا ہی اربانگ بانگ بہراسے
مند مند آوت پون راج ہنس کی بہاسے

— : باگ برنن : —

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو لکھن کون جل جنترن میں آن

گریکھم رت برنن

دہوپ چٹک کر چیٹک ار پہانسی پون چلائے
بارت دوپہر بیچ تیہ یہہ گریکھم ٹھک آئے

—: پچھ :—

چھٹت نلی تل نیر جل ول سیچ چہت تین آئی
نرکھ نداگھ اتیت کون چلیو بہان چہن دہائی

—: جل کیل :—

ہر ہیمنت پون تین کر لہہ جل کیل انند
سون کمل پہون اور تین مکتن جہورت چند

—: پاوس رت برنن :—

پاوس میں سر لوک تین جگت ادہک سکھ جان
اندر بدہو جا میں سدا چہت بہرت ہین آن

—: پچھ :—

جھول جھول تیہ سکھت ہین گنگن چڑہی کی ریت
آج کالہ مین آئی ہین سر نارن کون جیت

سرد رت برنن

چندہ بدن چمکائی ارکہنجن درگ پہرکائے
سکل دہرا کون چہلت یہ سرد اپچرا آئے

—: ہیمنت رت برنن :—

ہیمنت سیت کی ورل تین سکت نہ اوپر جائی
بہیو اگن کون پاسے کی دہوم دہوم مین چہائی

—: سسرات برنن :—

پرگٹ کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی بات
بچھرن کون چت ہون دہرین سوکہہ جات ہی گات

—: لیلا ہاؤ :—

سیام بھیکھ سج کی گئی راوہی درپن دہام
بھولیو بھیکھ جگت بھئی جت دیکھی تب سیام

—: بلاس ہاؤ :—

درگن جور انٹھلاسے اربھوہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود ہین مود بہرت سے جای

—: للت ہاؤ :—

سکل بہوکھنن کون جدپ توچہب رہی سنگار
پی کنٹھ بدھ انھہ بہارئی پیہ ہین جیہی نار

—: بچھت ہاؤ :—

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سوتن کو رنگ سیام دئی رنگیو سیام کو لال

—: ببوگ ہاؤ :—

بات ہوئی سو دور تہین دیکھئی موہ سنائی
کاری ہاتن جن گہو لال جونری آئی

—: کلکنچت ہاؤ :—

شوسسر کی سس ہین شوانگ نج چھانہہ بہرمائی
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

—: بھرم ہاؤ:—

بیندی ارن کپول دی لال دٹھونان بھال
ایصہ بدھ کنصہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال

—:بودہک ہاؤ:—

مانگ بیچ دہر آنگری ڈہانپ نیل پٹ بہال
اروہ نساسن چھپت پیہ سین بتاي بال

—:مدہ ہاؤ:—

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور
بال ورگن مین مدبھرین آوت چلین ہلور

—: سوبھا اداہرن:—

ایک سکہین کرلی چہرین ہنست چکورن دہای
ایک بہنور کی پھیر کون مارت چنور ڈلای

—:کانت اداہرن:—

مکہ بملتا لہہ کہئی کمل مردلتا باس
تو تو ان کی ملن کی سبرن راکہئی آس

دیپت اداہرن

چندجہان بدہ مکہہ رچی تن چپلا سو ٹھان
تا پراوسب دہری کہری تو تور پوجی آن

دہیرت اداہرن

دیپ تہاری نیہ کو برت رہت ہیہ ماتھہ
بات چہون دس کی سہی بجھت کیسہون ناتہہ

:- آٹھ ساتوک بھاو :-

پیہ تک تھک اوہ برہن کہہ پاک سو نین جھاے
ہوئے ببرن کنپت گری تیہ انسوا دھرا ے

:- سنگار رس اداہرن :-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بھای
ریجھ چھکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای

سنجوگ سنگار اداہرن

لی رت سکھ پرپت جیون رچی پریا اور میت
راو تو پرن ہین بہی ایک رسنان کی جیت

:- انشٹ جوگ مدوسر ناشراگ :-

جاہ بات سن کے بہی تن من کی گت آن
تاکہ دکہائین کامنی کیون رہہین سو پران

:- پوربا نشراگ مین درشٹا نشراگ :-

ہین ٹھگیا ناتہہ مٹھہ دیٹھہ رہی کون وار
موہن ماکھن لی گئی دیہہ رہی کون وار

کرپان اداہرن

پیہ ورگ ارن چھٹی بہی سبہ تیہ مکھ گت آئی
کمل اربیا لکہ سنون سس دت گھٹی بنائی

:- دان اپائی :-

بیٹھی ہین سج کرن کنہ لال مالتی پھول
جھٹ طہ تو پیہ کمل نین کڈہی ماہ ال تول

کھیدا پاٹی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری ناہنہ
تنھ تر ور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

—: پرسنگ بدھیس ا پاٹی :—

کہت پیان جورین کون چھوٹ ہین کر مان
تی سب چکی ہوئیہ کی انگلی جنم نران

—: پیاس بہوک :—

سوا متاون کون گئی برہن بہہ منگاے
پریت پپہیا ہشم ہی تب ٹھیودی چڑہاے

—: کرنا بیوگ :—

سکہ اتی سنگ جنہ نچ گئی یہہ ہم رہیا کاج
سو پیان دکھ پاسے کی چلیو چھٹت ہی آج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کر دئی بیرہ ستر کے ساتھ
کہیوری وا نٹھر سون ایسی کہیت ہاتھ

—: پاٹی :—

بتیا کتھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ
پاتی دے ہین اور سب ہون دیہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ در وزن رباعی بستہ کہ این دو رباعی از آن است

اسکیا

ازبسکہ حیادوست ہی وہ مایۂ ناز اس طرح سون ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سوں جیوں نکلتے ہیں حرف پر کان ملک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشر بدہ بنودہا

آئے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر کئی رہی ہے یوں نایک پاس جیوں آگ میں زور سیں دوا کے سیماب

—: نعت :—

نور اللہ تیں اول نور محمد کو پرگٹو سبہ آئی
پاچھیں بھی تہوں لوک جہان لگ او سب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آدلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تولوں نہ پادی الہ کوں کیھوں جو لوں محمد میں نہ سمائی

—: منقبت :—

پرکھو کون نہ جینہو ان من میری ایک چھن بید او پران کو کیوبہ چیت چاوری
تج دوار ایس کو نوا یو سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کھوے باوری
ایسو ہی ندان جاہ آج لونہ آیو گیان کیھوں نہ تجھی اجان اپنو سہاوری
بھریو اپرادھ تبو ڈرت نہ تل آدھ شاہ مردان جو بھروسی ایک راوری

بشر بدھ بنودہا ملد ہاکبت

اوچک ہیں آئی بال نیتن نہار لال بیٹھ گئی ننھہ کال آپ کون چھپائے کے
چنچل چتون چت چبھیں ہر رسلین کون کرکری کیل بھون مرجھائے کے
تاہی سی پیہ پاس آڈا آڈ سکھین کے آون تیہ کی رہی ہی چھب جھائے کے
بادھک جیوں چوٹ کے ورت پھر اوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ ہیں کھوج لیت جاکے

—: ترنائی اگم ریت بر نیو کبت :—

آوت بسنت ترنائی تر ترنی کے پات گات ارنائی دورت بینت ہے

بکست سمن من پیہل ارو چ ہوت بھنونت بھنور چنت راکھ رس پریت ہے
گہور وگنبھ بہاس باس انگ کے سباس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیس گئی تین نہ بہارین رسلین دو او جوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

:- دہیا دھیرا ادھیرا کبت :-

رات کون بنی جیون پرات آئی رسلین تہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
نین سنکھ مل دیو سہو تو دیجی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہین گہات نین بیری ہین پیرت کیسی کہ ہیرون تو کھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چندرمان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

:- رت دوتی متا یومانی کوتا کوکبت :-

بدن ہی چند تہان راہ بار دیکہت نین مرگ پلوا دہر تہان آہی
ناسا کیر ڈھاک رسلین دانت داڑ ہین ہین مور کو یوروم راجی پنکی سراہی
کٹ سنگھہ گج گت ہی نین بیکھی باتین یہ بات آن ہئین او گاہی
اپنی سب ستر تو تن آن متر بھئی تو کون نج متر سنگ ستر تا نہ چاہی

:- سانت رس کبت :-

تیری منورتھ کون ہوت ہی بین لوک تو نہین ہوئی اکاس کہی نکہت اُدوت ہے
تو نہین چار وتتو سیل تریس پنچھی ہوت تو نہین ہوئی میگھہ پوجی کوت او اکوت ہے
تو نہین بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تو نہین ہوئی کے ستر لیت اپن نین بوت ہے
جاگ پرین جھونٹھو جیون سپن لوک ہوت تیون ہین آتما بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

:- نرت برنن کبت :-

بسن بنا ہی لٹ آنن پی لٹکاے کاجر لگائے چکھہ پان مکھہ کھائے کے
تال جھنکائے بین مردنگ بلائے تنکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لچکائے دو او بھنوین نچائے ات نین مٹکائے کے
ینو رہ بجائے جب بھائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آئی تیری پگ دہائے کے

(۶) سید برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمعیت این اجزا است
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔
"پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہرپد وغیرہ کہ در مردم دائر
است پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لیئین درسن بھچھا ہیت
پیمی ہندو ترک ہین ہر رنگ رہو سمائے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بھائے
انٹیا تن کی اٹپٹی من ٹہوا بھیو مور
سو رجھاوے کر گیان سون بنی پیم کی دور
من پنچھی تن پنجرا پانچ بھرو امول
پیار دو پور و کر دیو توہین توہین نت بول
تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت کہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی
ہون چکئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی تان دکھ نانھ انند
من پارا تن کی کہری دہیان گیان رس ہوی

برہنھ اگن سون پہونک دی نرمل کندن ہوی

جہان پیت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ
جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ

جم جن پورا ہوئے تون دورت گھیرت آن
ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران

ہم کسان ہت کھیت کے بووین دھیان کے دہان
لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان

نئی ریت یا پیت کی پھلین سب سکھ دیھ
پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھ

من بیند ہو واکیں مون ڈھونڈ ہو کیئو بار
بھولو کاری ربن کو تا کو کہا بچار

ہت کینون سکھ جان کے پڑی دُکھن کی بھیر
کیا کیجی من ہوی گئی کڑوا کڈ ہتین پھیر

یُوْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کون آنکھ موند من پیل
سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل

سیاہم ہو ساچ سون سر نہر آدمی کوی
پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی

تو نہین تو نہین جو چھوٹے ہو نہیں ہوے
جہار بچھادی کامری رہی اکیلا سوے

رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار
بیٹھی برہار ادری سدا کرت جیو نار

میاموہ من مین بھری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی جج کون توسی چوہے کھائے
اودہ گیئ آئی نہ ہرکریہ نہ ہرچیت چاؤ
برہا توہ انند ہی موہل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبدالواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ۔ از انجاست ے

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت
کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

—: کبت :—

میٹھی ہی نپت ہی سبھا ہی بہا ہی نینن کی جا کی رس چاکھی کو سبی للچات ہین
پھیکی او بھیسی سب کہا ہی کے کہا کھون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ہین
کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہین پہوپت ہنس رسنان کی پیاری ہی اڈھن بلات ہین
ایسی سکار ہین ہی اولی باروں کا پی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوتی نہو جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالی

جوان قابل صاحب فضائل است۔ ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید۔ و مضامین دلنشین مے آرد۔ برخے از ان درین جریدہ درج می شود۔

از سکھ مکھ دوہا

—: منگلا چرن :—

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

—: بینی برنن :—

سمجھیو منتر مین من لئی جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی رییت

—: مانگ برنن :—

پچھیو ہیتو کے نان پچھیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکھی کلا جو کوے

—: انگ سدی جت :—

لال بیندی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ بینگ کے من دہو کہین لپٹان

—: نتر برنن :—

لکھ چکھ پین بہر بہا دام مانون لبکھگ مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہت لک دبہی ہی این

—: الکہ :—

کہنچ تھکی لکھ چیلتا کو رنگ چکی لکھ رنگ

مین جلی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

—: الحہ :—

بس پہیلت انکی لکہت من پاوت نہیں چین
کن پرکاش نج گن کرین برچھک راس توئین

—: کرن برنن :—

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سیت پرکاس
جا کانن پت کی کرت مکت ناک پئین باس

—: ناسا برنن :—

اچبت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے
او بہت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے

—: نتھ برنن :—

تیہ نتھ کی جہولن نرکہہ لبنہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

—: کرن مکت برنن :—

مکت بہی جدپ نوؤ ناک باس نو آس
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس

—: لالری برنن :—

نتھ موتن بچ لالری راجت ہی اینھ مود
مکت رمت منون ناک پرانند بدہو گھ گود

—: ادہر برنن :—

ادہرامی دہرہیت کنھ بال سدہا دہر بہال

سینچو اوٹھن ناس مگ ادھر گاڈ مرنال

—:مسابرنن:—

لسا مسات رس مسا بسا کپولن سوبھ
دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سوربھ کی لوبھ

—:دسن برنن:—

لکھیت کچھو اتپات سوالی دسن ہی ناتھہ
بھان اودی ہون دیکھئی نکھت بال بدہ ماتھہ

—:دس برنن:—

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہنسن درسائی
بیج کھری دب جات ہی پھول جھری بجھ جائی

—:مکھ جوت برنن:—

اتگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھہ
تؤ مکھ وت لکھ رسن جردیو راک ہیہ ماتھہ

—:مکھ جوت برنن:—

مکھ دیپ وا بدن کی اپمان ہین سب ہین
جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت دت چھین

—:مکھ باس برنن:—

ڈگر ڈگر تؤ بگر کی گنجت مدھکر پنج
کینو تؤ مکھ باس نی بھون کنج بن کنج

—:تھوڈہی برنن:—

تو ٹھوڑہی سوبھا چتئے کیون نہ لال للچاہنہ

جنهہ لکھ ٹھوڈہی ہاتھ دئی کہری بال پچھتانہہ

:کنٹھ برنن:

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکہہ کنٹھ ابھرام
گہنین لون ان نج گرین ڈاریو ٹپکا سیام

:کنٹھ برنن:

ہارا دارا کنٹھ لکھ بہیو کنب ات پاپ
اکلنکت نجھ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

:ریکھا برنن:

پیکہہ ریکھ تؤ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر نیکھ
پھانسی پھانسی نج گرین پیت واگھہ بسیکھ

:کنٹھ سر برنن:

سنی جہنک سر بیت ہین تو سو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دؤ ٹوک ہوی جر کہوک بہی موک

:نار برنن:

نار نار لکھ کی رہین نارین نار نوای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

:باہنہ برنن:

پاس نلت تؤ باہنہ کی پیت اجگت ہیت
جیولیت وھ کر پرین یہہ پیتم جیہ دیت

کانکھ برنن

کنکھیان لکھ ان باہنہ تر سکھیان رہین اجیت

شدھا سندھ بب لہرتین پری سندھ کنفہ ہیت

—: پہنچا برنن :—

کوٹ او پاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پئی پہنچن وا کی ہنین پہنچت اپمان ہاتھ

—: پورین برنن :—

بھاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی ین

—: روما دل برنن :—

مانگ انک جو سیامتا مٹی الی تون دیکھ
اُور آن سو پر گھٹی روما دل کی بھیکھ

—: روما دل برنن :—

روما دل نہہ جان تون لکھ پیبر سکھی رنگ
گج شو تج منو تک چلیو نابھی ببر بھو نگ

—: کچ اگر سیامتا برنن :—

لست یام کچ سنبھے پر نہیں سیامتا رنگ
رہیو منو بھو کون وہی سر چڑھ رہیو کلنگ

—: ارج سندھ برنن :—

الی کھلی بدہ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادہرا ئی کی چہرن ہستنا راہ دا نہہ کی کوپ

—: نابھہ برنن :—

نابھہ بھنور تون دیکھی روپ سندھ تو گات

سکھان کیجیئی کون سراپان بوڑی جات

—: کٹ برنن :—

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین درسات

—: الحہ :—

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نہٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیو ہی بھیکھہ دہر جگ ایک کوانگ

—: کام بھون برنن :—

تیری نابھ تڑکو الی برنن کرت سکات
بدہ نج ہیہ سکچت جہان اوپمان جات لجات

—: چرن برنن :—

ال کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جاپر بہنورن سون سدا بہرمت ہین جگ نین

—: ایڑی برنن :—

تو ایڈن سکھان کی ہین اپمان سب ہین
موڑہ بوڑھ جابرن ہری اند بدھو پدلین

—: گات برنن :—

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ

—: چھبت برنن :—

چھب جہلکت منہ جہلکت تین من لاگت اپمان

ہوت اودیٔ سس کی منون سمد سلل اولنھان

:- سکمار نتا برنن :-

کیون وہ بھوکھن کنک کی سجیٔ انک سکمار
نیٹھے نیٹھ نگ ڈگ دہرت نار مہاور بہار

:- سوبھا برنن :-

بن جیورجیہ بر ہری تا تین بدھ بچار
ستواری ہتیار لون راکھی بہوکن ٹار

:- سکھ نکھ پو رنتا :-

پرتہم پنچیو سکھ نکھ برن عارف نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھاریو پھیو بدھ ندان

از سکھ نکھ کبت

:- چورا برنن :-

کیدہون بدہ بیدہ بدہان چھند بند کریا نہ ہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادوار پہل تا کو چھب دیت ہے
کیدہون کام نٹ کہری کندن جہری ہین دہری نلین کوئی دان پران کو لیت ہے
کیدہون ہم سان ہین بدن بیٹھو آسن کیٔ کیدہون تیہ تیرہ جوروتیہ کو نکیت ہے

:- بینی برنن :-

کیدہون رتن سان ہین کے سکھا پی سوہی دہار ترن تنؤ جاے ادہک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نیسینی سوہی کیدہون نب رسنا کے سچھم سنینی ہے
کیدہون کل پدرم کے للت لتا کے پرت سندر سدلیس سوہی الی ال سینی ہے

سکھان سو بیکھ آدرس کی سہاونی ہی کیدھون منوہنی کی موہنی سی بینی ہے

:نتر برنن:

کیدھون مین کیتن کی سری ہین ادھی ہین کیدھون پنج سرجو کی سرادوات ہین
کیدھون پرپھلت ارن سرسیج تامین نیل کنج راکھی تاکی سوبھا سرسات ہین
کیدھون جوری بھوری کل کھنجن کی رنجن ہی رسک ملند کیدھون دنپت کہات ہین
پنٹ نویلی ال بیلی ہیم بیلی کیدھون تیری سیجھہ اچھہ میری پچھہن سہات ہین

:مکھ برنن:

باسرن ہوا تیتو اوت امل جوت واکونس ہی ہین اولوکی لوک لوک ہے
بہان مد مان یا کے مہان سمان مان باہین دن واکون دن پر وبہ سوک ہے
پورن پرکاس سدا سدہا کونواس دیکھوہیت دوکھت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نرکلنکت کلنکت لکھیوہی داکون نیرو مکھ چند بال چند سم کوک ہے

:ناسا برنن:

سکھان اکھنڈ سک تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلاکھی ہے
تل کو سمن تاو تول تن پادئی ناہین تو مین کیتن کی چھبین بدہ بہا کھی ہے
سکھان امل مہا کومل نوین ات روپ سرسرسیج کلی کی سب تاکھی ہے
راجیو نج نیہ تین بدہاتا تیہ مکھ دیپ تاکی دت ہیت ناسا بانی سم راکھی ہے

اروج برکا برنن

کالندیکے کول کیدھون کام کیل کلاکر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن تتنک ماہتو مد کی ترنگ تنک ناکی کل کیندھ کیہ بھیکھ جگ تیری ہین
کیدھون کاہو سدہ ہیکی سادھنان تین ہیم لتا سو پھل بھی ہنی تاکون بیکھ کب چتیری ہین
کاکا سروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدھون جب جوج سی اروج تیہ تیری ہین

—: رام راجی برنن :—

کیدہوں منمتھ کیا نے من لس کر بیکوں جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے
کیدہوں پیہ مینگے منورتھ نین کج ڈاری کمند کاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور نین کی تیب کوری کو جاتین نپک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
کری پیہ راجی دیٹ سوتن کو باجی یہ تیری روم راجی بدھ ایسی سبھ ساجی ہے

—: جان برنن :—

کری ہوئی ارہین کرسانگر کری ہی دیکھ نپت اچنبھا بھری رنبھاگت چھاجی ہے
سندر سرت دنت سو بھونت راجت ہی رچنار چرچ کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈہاری روپ ہیکی ساچی مانون کاریگرئین اچھی مورت سماجی ہے
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان نبہ ساجی ہے

—: نوپر برنن :—

روپ کو کیدارسم سندر اجرتا مین ترل کنک کیبسی لتا در سات ہے
کیدہوں چھری کھری کلد ہوت کی نورہی جاکے چھب مرچن کی چھتا چھرا ہے
نوپر نوین نیلن کی نگن جیٹوتا کو کر دیٹھ اینتھ ایمان سہات ہے
بہونرن کی پانت تا مرس کے سمن پر سکھان سموہ لہہ سکھہ سون اگھات ہے

—: پد برنن :—

پدم نہار ہار پنک پد کار بیٹھو باسر سرن واکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جھکت ہی سوچ سوچ تلچ بہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل نہات ات ہین سرنک لکھ ایمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھ سبکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان نج کر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الْمِنَّہ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلمرو رسید۔ وسپاسے کہ

آغاز کرده بود به انجام رسانید۔ و به اقتضای ترتیبی که درین تالیف اختیار افتاده ختم کتاب به نظم هندی دست بهم داده۔ چه مضایقه۔ بعض الفاظ هندی جزو فرقان عظیم است و جواهر سلک کلام قدیم۔

شیخ[۱] جلال الدین سیوطی رحمه الله تعالے در تفسیر "در منثور" می گوید۔ تحت قوله تعالی "طُوبیٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ" اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبی اسم الجنة بالهندية"

و نیز[۲] شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیه کریمه سندس خضر از شیدله صاحب کتاب برهان نقل می کند "السندس رقیق الدیباج بالهندية"

و نیز[۳] شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید "اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیه رضی الله عنهما فی قوله تعالی یا ارض ابلعی ماءك الشرب بلغة الهند"

علماء فصاحت اتفاق دارند که این آیه افصح آیات قرآنی است و ابدع بینات آسمانی۔ وقوع لفظ هندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیه بلند پایه از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنه ست وستین ومائة والف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۀ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمولفه

حبذا نو نهال موزونے ‌‌ ‌ کرده ام سبز در ریاض سخن

سال اتمام آن خرد پرسید ‌ ‌ ‌ گفت آزاد "نخل ۱۱۶۶ھ احسن"

چشم از یاران دادرس وعزیزان مسیحا نفس آنکه اگر گوشۀ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ وبا وصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را به ارمغان

---

[۱] در منثور جلد رابع صفحه ۵۹ مطبوعه مصر۔

[۲] اتقان صفحه ۱۷۱ مطبوعه مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

[۳] در منثور جلد ثالث صفحه ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند۔ وسبزۂ احسانے برمزار خاکسار واگذارند۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نِھَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

تمّت بالخیر

(۱) حصّہ اوّل میں مقدمہ مصنّف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالتمآب صلعم اور اُن کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر ونواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصّہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یوروپین مؤرخوں کی افترا پردازیوں کی قلعی کھول دی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصّہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام اور حرم بنانے کی تردید کی ہے۔ تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علّامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب و مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنونضیر۔ بنوقریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد زوجات۔ غلامی۔ تسرّی کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبداللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنہوں نے "گلشن ہند" اور "مآثر الکرام" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خاں صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف زرکثیر شائع کر کے اسلامی لٹریچر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے۔ فاضل مترجم نے جابجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق یہ ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنے مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دیئے تھے خان صاحب نے ان کے صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کرکے بکثرت اضافہ کر دیئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل متن کو جمع کر دیا اور نصف کالم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سینکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشی میں نہایت جانکاہی عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ مرحلہ کسی طرح طے ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کرکے قدردانی و امداد کرنی چاہیئے تاکہ خان صاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آیندہ حوصلہ ہو سکے صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۴۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۴۱۲) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی ہے۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنے فقط (سے) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے مولوی عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

۵ شوال ۱۳۳۱ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن